بہاولپور کے تین ہم عصر اولیا
شعاع نور
ذکرِ خیر
جذب القلوب
مرتبہ
مولانا محمد عزیز الرحمٰن عزیز مرحوم بہاولپوری
مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ مرحوم بہاولپوری
اردو اکیڈمی بہاولپور

ادارہ اُردو اکیڈمی۔ بہاولپور۔ "اکادمی ادبیات پاکستان کا شکر گزار ہے۔ جس نے اس کتاب کی اشاعت کیلئے مناسب مالی امداد فرمائی۔

ناشر :۔ اُردو اکیڈمی بہاولپور

کتابت :۔ بذریعہ فوٹوسٹیٹ

سال اشاعت :۔ ۱۹۹۰ء

تعداد :۔ پانچ سو

قیمت :۔ ۳۰/۰۰ روپے

طابع :۔ النفیس پرنٹرز لاہور

بہاولپور کے تین ہمعصر اولیاؒ

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ چشتیاں شریف
حضرت خواجہ محکم الدین صاحب السیرؒ خانقاہ شریف
حضرت خواجہ حافظ خدا بخشؒ خیرپور ٹامی والی شریف

کی سوانح حیات بنام

۱۔ شعاعِ نور ۲۔ ذکرِ خیر ۳۔ جذب القلوب

مُرتبہ

مولانا محمد عزیز الرحمٰن مرحوم بہاولپوری

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ مرحوم بہاولپوری

اُردو اکیڈمی

بہاولپور

پیش لفظ

سرزمین بہاولپور یوں تو ہر دور میں اولیا و مشائخ کے فیوض و برکات سے سرفراز رہی ہے اور مختلف اوقات میں بے شمار بزرگ یہاں رونق افروز رہے ہیں لیکن بارہویں صدی ہجری اس اعتبار سے بڑی سعید و مبارک تھی کہ یہاں بیک وقت تین بزرگوں کا فیض جاری تھا یہ بزرگ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی و حضرت خواجہ محکم الدین صاحب السیرانی بادشاہ اور حضرت خواجہ حافظ محمد خدا بخش خیرپوری تھے۔ جنہیں اپنے علم و فضل، تقویٰ، نیکی اور روحانی مدارج کی وجہ سے ملک گیر شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان بزرگوں نے مختلف جہتوں میں معرفت کی شمعیں روشن کر کے خلق خدا کی رہنمائی کا سامان پیدا کیا۔

ان تینوں بزرگوں کے ملفوظات اور سوانح حیات پر مشتمل کتب شعاع نور، ذکر خیر اور جذب القلوب آج سے کم و بیش پچاس سال قبل شائع ہوئی تھیں جو بزرگان دین کی تعلیمات اور ان کے حالات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بنیادی معلومات کا درجہ رکھتی ہیں۔

اُردو اکیڈمی بہاولپور نے اپنے پروگرام میں مکتبہ عزیزیہ بہاولپور کی درج ذیل مطبوعہ کتب کو یکجا دوبارہ طبع کرایا ہے۔

۱۔ شعاع نور:۔ مؤلفہ مولوی محمد حفیظ الرحمان صاحب حفیظ مرحوم (متوفی ۱۹۵۹ء) ابن دبیر الملک مولانا محمد عزیز الرحمان صاحب عزیز مرحوم (متوفی ۱۹۴۴ء) یہ کتاب

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۰۵ھ مدفون چشتیاں شریف کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی تھی۔

۲۔ ذکرِ خیر:۔ مؤلفہ دبیر الملک مولانا عزیز مرحومؒ۔ مطبوعہ ۱۹۴۲ء طبع ثانی در مطبع عزیز المطابع بہاول پور۔ یہ کتاب خانقاہ شریف۔ سمہ سٹہ (ضلع بہاول پور) کے اویسی سلسلہ کے ولیٔ کامل خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کے حالاتِ حیات پر لکھی گئی ہے۔

۳۔ جذب القلوب:۔ مولانا حفیظ صاحب مرحوم بہاولپوری۔ یہ کتاب خیرپور ٹامی والی (ضلع بہاول پور) کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ حافظ محمد خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری ہے۔ عزیز المطابع۔ بہاول پور میں پہلی بار ۱۹۴۵ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔

ان کتب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ غالباً اُردو زبان میں پہلی بار طبع ہو کر شائع ہوئی تھیں۔ لیکن یہ کتب اب بالکل ناپید ہیں۔ جبکہ ان کی مانگ بدستور ہے۔ لہٰذا ان کتب کی افادیت اور ضرورت کے پیشِ نظر اُردو اکیڈمی تینوں کتب کو یکجا کر کے دوبارہ طبع کرا رہی ہے۔

ہم حضرت مولانا محمد عزیز الرحمان عزیز صاحب مرحوم کے بھتیجے محترم سیٹھ محمد عبید الرحمان صاحب (علیگ) بہاولپوری کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ازراہِ مہربانی ان تینوں کتابوں کو یکجا دوبارہ طبع کرانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

سیّد شاہد حسن رضوی

معتمد عمومی

اُردو اکیڈمی۔ بہاولپور

۱۵ نومبر ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سلسلۂ عزیزیہ کا نواں نمبر
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
شعاع نور
یعنی
سوانحعمری حضرت خواجہ نور محمد صاحب کھرل
قبلۂ عالم مہاروی علیہ الرحمۃ
مرتبہ
خاکسار محمد حفیظ الرحمن حفیظ بہاولپوری
مؤلف الحبیب فرامین مقدس تمدن بہاولپور مختصر تاریخ تاجداران بہاولپور وغیرہ
بسنہ ۱۳۴۷ھ مطابق سنہ ۱۹۲۸ء
H. ALI

محمد حسن خان میرانی - بہاولپوری -

تاریخ خرید: ۲۶- جنوری ۱۹۴۸ء

قیمت خرید = چھ آنے

ڈیڈیکیشن

خاندان عم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم (حضرت عباسؓ) ابتدا سے آجتک برابر علم وفن کی سرپرستی کے لیے مشہور عالم رہا ہے۔ اور اسی طرح تاقیامت رہے گا۔

اللہ تعالےٰ ہمارے آقائے دولت سرکار ابد قرار اعلحضرت عظیم المنزلت تاجدار بہاولپور دام اقبالہٗ وملکہٗ کا سایہ ہما پایہ اس خطہ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اور یہ آفتاب ترقی ہمیشہ ہم ناچیز اور جان نثار نمکخواروں اور وفاشعار رعایا کے لئے ابر رحمت ہو۔

حضور والا کی علمی سرپرستی اور تعلیمی توجہ نے اب بہاولپور کے فضا میں وہ بہار پیدا کردی ہے کہ جابجا اس باغ میں طرح طرح کے پھول اپنی خوشبو سے دماغ معطر کر رہے ہیں۔ مدارس علوم مغربی ومشرقی دوش بدوش ترقی کر رہے ہیں۔ اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے متواتر ہونہار طلباء کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔

اسی خاص توجہ کا اثر ہے کہ تمام اعلیٰ طبقہ الناس میں اور زمرۂ ارکان دولت میں علمی چہل پہل نظر آرہی ہے۔ اگرچہ ابھی تک ریاست میں تصنیف وتالیف کا فن اپنی ابتدائی حالت میں ہے تاہم اس کی داغ بیل جو ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہو چکی ہے۔ بہت جلد بار آور ہونے کی پیشین گوئی کر رہی ہے سرکار والا کی اس تمام علمی اور طبعی توجہ کے اندر وہ مقناطیسی جذبہ موجود ہے جس سے تمام اعیان حکومت وارکان ریاست متاثر ہیں علی الخصوص عالیجناب مستطاب مولانا المحترم مولوی غلام حسین صاحب بہادر دام اقبالہ ہوم منسٹر، وزیر تعلیم ومہتمم تالیفات ریاست بہاولپور جنکی ذات گرامی کے ساتھ یہ علمی صیغے والبتہ ہیں۔ اہل ریاست کی علمی ترقی کے لئے شب وروز بے تاب ہیں اور یہ اسی سعی مشکور کا اثر ہے کہ اس وقت ریاست بہاولپور کا صیغہ تعلیم آسمان ترقی کا آفتاب بنکر چمک رہا ہے مجھے بھی چونکہ حضور ممدوح کی ماتحتی اور صیغہ عالیہ تعلیم کے ایک خدمتگزار ہونیکا شرف حاصل ہے اس لئے میں اپنی اس ناچیز تالیف کو جو ریاست بہاولپور کے ایک ممتاز عارف باللہ شیخ مجاہد، صاحب سلسلہ بزرگ اور روحانیات کے بے نظیر پروفیسر کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ جناب ممدوح کے نامِ نامی پر معنون کرنیکا فخر حاصل کرتا ہوں۔ اور حضرت موصوف کی علمی اور تاریخی دلچسپیوں کا اپنی اس کتاب اور تحریر کے ذریعہ شکریت کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

خاکسار محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاولپور {۲۳ صفر ۱۳۴۶ھ / ۲۲ اگست ۱۹۲۷ء
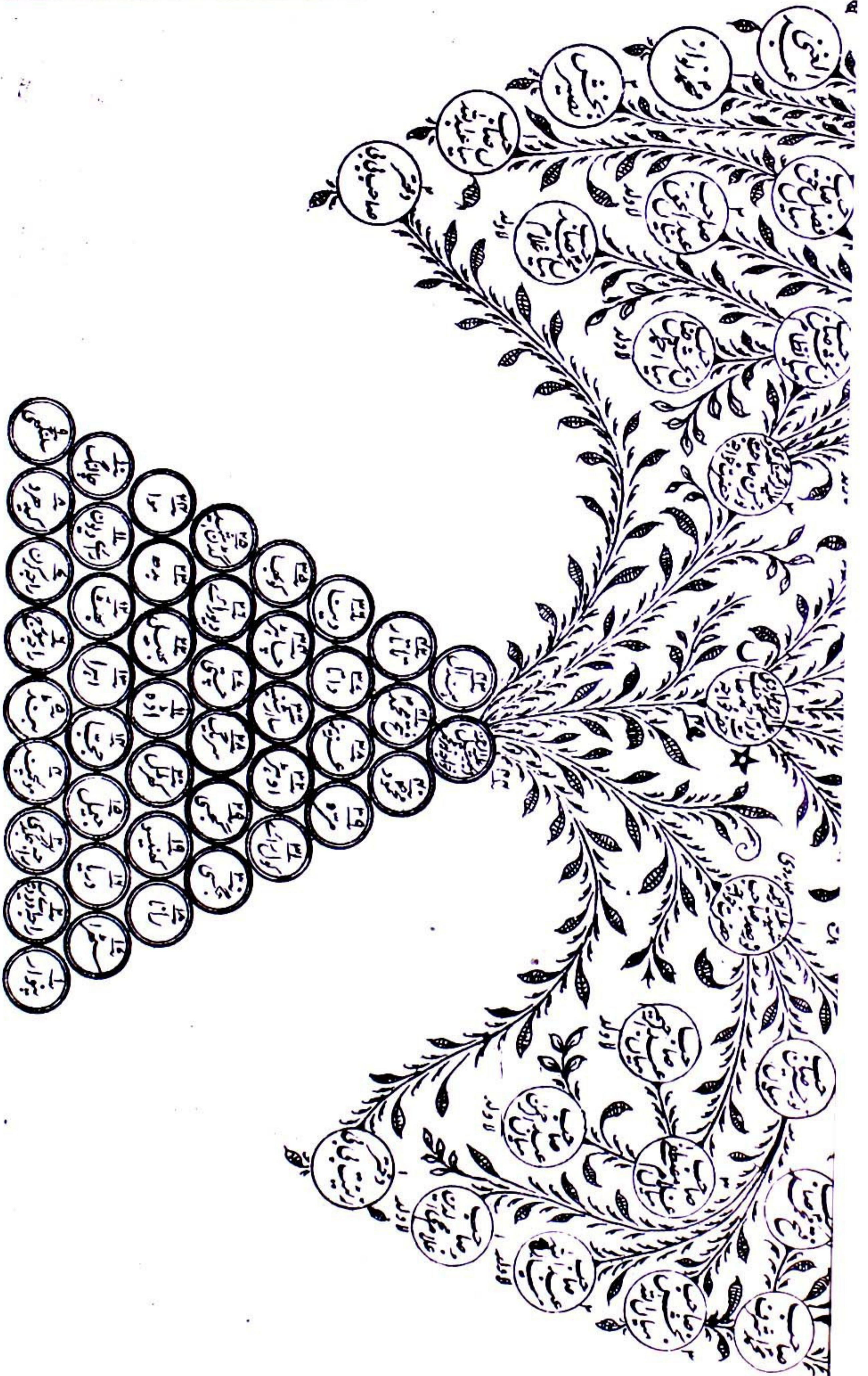
نقشہ مزار مبارک حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم بمقام چنشتیاں تحصیل خیرپور ریاست بہاولپور

آب حیات محض ایک لفظ ہی نہیں، جس کو بے معنی سمجھا جائے۔ اگرچہ اس کا وہ تصور جو قصہ خضر و سکندر کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ قابل تاویل واقعہ خیال کیا جائے اور ہم اپنی آئندہ زندگی جاوید (حیات ابدی) کے لئے جنت کے نعماء میں سے ایک نعمت آبحیات کو بھی اعتقاد رکھیں اور اگرچہ اس خیال کی تردید نہ کی جا سکتی ہو کہ عنقا کی طرح آبحیات کا لفظ بھی محض لغت کی کتابوں اور غیر موجودہ اشیاء کے تصور کی لئے وضع کیا گیا ہے مگر میں ان میں سے کسی صاحب کے نظریہ کے ساتھ متفق نہیں ہوں۔

میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میری میز پر جہاں میں اس کتاب کا دیباچہ لکھ رہا ہوں ایک چشمہ آب حیات موجود ہے میری دوات جو فی الحقیقت سیاہی (طبقہ ظلمات) ہے اور اس کا نام سیاہی رکھا گیا ہے یہی تو وہ تاریک چشمہ ہے جس کو میں آب حیات سمجھ رہا ہوں۔ دنیا کے طبقات نے کتنی منزلیں طے کیں اور اپنی جماعتوں کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ مگر اس ظلمت کدہ کے روشنائی نے صفحہ قرطاس پر جو تعویذ لکھ کر ڈالے تھے وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں اور رہیں گے۔ نہ صرف وہ لکھے ہوئے نقوش باقی ہیں۔ بلکہ وہ لکھنے والوں اور اپنے مقاصد مضامین کو

بھی اپنے ساتھ زندہ رکھنے کا باعث ہیں۔ مذہبی ذخیرہ خط و کتابت کے علاوہ مشہور
علماء کی تحریریں، بزرگوں کے حالاتِ زندگی، شعراء کی نازک خیالیاں، تاریخ کے
محفوظ واقعات، دنیا کے انقلابات کے مختلف مراحل کے تذکرے، یہ ایسے آبِ بقائے دوام
کے چشمے سے پانی پی کر نکلے ہوئے الفاظ میں لکھے گئے ہیں کہ گو لکھنے والوں کے وجود
سے دنیا مدت ہوئی خالی ہے لیکن ان کے نام اس وقت تک زندہ ہیں اور ہمیشہ
زندہ رہیں گے۔

پھر کیوں ہم اس قلم دوات کے ترشحات کو امرت جل نہ کہیں۔
چونکہ قلم ایک زبان ہے جس کے لئے کوئی منہ نہیں پیدا کیا گیا۔ مگر اس زبان
سے جو الفاظ صفحۂ قرطاس پر گرتے ہیں وہ آبِ حیات کے بھرے ہوئے آبخورے ہوتے
ہیں۔ بشرطیکہ وہ کسی مفید اور خوش نتیجہ مضامین تک محدود ہوں لیکن اگر اس کو بد سرشتی
کے جرم پر چلانے میں مصروف رکھا جائے تو اس سے ایک عالم سوز اور شر انگیز زہر
جیسا ہلاہل بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس خیال کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کو زہر یا امرت تیار
کر سکتے ہیں۔

یہ ایک لمبی بحث ہے اگرچہ دلچسپی سے خالی نہیں مگر یہ موقعہ اس بحث کے
بڑھانے طول دینے کا نہیں ہے۔ اس لئے میں اسی قدر اشارہ کافی خیال کرتا ہوں
اور اس کتاب کے متعلق جو لکھنا چاہتا ہوں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یہ
کتاب ایک ایسے بزرگ کے حالاتِ زندگی پر لکھی گئی ہے جس نے اپنی زندگی
کا بہترین حصہ دنیا کے دلوں پر چھوڑا ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ اگرچہ وہ
اس وقت اس عالمِ وجود میں موجود نہیں ہے۔ لیکن اس کا نیک نام اور
برگزیدہ کام اور اعلیٰ صفات و مفید تعلیمات کا اثر ہمیشہ زندہ اور موجود رہے گا۔
حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ کے حالاتِ زندگی کو مجموعہ

رکھنے کے لئے میں نے یہ کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری قلم کے یہ ترشحات اس لئے بھی بہت دیر تک قائم رہیں گے کہ وہ ایک خدا رسیدہ عارف باللہ۔ مجاہد اور مرتاض بزرگ کے تعلیمات اور حالات پر مشتمل ہیں۔

خواجہ صاحب کے اعلیٰ اور **قابل قدر زندگی** اور **متبرک سوانح** ہر اوس شخص کے لئے جو دنیا میں راہ حقیقت اور مسالک معرفت کا طالب ہے رہنمائی کا کام کر سکتے ہیں۔ اور اس لئے بہاولپور کی پبلک کا فرض ہے۔ کہ وہ ایسے بزرگ کے حالات کو زیر مطالعہ رکھکر اونکے مذہبی احکام اور اخلاقی ہدایات پر چلکر دنیا و عاقبت کی بہتری حاصل کرے۔

میری یہ ناچیز کوشش جہاں ایک کامل بزرگ کے سوانح کو زندہ رکھنے کی مساعی پر مشتمل ہے۔ وہاں میری اپنے لئے بھی ایک مستقل یادگار کا کام دیگی۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید

نویسندہ را نیست فردا امید

خاکسار محمد حفیظ الرحمن حفیظ

بہاولپور { ۲۱ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ
۲۰ اگست ۱۹۲۷ء }

تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد۔ ریاست بہاولپور کے سلسلہ سوانح مشاہیر میں حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمتہ مہاروی کے حالات کا جمع کرنا اور شائع کرنا ایک ضروری مرحلہ تھا۔ پچھلے سال جبکہ حضرت خواجہ محکم الدین صاحب سیرانی علیہ الرحمتہ کے حالات شائع کئے گئے تھے۔ اوس وقت یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ اس سلسلہ کو جب تک حالات مساعد ہیں برابر جاری رکھا جائیگا۔ اور رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ریاست بہاول پور کے ایک مکمل تاریخ مشاہیر مرتب کرنے کا ذریعہ ہو جائیگا۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمتہ کے حالات جمع کرنے کے وقت میرے زیر مطالعہ کتب گزیٹر ریاست بہاولپور **پنجاب چیفس** مولفہ لیسل گریفن۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار مرتبہ قاضی امام بخش صاحب جاپوی گلشن ابرار قلمی مولفہ میاں امام بخش صاحب (یہ حضرت خواجہ کے پڑ پوتے ہیں) **مناقب المحبوبین** مولفہ مولوی نجم الدین صاحب رہیں۔

آخر الذکر دو کتابوں سے مجھے اس کتاب کی ترتیب اور واقعات کے تلاش میں بہت بڑی امداد ملی۔ گلشن ابرار تو حضرت خواجہ نور محمد صاحب کے اپنے خاندان کے ایک ممبر کی تالیف شدہ ہے اور اس لئے وہ نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے یہ کتاب خواجہ صاحب امام بخش بن حافظ غلام فرید بن خواجہ نور احمد بن حضرت خواجہ نور محمد صاحب کی تالیف ہے۔ اگرچہ میرا یہ خیال تھا کہ اس سوانحعمری کو

جدید طریق سوانح نگاری کے مطابق مرتب کروں۔ مگر افسوس میری عدیم الفرصتی اور ضروری حالات کے عدم دستیابی نے ایسا نہ ہونے دیا پھر بھی جس قدر اس قلیل فرصت میں ممکن تھا۔ وہ پیش کیا جاتا ہے ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ
ناظرین کرام سے اُمید ہے کہ اگر انکو مزید حالات معلوم ہوں۔ یا اس مجموعہ میں کہیں ترمیم کی ضرورت خیال فرماویں۔ تو مطلع کردیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُس مشورہ کا لحاظ کر لیا جائے۔

بنظر سہولت میں نے اس سوانح عمری کو تین بابوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے باب میں حضرت خواجہ کے عام حالات زندگی کو کئی ایک عنوانوں میں درج کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں عادات وخصائل کے ساتھ ان کے عرس اور مزار مبارک کے حالات کے ساتھ ان کے خلفاء اور سلسلہ چشتیہ کا ذکر ہے اور پھر حضرت کے ملفوظات درج کئے گئے ہیں۔

تیسرے باب میں اُن کے روحانی کمالات کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں تمہید اور خانقاہ مبارک کا ایک نقشہ دستی بھی شامل کیا گیا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ ناظرین کرام میری اس محنت سے متمتع ہو کر میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان

خاکسار۔ محمد حفیظ الرحمن۔ بہاولپوری

باب اوّل

نام خاندانی حالات حالات قبل از پیدائش ولادت

ولی مادرزاد تبدیل سکونت تعلیم حصول علم کیلئے ترک وطن

بیعت مراجعت وطن عجیب اتفاقات مشکلات منزل

خرقۂ خلافت بیماری اور انتقال اولاد شجرہ نسب

نام حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ کا نام والدین نے بابل یا بہبل[۱] رکھا تھا۔ مگر ان کے مرشد بزرگوار حضرت مولانا فخرالدین صاحب علیہ الرحمۃ محب نبیؐ دہلوی نے نور محمدؐ نام رکھا تھا۔ اور اسی نام سے اس وقت تک حضرت کو یاد کیا جاتا ہے۔ خوش اعتقاد مرید اور متوسلین حضرت کو قبلہ عالم کہکر پکارتے ہیں جیسا کہ آئندہ تفصیل کے ساتھ ظاہر ہوگا۔

خاندانی حالات حضرت کا خاندان کھرل[۲] (پنوار) کہلاتا ہے۔ اس قوم کی نسبت سر لیپل گریفن کے۔ سی۔ ایس۔ آئی نے کتاب پنجاب چیفس[۳] میں مندرجہ ذیل نوٹ کیا ہے۔

قوم کھرل اس امر کی مدعی ہے۔ کہ وہ راجپوت نسل سے ہے اور

۱؎ مناقب المحبوبین صفحہ ۵ ۲؎ مناقب المحبوبین صفحہ ۴ ۳؎ قوم کھرل قوم پنوار کی ایک شاخ ہے بہاولپور گزیٹر صف

ان کا شجرہ نسب راجہ کرم چند رمبنی خاندان کا مشہور راجہ جو ہستناپور کا حکمران تھا) کے ساتھ ملتا ہے۔

اس قوم کے لوگ گوگیرہ۔ جھنگ۔ لاہور اور شیخوپورہ وغیرہ مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں۔ تمام تاریخی زمانہ میں کھرل۔ بہادر۔ تند مزاج۔ وحشی۔ اور چوری پیشہ رہے ہیں۔ ہمیشہ انکو حکومت کرنے کا شوق دامنگیر رہا ہے۔ اور اسی غرض کے لئے یہ لوگ جنگ و جدال۔ اور غارت گری میں پوری دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد بھی یہ لوگ دوسرے مسلمانوں سے زیادہ پُرجوش رہے ہیں۔ ہندو اور سکھ حکومتوں کو ان کے سنبھالنے میں سخت مشکل کا سامنا رہا!"

حضرت کے خاندان کے لوگ بستی چوٹالہ[1] علاقہ شہر فرید (تحصیل خیرپور ضلع بہاول نگر ریاست بہاولپور) میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ اور ذرائع[2] آمدنی بہت محدود تھے۔

والدین

حضرت خواجہ کے والد ماجد کا نام ہندال[3] تھا۔ جو محمود کھرل کے پڑپوتے تھے۔ جیسا کہ شجرہ مشمولہ سے ظاہر ہے۔ والدہ کا نام عاقل بی بی تھا۔ جو کمال نامی چھتا سکنہ بھولڑہ[4] کی لڑکی تھی (چھتا قوم کے لوگ اب تک نواح بھولڑہ میں پائے جاتے ہیں۔ کمال چھٹہ کے خاندان کے بوجہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے

---

[1] بستی چوٹالہ مہار شریف کے جانب شرق تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے مناقب نمبر ۴۵ [2] بہاولپور اسٹیٹ گزٹیر صفحہ ۲۳ [3] ہندال۔ تاریخ ہندوستان میں بھی یہ نام دیکھا گیا ہے بابر بادشاہ کے ایک بیٹے کا نام ہندال تھا۔ خافی خان نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۶ میں اس کی وجہ تسمیہ حسب ذیل لکھی ہے حالات ۹۲۵ھ کے سلسلہ میں ہے ازشنیدن اخبار فساد آمیز طرف ولایت گرم سیر کابل مراجعت منود مدد دریں سفر بہجت اثر فرزند سعادت مند میسر گردیدہ۔ چون عازم تسخیر ہند بود بفال مبارک گرفتہ مسمیٰ بہ ہندال نام ساختند [4] بھولڑہ ایک قدیمی قلعہ ہے جو مہاران شریف سے ۴ کوس جنوب کی طرف ریگستان میں واقع ہے"

ننھیال ہونے کے لوگ عزت کرتے ہیں اور اُنکی جاگیر بھی ہے۔ چنانچہ مروٹ اور شہوار ریگستانی مقامات کے درمیان جھٹوں کا ایک کنواں اب تک موجود ہے۔ دور دور سے لوگ یہاں میٹھے پانی کے حاصل کرنے کی غرض سے جمع ہوتے ہیں

حالات قبل از پیدائش

حضرت پیر عبداللہ جہانیان[۵] علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے حضرت شیخ فتح دریا صاحب علیہ الرحمۃ نیکوکارہ سجادہ نشین شیخواہن جو اپنے مریدوں میں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ جب کبھی پھولڑہ میں تشریف لاکر مقیم ہوتے تو عاقل بی بی والدہ حضرت بھی اپنی ماں کے ساتھ پیر کی زیارت کرنے کے لئے جایا کرتی تھیں۔ عاقل بی بی اس وقت خورد سال بچی تھی اور ابھی تک ناکتخدا تھی اور اپنی ہمسن لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی حضرت فتح دریا صاحب اس لڑکی کو خاص طور پر بہت غور کے ساتھ دیکھا کرتے تھے۔ ایک کنواری لڑکی کی طرف شیخ کا اس غیر معمولی توجہ کے ساتھ نظر کرنا لوگوں کے اعتراض کا باعث ہوا۔ دریافت پر حضرت نے فرمایا کہ اس عفیفہ کے شکم میں سے ایک غوث وقت پیدا ہوگا۔ میں اس لڑکی کی خوش نصیبی پر حیران ہوں

---

[۵] حضرت عبداللہ جہانیان صاحب علیہ الرحمۃ حضرت پیر مخدوم جہانیان جہاں گشت علیہ الرحمۃ اوچی کے خلیفہ تھے انھوں نے ساتویں صدی ہجری میں اپنے شیخ سے اجازت حاصل کرکے اوچ سے شیخواہن آکر نور معرفت اور دریائے ہدایت کا مرحلہ کیا۔ شیخواہن ریاست بہاولپور کی تحصیل خیرپور کا ایک مشہور قدیمی قصبہ ہے۔ اس قصبہ میں علاوہ خانقاہ حضرت عبداللہ جہانیان صاحب علیہ الرحمۃ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک پیراہن (جبہ) مبارک اور بعض دیگر تبرکات بھی ہیں جن کی وجہ سے یہ قصبہ بہت مشہور ہے۔ یہاں سالانہ عرس بھی ہوا کرتا ہے۔

کہ اس لڑکی کے طفیل اس خاندان کا مستقبل عظیم الشان ہوگا۔[1]

اسی قسم کی ایک اور روایت بھی زبانی حضرت مائی عاقل بی بی مرقوم ہے۔

عاقل بی بی کہتی تھیں کہ میں بچپن میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ بھولڑہ میں کھیل رہی تھی کہ شیخ احمد[1] بزرگ جو ساوے چیرے والے پیر کے نام سے موسوم تھے وہاں سے گذرے۔ اور ٹھہر گئے۔ میں جب کھڑی ہوتی تھی تو یہ چیرے والا پیر بھی اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اُس کی یہ حالت دیکھکر میری سہیلیوں نے اس بزرگ سے پوچھا۔ تو بزرگ نے جواب دیا۔ کہ اس لڑکی کے پیٹ میں ایک لعل ہے۔ میں اُس بیش بہا لعل کی تعظیم کے لئے سروق کھڑا ہوجاتا ہوں۔ یہ سنکر لڑکیوں نے میرے ساتھ مذاق کیا۔ کہ عاقل بی بی تمہارے پیٹ میں لعل ہے۔ آؤ تمہارا پیٹ پھاڑ کر لعل نکالیں۔[2]

عاقل بی بی کا ہندال (والد حضرت) کے ساتھ نکاح ہوگیا اور یہ کنبہ پھر قصبہ چوٹالہ میں زراعت پر بسر اوقات کرتا رہا۔

ولادت حضرت کی جدہ ماجدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ گھر میں ایک چراغ روشن ہوگیا ہے جس کی شعاعوں سے زمانہ روشن ہوگیا ہے اور تمام گھر میں خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت کے جدہ جب نیند سے بیدار ہوئے۔ تو اس خواب کی وجہ سے خوف زدہ ہوگئے۔ اور اس خواب کو تاثیر آسیب سمجھکر پیر دودے والے کے پاس گئی۔ جو وہیں مقیم تھے۔ خواب کی کیفیت سُنکر اُنھوں نے تعبیر دی کہ تمہارے گھر میں ایک چراغ روشن ہوگا (لڑکا پیدا ہوگا) جس سے تمام

---

[1] مناقب محبوبین صفحہ ۵۲ مناقب صفحہ ۵۵ شیخ احمد صاحب دودے والا پیر کہلاتا تھا۔ دودہ ایک قصبہ ہے جو کوٹ نمالیہ کے نواح میں دریائے راوی کے کنارے پر واقع ہے چیرے والا [illegible] کہتے تھے۔ کہ یہ بزرگ سر پر سبز رنگ کے دستار پہنتے تھے۔ دستار کو یہاں کی زبان میں چیرہ [illegible] میں سبز رنگ کو ساوا کہتے ہیں۔

زمانہ فیضیاب ہوگا۔[۵۱]

خواب کی تعبیر سچی ہوئی۔ اور رمضان شریف ۱۱۴۲ھ کی چودھویں شب کو حضرت خواجہ پیدا ہوئے۔ اس چودھویں کی چاند نے تمام ہندوستان میں نور عرفان پھیلانا[۵۲] تھا۔ والدین نے حضرت کا نام بھبل (بابل) رکھا۔

ملک ہندال کے ہاں۔ اس نونہال بابل کے علاوہ حسب ذیل تین لڑکے ملک سلطان۔ ملک برہان۔ جو حضرت بابل سے بڑے اور ملک عبدل۔ جو بابل سے چھوٹے تھے۔ اور ایک لڑکی مسمات قائم خاتون (ہمشیرہ حضرت) بھی تھی۔[۵۳]

ولی مادرزاد حضرت کے ولی مادر زاد ہونے کا استدلال اس واقعہ سے کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت جو رمضان شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ باقیماندہ رمضان شریف کے دنوں میں دن کو کبھی ماں کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بعد غروب کے دودھ پیا کرتے تھے۔[۵۴]

تبدیل سکونت اقتضائے حالات کے باعث حضرت کی ولادت کے بعد بہت جلد اس خاندان نے بستی چوٹالہ کی سکونت ترک کردی اور بستی مہاران میں آکر سکونت اختیار کی۔

چوٹالہ کی سکونت کو آخیر عمر تک حضرت محبت سے یاد کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت جب کبھی مہار شریف سے پاک پٹن کی طرف زیارت مزار حضرت گنجشکر علیہ الرحمۃ کیلئے تشریف لیجاتے تھے۔ تو بستی چوٹالہ سے گذر ہوا کرتا تھا۔ اور آپ اس مقام پر عموماً اپنے خوردسالی کے زمانہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور وہ موقعے اپنے ہمراہیوں کو دکھلاتے تھے۔ جہاں بچپن میں حضرت لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتے

---

۵۱ مناقب صفحہ ۵ حدیقۃ الاسرار صفحہ ۱۳۱ ۵۲ مناقب صفحہ ۵ ۵۳ مناقب صفحہ ۵
۵۴ مناقب صفحہ ۵۔

تھے اور جہاں تیتروں کے شکار کے لئے جالیاں وغیرہ لگایا کرتے تھے۔[1]

تعلیم

حضرت بچپن کی منزلیں طے کرتے ہوئے پانچویں سال میں جب پہونچے تو اُس وقت عالم کے اس قبلہ بننے والی ہستی کو والدین نے اپنی بستی کے مُلّا کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھلایا۔ حافظ محمد مسعود صاحب اس بستی میں ایک قابل قدر مُعلّم تھے۔ جن کی خدمت میں ہمارے نوعمر ہونہار نونہال نے زانوے ادب تہ کر کے قاعدہ شروع کیا۔ قاعدہ پڑھکر قرآن مجید پڑھا۔ اور پھر حفظ قرآن کی دولت بھی اس جگہ حاصل فرمائی۔

حصول علم کیلئے ترک وطن

حافظ ہونے کے بعد درسی کتابوں کی تعلیم کے لئے پہلے کچھ عرصہ تک موضع بھڈیراں میں جاتے جو نہار شریف سے غربی جانب پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ مگر پھر بعد میں پاک پٹن شریف کے نواح موضع بیلانہ میں شیخ احمد صاحب کھوکھر کے پاس ابتدائی درسی کتابوں پر عبور حاصل کیا۔[2]

اس عرصہ تعلیم میں بھی منجملہ دیگر آثار سعادت کے ایک یہ نقل کتابوں میں موجود ہے۔ کہ حضرت جس وقت حافظ محمد مسعود صاحب کی خدمت میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ تو ان دنوں میں حضرت شیخ احمد (دودے والا پیر) اتفاقاً اُس مسجد میں تشریف لائے۔ اور حضرت کو قرآن مجید پڑھتا ہوا دیکھکر فرمایا۔ سبحان اللہ یہ بچہ ایک دن ایسا بزرگ کامل ہوگا۔ کہ اُس کے آستانہ پر ملک کے بادشاہ جھکیں گے۔ اور بڑے بڑے سلسلوں والے بزرگ اور صاحبان بیعت اس کے توسل پر فخر کرینگے۔ حافظ محمد مسعود یہ سُنکر ہنس پڑا۔ اور منہ پھیر کر بنظر اعتراض کہنے لگا۔ کہ سبحان اللہ اس زمانہ کے بزرگ بھی ایسے باقی رہ گئے ہیں۔ جو ہندال جٹ کے گنجے لڑکے

---

[1] مناقب صفحہ ۵۵ [2] مناقب صفحہ ۵۴۔

کی نسبت دین و دنیا کے بادشاہی کی پیشین گوئی کر رہے ہیں۔ ان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس بچہ کے بزرگ سارے جاہل چوری پیشہ رہے ہیں۔ اور اب اس کے کمال کی نسبت یہ فرما رہے ہیں کہ شاہان وقت اُس کے آستانہ پر جبیہ سائی کرینگے۔ اور سلسلہ والے بزرگان اُس کا دامن پکڑینگے۔

حضرت شیخ احمدؒ (دودے والے پیر) نے یہ سُنکر جواب دیا۔ میاں محمد مسعود تمکو اس لڑکے کے کمالات باطنی کا پتہ نہیں حقیقت سے تم بے خبر ہو۔ فی الواقع یہ بچہ کامل بزرگ ہوگا۔ میری اپنی اولاد بھی اسی بزرگ کے سایہ میں کمالات حاصل کریگی۔

اس بزرگ کی یہ پیش گوئی پوری ہوکر رہی۔ ایک طرف ریاست بھاولپور کا فرمانروا۔ اور دوسری طرف اوہی دودے والے پیر کا فرزند شیخ غلام محی الدین حضرت خواجہ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے۔

بیلانہ میں کچھ عرصہ تک درسی کتابوں کے شغل میں رہ کر ڈیرہ غازیخاں کی طرف چلے گئے اور وہاں شرح ملا تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ محکم الدین صاحب السیر علیہ الرحمۃ کے ہمراہ تکمیل تعلیم درسی کے حاصل کرنے کیلئے لاہور پہونچے[۵]۔ کچھ عرصہ تک یہاں تعلیم پانے کے بعد نواب غازی الدین خان بہادر کے مدرستہ العلوم دہلی میں پہونچکر حضرت میانجی حافظ برخوردار صاحب کے پاس کافیہ پھر شروع فرمایا۔ اور قطبی بھی پڑھنے لگے۔

انہیں دنوں میں اورنگ آباد سے حضرت مولانا فخر جہاں صاحب[۶] علیہ الرحمۃ

---

۵ مناقب صفحہ ۵۸ ۵۲ لاہور کی تعلیم کے متعلق یہ نقل بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ حضرت دن کو تعلیم میں مصروف رہتے اور رات کیفیت خرشت جمع کرکے گدائی کرتے اور اس طرح نفس کو تمام کرتے۔ ایک مرتبہ ... رات میں لاہور کی گلیوں میں گدائی کرتے پھر رہے تھے کہ پاؤں پھسلا اور سخت چوٹ آئی کپڑے بھی کیچڑ میں خراب ہوگئے۔ دماغی اور جسمانی ... گدائی کا موقعہ رہا۔ مناقب صفحہ ۵۰ ۵۳ حضرت مولانا فخر الدین محب النبی علیہ الرحمۃ بن حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی سن ولادت ۱۱۲۶ھ اورنگ آباد، سن وفات ۱۱۹۹ھ دہلی۔ ان کی قبر مہرولی دہلی میں خانقاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے احاطہ میں ہے۔

دہلی میں وارد ہوئے اور دہلی سے حضرت مولانا کا فیضان عام مشہور ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سولہ سال تک حضرت کی خدمت میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کرتے رہے۔

حصول علم کے لئے وطن کا ترک کرنا بزرگان ملت کا شعار سمجھا گیا ہے بہت ہی کم ایسے بزرگ ہوئے جنھوں نے طلب علم کے لئے سفر نہ کیا ہو۔ ایسے سفر اس حدیث نبوی کی تعمیل ہے اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ اثنا تعلیم درس میں حضرت خواجہ صاحب کو اپنے استاد بزرگ کے ساتھ اس قدر شیفتگی اور تعلق باطنی پیدا ہو گیا۔ کہ حضرت نے پختہ ارادہ کر لیا کہ مولانا فخر جہاں صاحب علیہ الرحمۃ سے رشتہ تعلیم باطنی بھی وابستہ کیا جائے۔

اس خیال کو حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں ظاہر بھی کر دیا حضرت

بیعت

مولانا نے فرمایا کہ بیعت کے لئے پہلے استخارہ کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی۔ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ کسی شخص نے پختہ طعام کا ایک طبق خواجہ صاحب کو دیکر حضرت مولانا کا جبہ انہیں پہنا دیا۔ اور یہ بھی اوسی خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا آگے آگے جا رہے ہیں اور آپ ان کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں

صبح کو اپنے استخارہ کے خواب کی کیفیت حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کی تو حضرت مولانا نے کلمہ استغفار کے ورد کا ارشاد فرمایا۔ اور کچھ دنوں کے بعد مزار خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ پر ان کو بیعت سے ممتاز فرمایا۔[۵۱]

حضرت خواجہ نے اپنے ممتاز خلیفہ مرید حافظ محمد جمال صاحب ملتانی سے ذکر کیا تھا۔ اس تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت ۱۱۶۵ھ میں ہوئی۔[۵۲]

---

۵۱ مناقب صفحہ ۸۳۔ ۸۲،۸۱۔ ۵۲ مناقب صفحہ ۸۳۔

حضرت خواجہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں مہار شریف سے میاں محمد قائم صاحب کے ہمراہ دہلی گیا تھا۔ دہلی پہونچکر مولوی برخوردار صاحب سے قطبی پڑھا کرتا تھا۔ اور انہیں کے ہاں کھانا بھی کھاتا تھا۔ اسی مدرسہ میں ایک بزرگ میاں فتح محمد صاحب رہتے تھے۔ جو عیالدار اور شاہی منصب دار بھی تھے۔ ان کی خدمت میں بھی میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ میاں فتح محمد صاحب مجھے حافظ کہا کرتے تھے۔ انکی عادت مبارک تھی کہ ہر جمعرات کو ختم پڑھایا کرتے تھے جب ختم کے بعد فاتحہ پڑھی جاتی۔ تو میاں فتح محمد صاحب ختم پڑھنے والے بزرگوں کو ارشاد فرماتے کہ اس حافظ کیلئے دعائے خیر کی جائے

انہیں دنوں میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب علیہ الرحمۃ دکن سے تشریف فرما ہوئے۔ اور میاں فتح محمد صاحب کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت مولانا کو میاں فتح محمد صاحب نے بغلگیر فرماکر کہا کہ آپ شہباز عشق ہیں۔ آپ سے عشق کی خوشبو آتی ہے۔

اس موقعہ پر دونوں حضرات نے طعام تناول فرمایا۔ اور مجھے بھی اُن کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف حاصل ہوا۔ انہیں میاں فتح محمد صاحب نے روحانی مراحل کے ابتدا میں سوا لاکھ درود مبارک پڑھنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ میں نے سوا لاکھ درود مبارک پڑھا[۵]

یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت مولانا کے ساتھ جب وہ دکن سے دہلی تشریف فرما ہوئے سب سے پہلے میں نے بیعت کا شرف حاصل کیا[۶]

سولہ سال تک کی متواتر محنت مسلسل مراقبہ و ریاضت کے ذریعہ تذکیہ نفس کے مراحل بزرگ اوستاد اور محترم مرشد کی خدمت میں طے فرماتے رہے اور اکتساب علوم ظاہری و باطنی کی منزلیں طے کرنے کے بعد یاد وطن نے دل میں

---

[۵] مناقب صفحہ ۸۰ [۶] مناقب صفحہ ۸۲

چنکی لی۔ محترم مرشد کی خدمت میں درخواست اجازت کی گئی۔ مولانا نے حضرت خواجہ کے عرصہ دراز کی دوریٔ وطن اور والدین کے اشتیاق ملاقات کے جذبات کا احساس فرماتے ہوئے اجازت بخشی

مولانا حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے عرس پر پاک پٹن آیا کرتے تھے۔ اس دفعہ کچھ عرصہ پہلے پاک پٹن پہونچے ابھی عرس میں آٹھ روز کا عرصہ باقی تھا۔ مرشد محترم نے اپنے محبوب مرید کو ارشاد فرمایا کہ عرس میں ابھی آٹھ دن باقی ہیں۔ اس عرصہ میں جاکر اپنی والدہ ماجدہ کو مل کر واپس آجاؤ۔

مراجعت وطن کا نظارہ

اجازت حاصل کرکے سولہ سال کے بادیہ پیمائی کے بعد معرفت کا یہ شہسوار اس شان سے کہ ہندوستانیوں کی سی وضع تنگ پاجامہ پہنے۔ انگرکھا بدن پر۔ کلاہ چہار ترکی سر پر وضو کے لئے مٹی کا آفتابہ کندھے پر لئے مہاران پہونچا۔

بستی کے باہر ایک برساتی ندی بہتی تھی جہاں کچھ عورتیں بستی کی جمع ہو کر حسب عادت کپڑے دھورہی تھیں۔ ان عورتوں میں حضرت خواجہ کی ایک چچی بھی تھی۔ ان عورتوں نے ہندوستانی وضع کے ایک مسافر کو دیکھکر اُس سے دریافت کیا "میاں درویش" تم ہندوستان سے آرہے ہو۔ ہمارا ایک لڑکا بابل نام اس حلیہ کا مدت سے ہندوستان کی طرف گیا ہوا ہے اور اب تک اُس کی کوئی خبر نہیں آئی کچھ تمکو اُس کا حال معلوم ہے؟ نووارد مسافر (حضرت خواجہ) نے اُن عورتوں کو جواب دیا۔ کہ مائی بابل میں ہوں۔ اور میں ہی یہاں سے ہندوستان کی طرف گیا تھا۔ سولہ سال کے بعد واپس آیا ہوں۔

لکھا ہے کہ حضرت کی چچی یہ سُنکر فوراً اُٹھی اور حضرت خواجہ کے والدہ ماجدہ کو اطلاع کی۔ حضرت کی والدہ فوراً آگئی۔ اور مدت کی منتظر آنکھوں نے

جمال نور محمدؐ سے تسکین حاصل کی۔

ایک اور روایت اس طرح بھی ہے کہ حضرت خواجہ مہاران میں پہلے اپنے اوستاد مولوی محمد مسعود کی مسجد میں تشریف لائے۔ اور اپنے اُستاد سے ملے۔ اسی مسجد میں حضرت کی والدہ ماجدہ آئیں۔ اور حضرت خواجہ کو ہندوستانی مسافر سمجھکر اپنے بیٹے کے متعلق دریافت کرتی رہیں۔ مگر مولوی محمد مسعود کے تبسم پر مائی عاقل بی بی کو شبہ ہوا۔ اور پردہ میں سے حضرت خواجہ کی صورت دیکھ کر حضرت خواجہ کے ناک کی تل سے شناخت کیا اور پھر اپنے بیٹے کو ملیں اور بہت خوش ہوئیں۔ شکر الٰہی بجالائیں

عجیب اتفاقات

درس ریاضت کی تکمیل کے بعد پہلی دفعہ جب حضرت خواجہ اپنے مرشد مولانا قبلہ سے والدہ کی زیارت کے لئے اجازت حاصل کر کے پاک پٹن شریف سے مہاران شریف آئے تھے۔ تو واپسی کے وقت حافظ مولوی شرف الدین صاحب (جو مہار شریف کے ایک عالم باعمل اور صالح بزرگ تھے) کے ہمراہ پاک پٹن عرس کے لئے جا رہے تھے۔ علماء کی چونکہ قدر کا زمانہ تھا۔ مولوی شرف الدین صاحب عالمانہ حیثیت سے تزک و احتشام کے ساتھ گھوڑے پر سوار گئے ایک خدام اور طلباء جلو میں لئے ہوئے تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت خواجہ چونکہ ابھی اپنی طالب علمانہ حیثیت میں تھے۔ اس لئے وہ خاموش پیدل اس بزرگ عالم کے طالب علموں کی معیت میں پاک پٹن پہونچے۔

پاک پٹن شریف پہونچکر حضرت خواجہ پر اپنے پیر کی توجہ کا انتہائی مرحلہ بھی طے ہو چکا تھا اور اب حضرت مولانا نے حضرت خواجہ کو بیعت اور ارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرما دی تھی۔ اور حکم دیا تھا کہ مرحلہ تعلیم کتابی

و روحانی سب ختم ہو چکا ہے۔ اب دوسرا زمانہ شروع ہو گیا ہے برج نظامی میں قیام کر کے تشنگان معرفت کردگار کی خدمت کرو۔ اور تجلیات فطرت کے جو خزانے آپ کے سپرد ہوئے ہیں ان کو مستحقوں میں تقسیم کرو۔

چنانچہ حضرت خواجہ نے عمر بھر کی خلوت کے بعد اس وقت جلوۃ میں قدم رکھا اور گوشہ نشینی سے نکل کر مسند فقر و تصوف پر جلوہ افروز ہوئے ایک گدا نشین درویش کو تاج شاہی سر پر رکھا گیا۔ اور خادم خلق کو مخی رومی کے خطاب سے آراستہ کیا گیا۔

مولانا نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جو شخص بیعت کرنے کے لئے خدمت میں حاضر ہوتا اس کو حضرت خواجہ کے پاس برج نظامی میں بھیج دیتے۔ مولوی شرف الدین صاحب بھی بیعت کی غرض سے حضرت مولانا کے حضور میں پہونچے اور ارشاد کی تعمیل میں حضرت خواجہ کے مرید ہوئے۔ قدرت کا اتفاق قابل ذکر ہے کہ پاک پٹن شریف سے عرس گذر جانے کے بعد جب حضرت خواجہ وطن کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو حضرت خواجہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے جس پر جاتے ہوئے حافظ مولوی شرف الدین صاحب سوار ہو کر گئے تھے۔ اور مولوی شرف الدین صاحب اسی طرح خدام اور طلبار کے زمرہ میں پیدل حضرت خواجہ کے ہمرکاب بہار شریف تک چلے آئے جس طرح جاتی دفعہ حضرت خواجہ۔ مولوی شرف الدین صاحب کے جلو کے ساتھ پیادہ ہمرکاب پاک پٹن گئے تھے۔ اس شرف کو مولوی شرف الدین صاحب اپنا انتہائی فخر اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور عزت سمجھتے تھے۔

۲۔ اسی طرح کا ایک اور عجیب اتفاق پیش آیا۔ حضرت خواجہ اوچ شریف میں فروکش تھے۔ ادھر ادھر کے تمام خوش اعتقاد لوگ حضرت خواجہ کی زیارت اور بیعت کے لئے جوق در جوق حاضر ہو رہے تھے کوٹ مٹھن شریف میں حضرت قاضی عاقل محمد صاحب علیہ الرحمۃ (جو حضرت خواجہ کے خلفائے عظیم میں سے تھے)

کا ایک مدرسہ جاری تھا جس کا اہتمام حضرت قاضی عاقل محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند قاضی احمد علی صاحب کے سپرد تھا۔ قاضی احمد علی صاحب نے بھی حضرت خواجہ کی تشریف آوری کی خبر سنی اور اپنے طلبا کو ہمراہ لیکر زیارت کے لئے اوچ شریف پہونچے۔ ان طالب علموں میں سلیمان خان افغان بھی تھے (جو بعد میں حضرت خواجہ سلیمان علیہ الرحمۃ کے نام نامی سے مشہور خلفاء حضرت میں شمار ہوئے) یہ خان صاحب اپنی طالب علمی کے زعم میں **سماع ومزامیر** سے سخت متنفر تھے اور اس راگ رنگ کے معاملہ میں نہایت پرجوش مقابلہ کرنیوالے مشہور تھے۔

ایک دفعہ کوٹ مٹھن میں اس پرجوش پٹھان نوجوان نے ایک امردلڑکے راس دھاری کی زلفیں مقراض سے کاٹ لی تھیں اور سر بازار راس دھاری کو گانے سے بند کر دیا تھا۔ اوچ شریف میں جب اُن کو معلوم ہوا۔ کہ قاضی صاحب کے پیر یہاں ہیں اور قاضی صاحب معہ تمام شاگردوں کے ان کی زیارت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اور وہ راگ رنگ میں مصروف ہیں۔ تو یہ نوجوان پٹھان سلیمان خان جوش احتساب میں سخت مشتعل ہوئے۔ اور نہی عن المنکر کے جذبہ میں آکر عزم کر لیا۔ کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ میں علی الاعلان اس غیر مشروع محفل سے منع کروں گا۔

اسی جوش میں سلیمان خان اوس موقع پر جا پہونچے۔ جہاں محفل سرود منعقد تھی۔

محفل سرود میں پہونچکر سلیمان خان کچھ سہم گئے۔ اور جس جوش میں بھرے ہوئے آئے تھے۔ یہ دیکھ کر کہ ایک بزرگ اُس محفل میں بحالت وجد بے تاب ہیں خاموش ہو گئے۔ دل میں طرح طرح کے خیالات موجزن تھے۔ کہ محفل کے ایک

گوشہ سے یہ غل ہوا۔ کہ مخدوم محمد نو بہار صاحب سجادہ نشین اوچ بخاری علیہ الرحمۃ بیعت کے لئے اس محفل میں حاضر ہو رہے ہیں یہ آواز جب حضرت خواجہ تک پہونچی۔ تو خود حضرت خواجہ سید جلال علیہ الرحمۃ کی تعظیم کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے اور خانقاہ سید جلال علیہ الرحمۃ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں جا کر مخدوم نوبہار صاحب سے ملیں اور وہیں خانقاہ پر اُن کو مرید بھی کریں۔ خانقاہ کی طرف جاتے ہوئے حضرت خواجہ وہیں سے گذرے جہاں ہمارا نوجوان پٹھان سلیمان خان کھڑا ہوا تھا۔ گذرتے ہوئے حضرت خواجہ نے سلیمان خان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ان کو اپنے ہمراہ خانقاہ میں لے آئے۔ مخدوم نو بہار صاحب کے مرید ہونے کے بعد پٹھان سلیمان خان بھی حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ اور تمام شمالی ہندوستان میں عظیم الشان ہستی کے مالک ہوئے۔ اس مخالفانہ آمد اور حلقہ بگوشانہ واپسی کا ایک خاص لطف ہے جس سے آشنا لوگ متاثر ہو سکتے ہیں۔ (مناقب صفحہ ۱۵۳)

۳۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ حافظ محکم دین صاحب" صاحب السیر علیہ الرحمۃ" پاک پٹن شریف جا رہے تھے۔ اثناء راہ میں ایک بستی میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ کوزہ اور مصلّٰے ہمراہ تھا۔ وضو فرما کر نماز ادا کی۔ نماز پڑھ چکے تھے۔ کہ بستی کے ایک شخص نے جو وہاں سے گذر رہا تھا۔ حضرت کو دیکھ کر ظاہر کیا۔ کہ یہ بھی تو پیر اور بزرگ ہیں کہ بستی میں کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ حضرت تشریف لائے۔ کل تو حضرت خواجہ نور محمد صاحب کی اسی بستی میں تشریف آوری تھی۔ تمام لوگ بگڑے ہوئے گنواروں کے گلّے خدّام کی رہائش کے مقام اور خدمت و تواضع کی پریشانی سے تمام بستی حیران ہو گئی تھی۔ یہ کلمات اُس شخص نے ایسے لہجے میں کہے جس سے خواجہ صاحب کے امیرانہ ٹھاٹھ کے اظہار کے ساتھ لوگوں کی تکلیف کا جذبہ ظاہر ہوتا تھا۔ حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ یہ سُنکر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے

اور آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ بھائیو! یہاں سے جلدی نکلو۔ اس بستی میں ایک کامل بزرگ کا گلہ ہوا ہے۔ اس بستی کی اب خیر نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ یہ درویشوں کی جماعت ابھی بستی سے باہر نکلی ہی تھی۔ کہ اُس بستی میں آگ لگ گئی۔ خوش عقیدت لوگوں میں یہ ایک سانحۂ عبرت افزا بطور داستان مشہور ہو گیا[۵۱]

۴۔ حضرت خواجہ محکم دین صاحب علیہ الرحمۃ "صاحب السیر" فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں پیادہ پا سفر کر رہا تھا۔ حضرت خواجہ کا بھی اُسی راستہ سے گذر ہوا۔ حضرت نے اپنی سواری کا گھوڑا مجھے سواری کے لئے عنایت فرمایا۔ اوس وقت سے اخیر عمر تک میں نے کبھی پیدل جانے کی تکلیف نہیں اُٹھائی عوام اگرچہ اس کو ایک عجیب اتفاق سمجھتے ہیں۔ مگر اہل دل اس کو بزرگ کی کرامت یقین کرتے ہیں[۵۲]۔

۵۔ حضرت خواجہ اپنے مرشد مولانا کے ہمرکاب ایک دفعہ پاک پٹن آ رہے تھے۔ لاہور کے راستہ سے اکثر آیا کرتے تھے۔ لاہور میں حضرت خواجہ کو مولانا نے فرمایا۔ کہ شہر میں اگر کچھ خراسانی سیب میسر آسکیں تو خرید کر ہمراہ لیتے چلو چنانچہ حضرت خواجہ نے تعمیل ارشاد کی۔ اور حسب قدر خراسانی سیب مل گئے۔ خرید کر کے ہمراہ لے گئے۔ پاک پٹن پہونچکر معلوم ہوا۔ کہ سجادہ نشین صاحب دل کے کسی عارضہ میں مبتلا ہیں جس کا علاج حکماء نے خراسانی سیب تجویز کیا ہے اور پاک پٹن میں خراسانی سیب دستیاب نہ ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ نے حسب الارشاد اپنے مرشد کے یہ خراسانی سیب پیش کئے۔ اور اللہ تعالے نے بیمار کو شفا عطا فرمائی[۵۳]۔

مشکلات منزل | شاہراہ معرفت میں جن بزرگوں نے بادیہ پیمائی اور گام فرسائی

---

۵۱ ذکر خیر مناقب صفحہ ۴۲ ۵۲ مناقب صفحہ ۴۸ ۵۳ گلشن ابرار۔

کی کلفتیں برداشت کی ہیں جن دیوانوں کے تلوؤں کو اس خارزار مشکلات میں مصائب اور تکالیف کی جگر شگاف کانٹوں کی ضیافتوں کا موقعہ حاصل ہوا ہے وہی کچھ اس راستہ کی مشکلات اور منزل مقصود کے جاں آسا توقعات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ کو بھی اس تنگ دور میں جبکہ وہ کتابی، اور روحانی تعلیم حاصل کر رہے تھے طرح طرح کی مشکلات کا سامنا ہوا اور جس طرح اس مرد میدان نے ان مشکلات کا سامنا کیا اور کامیابی حاصل کی اُس کے داستانیں نہایت دلچسپ ہیں۔ ہم اُس منزل کے بعض نظاروں کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ ابھی حضرت خواجہ حافظ محمد مسعود صاحب کے پاس حفظ قرآن ہی کی منزل طے کر رہے تھے کہ والدین اور دوسرے عزیز و اقارب حضرت کو روزمرہ کی فسرودیاں میں مصروف رہنے کے لئے ہر وقت بلایا کرتے۔ اور حضرت خواجہ بچپن ہی میں ان رکاوٹوں کو برداشت کرنا ناگوار خیال کرتے تھے کئی دفعہ سبق ناغہ ہوئے بعض دفعہ حافظ صاحب کی خدمت میں جاتے تک کا اتفاق بھی نہوا۔ ان حالات کو محسوس کر کے وطن کو خیرباد کہی۔ اور گھر سے نکل کر موضع بھنڈیراں میں اور پھر ڈیرہ غازیخاں میں صرف و نحو پڑھتے رہے۔ شرح ملا تک تعلیم حاصل کر کے۔ حضرت خواجہ محکم دین صاحب "صاحب السیر" علیہ الرحمتہ کے ہمراہ لاہور پہنچے اور لاہور سے کچھ عرصہ بعد دھلی وارد ہوئے۔ اور ہر ایک مقام سے استفادہ علم فرمایا۔[۵]

۲۔ لاہور میں جن دنوں حضرت خواجہ محکم الدین صاحب "صاحب السیر" علیہ الرحمتہ کے ساتھ تعلیم میں مصروف تھے۔ ان دنوں میں کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بعض اوقات فاقہ سے بسر کرتے۔ اور بعض اوقات لاہور کی گلیوں میں پھر کر

۵؎ مناقب صفحہ ۵۸۔

اہل خیر و برکت کی فیاضی کا امتحان لیتے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک اندھیری اور بارش والی رات کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ ایک گلی میں کچھ قوت لایموت حاصل کرنے کے لئے گذر رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے زمین تر تھی۔ حضرت خواجہ کا پاؤں پھسلا گر گئے۔ اور کیچڑ میں لت پت ہو گئے۔ کچھ چوٹ بھی آئی ہوگی۔ اس سانحہ نے دل پر چوٹ پہونچائی اور شکستہ دلی سے مناجات کی۔ الٰہی تیرے دین کی خدمت کے لئے یہ عاجز مسافر بے یار و مددگار بندہ کر رہا ہے۔ میری مساعی کو قبول فرما۔ اور امتحان میں نہ ڈال مشکلات کا خاتمہ فرما یا اَللّٰھُمَّ سَھِّلْ عَلَیْنَا کل صعب دل سے دعا نکلی تھی تیر بہدف ہوئی۔ اوسی وقت سے پھر کبھی حضرت کو نہ روٹی کے لئے پریشانی ہوئی نہ کوچہ گردی کی نوبت آئی۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے سامان فرما دیا۔ اور حضرت خواجہ اطمینان سے مصروف تعلیم ہوئے[۵۱]۔

۳۔ حضرت خواجہ جس وقت مولٰنا فخر جہاں علیہ الرحمۃ کی جناب میں متوسل ہوئے۔ اُس وقت انکی ظاہری اور باطنی طاقتوں میں یکلخت انقلاب واقع ہونے لگا روحانی ترقی کے منازل اس قدر حیرت انگیز سرعت کے ساتھ طے فرماتے تھے۔ کہ دوسرے اصحاب حلقہ رشک کرنے لگے۔

اس رشک نے آخر کینہ اور دشمنی کا رنگ پکڑا۔ اور مولانا کی خدمت میں حاشیہ نشین حسّاد نے حضرت خواجہ کی شکایت کرنے کا ایک عجیب اسلوب اختیار کیا۔ حضرت مولٰنا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یہ پنجابی جو نیا مرید حضرت نے فرمایا ہے۔ کھرل قوم کا ایک دلیر نوجوان ہے۔ پہلے اسی قوم کھرل کا ایک شخص مرزا نامی نے (جو شاید اسی کے آبا و اجداد میں سے ہوگا) سیال قوم کی ایک خوبصورت لڑکی صاحبان نام کو ورغلا لیا تھا۔ اور اپنے کئے کی پاداش

---

[۵۱] مناقب صفحہ ۸۵ [۵۲] مناقب صفحہ ۸۷۔

میں سیالوں کی ایک فوج نے اُس پر حملہ کر کے اُس کو قتل کر دیا تھا۔
نور محمدؒ بھی اُسی قوم کا ہے۔ اس کا حضرت کی خدمت میں رہنا درست نہیں ہے۔ اس کو یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔

حضرت مولانا نے یہ داستان مرزا صاحبان کی سُنکر تبسم فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ "عزیزو! مرزا کھرل نے تو سیالوں کی ایک عورت صاحبان کو اپنی محبت میں مبتلا کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا یہ پنجابی کھرل دُنیائے اسلام کو اپنا دالہ و شیدا کریگا۔ اور دنیا اسکے پیچھے دیوانہ وار پھرتی رہیگی۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے اس جواب سے دشمنوں کے حوصلے پست ہوئے اور زبانیں شکایت سے رک گئیں[۵]۔

عطائے خرقۂ خلافت

حضرت خواجہ کی جس وقت تعلیم روحانی کی تکمیل ہو چکی اور حضرت مولانا نے اپنی موجودگی میں اُن سے ارشاد و ہدایت کی خدمت لینے کا مرحلہ بھی اپنے مرید محبوب کو طے کرا دیا۔ تو اب حضرت خواجہ کو خلعت خلافت عطا کرنے کا وقت آگیا۔ یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا کو اس مرید مخلص اور محبوب محترم کی ذات کے ساتھ بوجہ ان کی شیفتگی اور جان نثاری، محنت اور شب بیداری کی دلی محبت ہو گئی تھی اور اسی طبعی اُنس اور رجحان الطاف کی برکت سے حضرت خواجہ نے نہایت بلند مقامات عرفانی حاصل فرمائے تھے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا نے مناقب فخریہ کے حوالہ سے یہ الفاظ لکھے ہیں "شیخ نور محمدؒ انیس روز و شبانہ و ہمدم و محرم راز حضرت مولانا بود"۔

حضرت مولانا نے۔ خواجہ صاحب کو جب دستار خلافت اور عصائے ارشاد و

---

[۱] مناقب صفحہ ۵ [۲] مناقب صفحہ ۷

ہدایت عطا فرما کر وطن جانے کے لئے رخصت فرمایا۔ تو حسب ذیل پانچ امر فرمائے۔

اوّل۔ آپ وطن واپس جا رہے ہیں۔ اگر راستہ میں کوئی افواہ ہماری نسبت مشہور ہو تو راستہ سے واپسی کا قصد نہ کرنا اور پہلے وطن جانا۔

دوم۔ اپنے وطن میں ہندوستانی لباس استعمال نہ کرنا۔ اپنے ملک کا لباس اختیار کرنا

سوم۔ اگر کوئی شخص تکلیف دے تو اس کا انتقام نہ لینا۔ بلکہ اس سے بھی احسان کرنا۔

؎ بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردی احسن الی من اسیٰ

؎ ہر کہ او در راہِ تو خارے نہد تو گل بنہ — او سزائے خار یابد تو جزائے گل بری

چہارم۔ علماء اور صلحاء کا عموماً اور حضرت گنجشکر صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد کا خصوصاً خوب ملحوظ رکھنا۔

پنجم۔ آپ کے دامن لطف سے ایک رئیس متوسل ہوگا۔ اس کے لئے ہر وقت دعائے خیر کرتے رہنا۔ کیونکہ ایک والی ملک کی صحت و سلامتی سے اوس کے تمام رعایا کی جو مخلوق خدا ہے بہبودی وابستہ ہوتی ہے۔[۱]

یہ زرّین نصائح پیر سے حاصل فرما کر حضرت خواجہ اپنے وطن مہار شریف پہونچے اور یہاں پہونچ کر اپنے اوراد۔ وظائف۔ مراقبہ اور عمل تزکیہ نفس میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ چونکہ پیر کا فرمان تھا۔ اس لئے ہر جمعہ کو چالیس میل کی مسافت طے کر کے پاک پٹن تشریف لیجاتے اور وہاں حضرت باوا فرید گنجشکر علیہ الرحمۃ کی مزار مبارک پر خاص ختم پڑھتے۔ اور ریاضت میں اپنا وقت قیام بسر کرکے واپس تشریف لاتے۔ پاکپٹن پیادہ پا جانے کا ہفتہ وار عمل پندرہ سال تک برابر جاری رہا۔ اور اس کے بعد ارشاد تعمیل میں بجائے پاک پٹن شریف کے خانقاہ تاج سرور پر جانے لگے[۲]

---

[۱] گلشن ابرار۔ [۲] مناقب صفحہ ۶۳۔

بستی تاج سرور. خانقاہ حضرت تاج الدین سرور کی وجہ سے مشہور تھے. یہ وہی مقام ہے. جسکو آجکل چشتیان شریف کہتے ہیں اور جہاں حضرت شیخ تاج الدین سرور علیہ الرحمۃ کی خانقاہ واقع ہے یہ بزرگ. حضرت شیخ باوا فرید الدین گنجشکر علیہ الرحمۃ کے پوتے اور حضرت دیوان بدر الدین سلیمان کے فرزند تھے. حضرت خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے. کہ شیخ تاج الدین سرور علیہ الرحمۃ کامل بزرگ اور خدارسیدہ ولی تھے. مگر صاحب ارشاد نہ تھے. اسی خانقاہ کے قریب ہی حضرت خواجہ کے بزرگان یعنی والد اور دادا کے مزارات واقع ہیں. اور آخر اسی مقام کے نواح میں حضرت خواجہ کا اپنا مزار بھی بنا ہوا ہے[1].

حضرت خواجہ کی دہلی سے واپسی براہ اجمیر شریف ہوئی تھی. حضرت خواجہ ہمیشہ امیرانہ ٹھاٹھ سے رہا کرتے تھے. طبیعت امیرانہ تھی مگر دل درویشانہ تھا. اسی ٹھاٹھ سے کئی ایک بہلیاں گھوڑے. عملہ ماشکی. باورچی. کہار. خدمتگار کمربستہ جلو میں تھے[2]. وطن پہونچکر بھی سفر وحضر میں خدام. مریدین اور متوسلین کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا تھا. اور یہ شہرت بے اصولیت نہیں ہے. کہ جہاں حضرت خواجہ کا قیام تجویز ہوا. وہاں اصطبل کے انتظام اور گھوڑوں کے تھان بنانے کے لئے کلّے وغیرہ گاڑنے کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا تھا. اور تشریف آوری سے پہلے کئی دن تک یہی اہتمام شروع ہو جاتا تھا.

بیماری اور انتقال

حضرت خواجہ کی ابتدائی بیماری تو اُسی وقت سے آغاز ہو گئی تھی جب سے کہ حضرت مولانا محب النبی فخر جہاں علیہ الرحمۃ کی وفات کی اطلاع پہونچی تھی. حضرت اُسی وقت سے مغموم اور خاموش رہنے لگ گئے تھے. بعض اوقات اپنے خاص خلفاء کو اتنا بھی کہدیتے تھے کہ اب

---

[1] مناقب صفحہ ۹۳ [2] مناقب صفحہ ۷۳

زندگی کا لطف نہیں رہا۔ جی چاہتا ہے کہ جنگل ویرانہ کی طرف چلا جاؤں۔ نہ کوئی مجھے ملے نہ میں کسی سے ملوں۔ گوشہ نشینی کے لئے بہت وقت دینے لگ گئے تھے۔ ہر وقت ٹھنڈے اور لمبے لمبے سانس لیتے اور فرمایا کرتے کہ انسان کامل کا دنیا سے چلا جانا فنائے عالم کا مرادف ہے۔

اسی کبیدہ خاطری اور غمناک حالت میں کچھ عرصہ گذرا کہ حضرت خواجہ کے خلیفۂ اعظم حضرت میاں نور محمدؒ صاحب نارووالہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ملی۔ اس سانحہ سے حضرت کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔ اور اب کئی ایک عوارض نمایاں ہونے لگے۔

چنانچہ حضرت نارووالہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند رشید حافظ محمد صاحب کو حضرت خواجہ نے خود فرمایا۔ کہ حافظ جی! آپ کے والد کے داغ فرقت نے مجھے بیمار اور لاچار کر دیا ہے۔ یہ بھی زبان زد عام ہے کہ جس وقت حضرت نارووالہ کی خبر انتقال حضرت خواجہ کی گوش زد ہوئی تھی تو حضرت کے منہ سے بے ساختہ شعر عرفی کا نکل گیا ؎

عرفی چہ نشستہ کہ یاران رفتند	ماندی تو پیادہ شہسواران رفتند

ابتداءً پاؤں کے انگوٹھے میں درد شروع ہوا۔ اور یہ درد ترقی کرتا گیا۔ اس درد کی نسبت حضرت فرماتے تھے کہ یہ نقرس کا عارضہ ہے اور ہم فقراء کا یہ موروثی عارضہ ہے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کو بھی درد رہا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی اور حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی اسی درد میں مبتلا رہے تھے۔

اپنے تکملہ میں خلیفہ اعظم قاضی محمد عاقل صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ آخری ایام میں حضرت خواجہ کو بخار بھی لاحق ہو گیا تھا۔ جس سے قویٰ ضعیف اور بدن نحیف ہو گیا تھا۔ صاحبزادگان اور غلامان کو تشویش پیدا ہوئی

اور حضرت کی زیادہ خاموشی اور عمل پاس انفاس کی دم کشی نے ان کو اور بھی مضمحل کر دیا۔ بعض ضروری امور کے متعلق جو حضرت سے دریافت طلب تھے کسی صاحبزادہ یا خلیفہ کو جرأت نہ ہوئی تھی کہ عرض کر کے استصواب کر لے۔ آخر سب نے حافظ محمد الیاس صاحب سیال کی طرف رجوع کی۔ جو بے حجابانہ حضرت خواجہ سے گفتگو کر لیا کرتا تھا چنانچہ ان کی عرض پر حسب ذیل ارشاد فرمائے۔

وصایا

حافظ محمد الیاس صاحب کے اس سوال پر کہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے حضرت نے اپنے بال بچوں کے گذارہ کے لئے کیا تجویز فرمائی ہے؟ فرمایا میری اولاد نے اب مجھے اپنا بزرگ سمجھا ہے۔ اب تک کہاں گئے تھے۔ اگر درویشوں کی خدمت اور متابعت کرتے رہے تو ان کو کوئی حاجت نہیں رہے گی۔ ہم درویشوں کا کام ہی بزرگوں کی خدمت کرنا ہے۔ ہمارے بزرگوں کا بھی یہی طریق عمل رہا ہے۔

• حافظ صاحب نے حضرت کی چھوٹی صاحبزادی کی کارخیر کے متعلق سوال کیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ۔

"میرے خیر اندیش احباب مل کر جو بہتر سمجھیں وہی انتظام کریں۔ اللہ تعالیٰ انجام بہتر کرے گا۔"

قبر کے مقام کے متعلق سوال کے جواب پر فرمایا کہ

میں نجومی اور غیب دان نہیں ہوں۔ جہاں میرے احباب مناسب سمجھیں وہیں درست ہوگا۔

اُسی وقت ایک بزرگ کی زبان سے موقع خانقاہ تاج سرور علیہ الرحمۃ کا لفظ نکلا تو اس پر فرمایا۔ "ماشاء اللہ"۔

حافظ صاحب نے پھر عرض کیا۔ کہ دامن گرفتگان متوسلین خدمت میں حاضر ہوتے رہیں گے۔ ان کے حال پر توجہ مبذول رہے۔ اس پر ارشاد فرمایا۔

"ہمارے بزرگوں کی خدمت میں جو لوگ حاضر ہوتے ہیں ان کے مقاصد اللہ تعالیٰ کی جناب سے پورے ہوتے ہیں۔

خلفائے عظام جو اس وقت موجود تھے۔ ایسے وقت اور ارشادات سے متاثر ہو کر غمزدہ ہو گئے اور حضرت قاضی عاقل محمد صاحب علیہ الرحمۃ تو ایک نعرہ آہ کر کے بے ہوش ہو گئے۔

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ خاموش ہو گئے اور حالت متغیر ہوتی گئی۔ شب خمیس میں سے ابھی ایک ساعت باقی تھی کہ تیسری ذالحجہ شریف ۱۲۰۵ھ کو حضرت نے اس جہان فانی سے ۶۳ سال کی عمر میں وداع کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون[۵۱]

نواب غازی الدین نے وفات کی تاریخ لکھی ؎

"حیف ، واویلا جہان بے نور گشت"
۱۲۰۵ھ

حضرت کی عمر مبارک کو صاحب گلشن ابرار نے اس طرح تقسیم کیا ہے۔ بیس سال کی عمر میں شیخ علیہ الرحمۃ کے بیعت سے مشرف ہوئے یعنی بیس سال تک تعلیم کتابی حاصل کی ۴۳ سال تک شیخ بزرگوار کی خدمت میں کمالات باطنی کی تحصیل فرماتے رہے چھ سال پانچ ماہ اور ۶ دن اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد زندہ رہے ۴۱ سال کی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کر کے ۲۱ سال تک ہدایت خلق میں شب و روز مصروف رہ کر ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ تجہیز و تکفین کے بعد حضرت خواجہ کی عملی رجحان طبع کے موافق موضع تاج سرور میں (جس کو اب حضرت کے وجہ سے چشتیاں شریف کہتے ہیں) قبر بنائی گئی جو آج تک مرجع عام و خاص ہے۔ جہاں اس وقت مزار مبارک موجود ہے۔ اس مقام کی نسبت حضرت خود فرمایا کرتے تھے "ازین زمین بوئے دلہامی آید۔"

۵۱۔ گلشن ابرار۔

مفتی غلام سرور صاحب لاہوری مولف خزینۃ الاصفیا نے اس بزرگ کی تاریخ وفات حسب ذیل لکھی ہے۔

شیخ دین نور محمدؐ مقتدا	گشت زور وشن جہاں نزدیک و دور
رفت از دنیا چو در خلد برین	باغ جنت یافت زد نور و فور
نور حق مشتاق گو ترحیل او ۱۲۰۵	ہم ولی مجتبیٰ مہتاب نور ۱۲۰۵
رحلتش نور خدا صدیق عام	واقف حق شیخ ہم یار ظہور ۱۲۰۵

شجرہ نسب کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ قبلہ عالم کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ یہاں ان کے نہایت اختصار کے ساتھ بعض خاص حالات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱ نور الصمد صاحب شہید علیہ الرحمۃ۔ یہ سب سے بڑے فرزند تھے۔ انہیں کی نسبت روایت ہے کہ اپنے والد ماجد کے ارشاد کے مطابق خواجہ محکم دین صاحب سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استدعائی بیعت لیکر گئے تھے۔ مگر حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ نے جواب میں فرمایا۔ کہ فقیر کے یہاں تو انگاروں کی انگیٹھی بھری ہوئی دہک رہی ہے۔ اگر حوصلہ اور طاقت ہو۔ تو حاضر ہے۔ لیکن اگر دین و دنیا کی کامیابی اور اعزاز کی ضرورت ہو۔ تو اپنے والد ماجد سے بیعت کا شرف حاصل کرو۔

صاحبزادہ میاں نور الصمد صاحب اس جواب سے کچھ متردد ہوگئے۔ اور واپس آکر اپنے والد کی خدمت میں سارا قصہ ذکر کیا۔ حضرت قبلۂ عالم نے تاسف

فرمایا اور کہا۔ کہ اہل اللہ تو اس آگ کی ایک چنگاری کے لئے عمر بھر خراب اور تباہ ہوتے ہیں۔ اور تمہیں ساری انگیٹھی ملتی تھی۔ اور تم محروم رہے[۵۱]۔ صاحب زادہ کی واپسی کے وقت خواجہ سیرانی علیہ الرحمۃ نے اَللّٰہُ اَکْبَر کا کلمہ بھی فرمایا تھا۔ اس کو معلوم کر کے حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ حضرت سیرانی علیہ الرحمۃ کی زبان سے اللہ اکبر کا کلمہ کہنا بھی بے وجہ نہیں ہے۔ یہ بھی کسی ازلی سعادت کی جانب اشارہ ہے۔ گویہ صاحبزادہ دہلی میں جا کر حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کا مرید ہوا۔ مگر بہت جلد ان کو جبکہ وہ نماز میں مصروف تھے۔ شیعہ دل جہار" مخالفوں نے سنگ دلی کے ساتھ ربیع الاول ۱۲۰۶ھ میں شہید کر دیا[۵۲]۔

ان کی مزار مبارک روضہ حضرت خواجہ کے اندر ہے۔

۲ خواجہ نور احمد صاحب اپنے والد ماجد کے مرید ہوئے۔ اور اپنے بڑے بھائی خواجہ نور الصمد صاحب شہید کی شہادت پر سجادہ نشین ہوئے۔ اور انتقال کے بعد اپنے والد ماجد کے روضۂ مبارک میں دفن ہوئے۔

۳ خواجہ نور حسن صاحب حضرت خواجہ کے تیسرے اور چھوٹے فرزند تھے۔ حضرت خواجہ کے خلیفہ محترم قاضی عاقل محمد صاحب علیہ الرحمۃ سے ان کی بیعت تھی۔ انکا مزار مبارک بھی حضرت خواجہ کے روضہ کے اندر ہے ان صاحبزادوں کی اولاد بہت بڑھی اور شجرہ سے معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت کس قدر وسیع کنبے ہیں ان کے علاوہ دو لڑکیاں بھی تھیں۔ مائی زینب بی بی جو خلیفہ غلام محمد سکنہ اوڈیرا (لالیکا) کے لڑکے جمال محمد سے بیاہی گئی۔

دوسری مائی صاحبہ بی بی جس کا عقد سید شیر شاہ سکنہ منور د مہار شریف) کے ساتھ ہوا[۵۳]۔

---

۵۱ ذکر یا خیر حالات صاحب السیر علیہ الرحمۃ صفحہ ۳۴ ۵۲ گزیٹیر ریاست بہاولپور صفحہ ۱۷۱ ۵۳ مناقب صفحہ ۱۰۲

باب دوم

عادات وخصائل۔ مزار مبارک عرس خلفاء

نماز وضو غذا (اولاد روحانی)
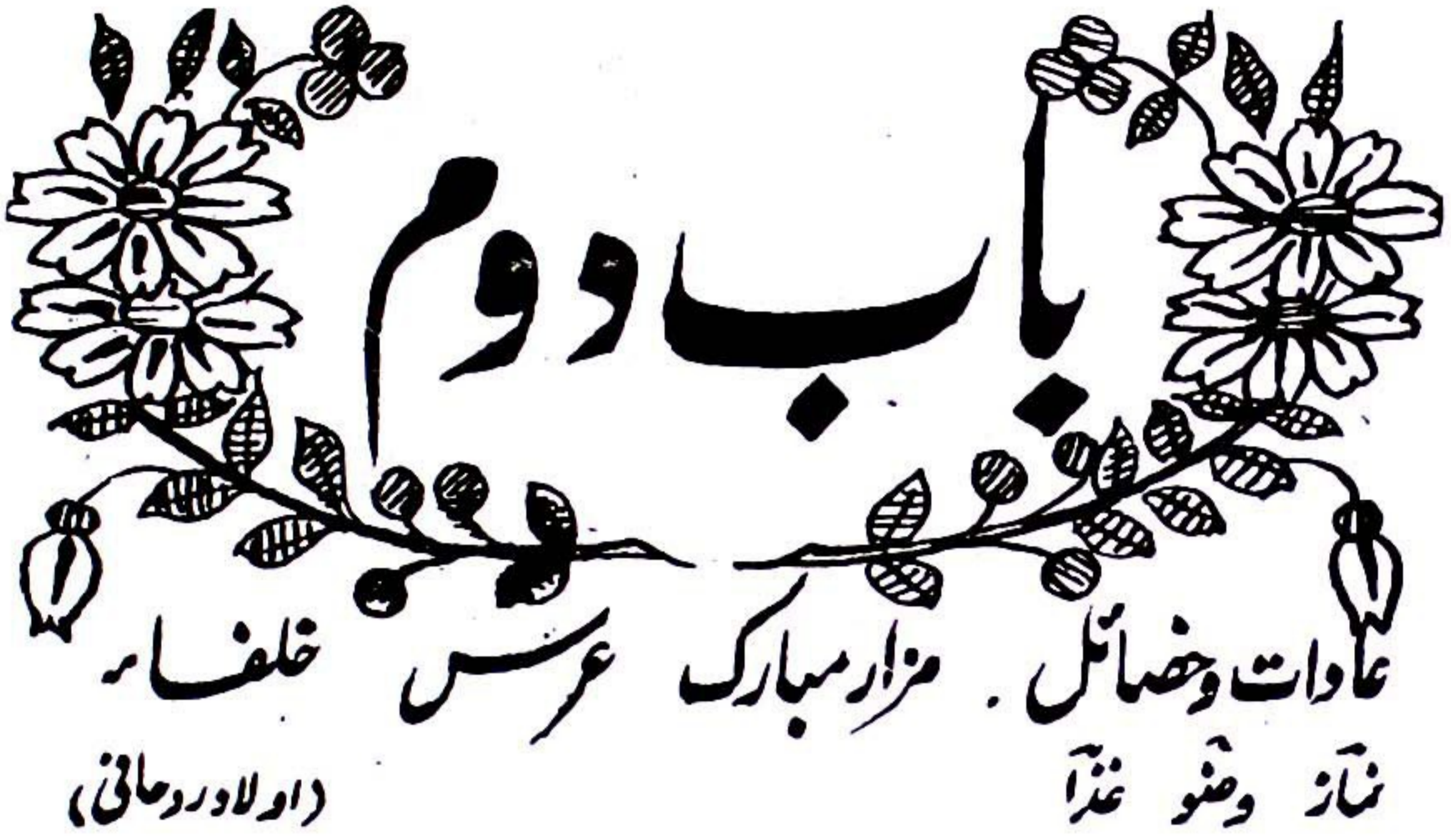
لباس عام حالات

سلسلہ بیعت ملفوظات

عادات وخصائل
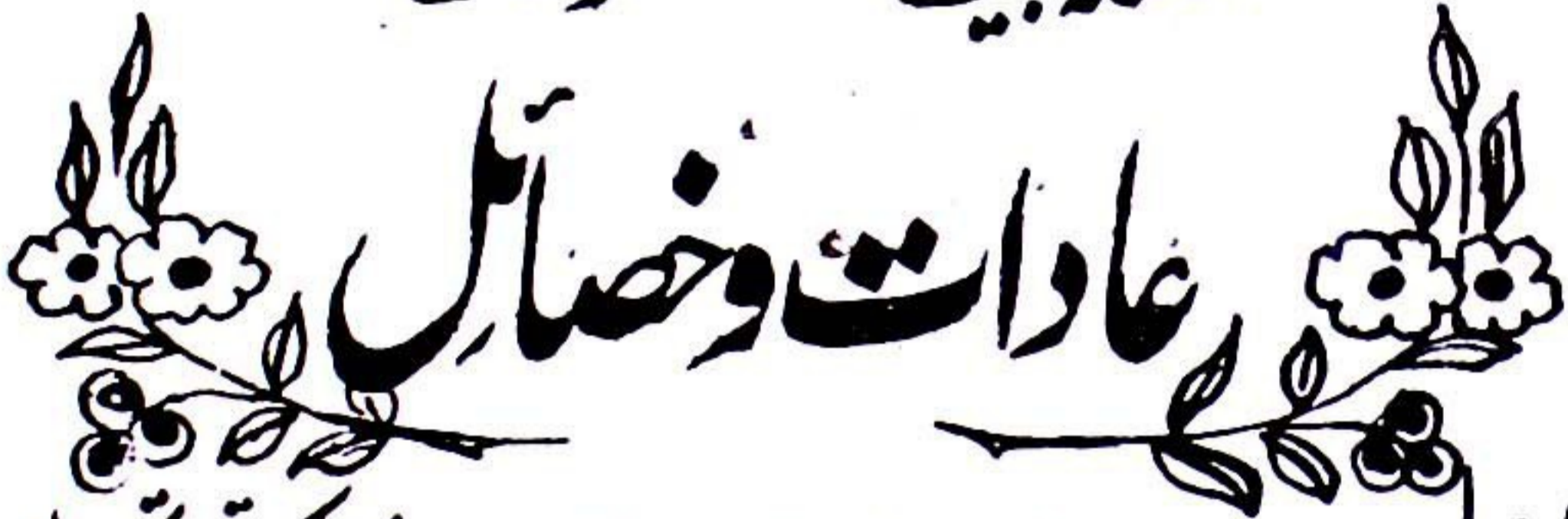
نماز نماز ہمیشہ سفر و حضر میں اول وقت با جماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ بالعموم ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز فرماتے تھے جس کے سر پر بال ہوں۔ اکثر سر مونڈے ہوئے عالم کے پیچھے اقتدا فرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ کا یہی طریق تھا۔ آپ سر پر بال رکھنے والوں کی اقتدا سے منع فرمایا کرتے تھے۔

عادت تھی کہ علاوہ فرائض واجبات اور سنن کے صلوٰۃ اوابین۔ نوافل حفظ الایمان نوافل قبل عشا، بعد عشا۔ تہجد۔ اشراق۔ استعاذہ۔ ضحیٰ۔ پابندی کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔

نماز تہجد کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ نماز حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض تھی۔ اور حکم الٰہی تھا فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تمام رات جاگتے رہتے تھے صبح کے قریب تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے تھے،

وضو

ہر وضو کے ساتھ مسواک کیا کرتے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر ایک رومال کے ساتھ اعضاء وضو کو صاف فرمایا کرتے تھے۔ اور ڈاڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے۔ کنگھی کے استعمال کے وقت سورہ الم نشرح شریف کا ورد فرمایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ عمل دفع عسرت کے لئے نافع ہے۔

وضو ہمیشہ خود ہی فرمایا کرتے کسی دوسرے شخص سے اس بارہ میں کبھی امداد نہ لیتے تھے۔ مکان پر عموماً ایک چوکی پر بیٹھ کر وضو فرمایا کرتے تھے۔ سفر میں چارپائی پر بیٹھ کر وضو کرتے تھے۔ اپنے وضو کا آفتابہ نہایت احتیاط سے محفوظ رکھوا دیا کرتے تھے۔ کسی دوسرے شخص کو اپنے آفتابہ گلی سے وضو کرنے کے روادار نہ ہوتے تھے۔

وضو کے لئے ہمیشہ مناسب مقدار پانی کی صرف فرماتے تھے اور اسراف نہ کرتے تھے۔

وضو اور نماز کے درمیان ناسوار نہ لیا کرتے تھے۔ اگر کبھی ناسوار کی چٹکی ناک میں لیا کرتے تھے تو وضو کی تجدید کر لیا کرتے تھے

غذا

غذا بہت تھوڑی ہوتی تھی۔ ایک متوسط آدمی کی غذا سے بھی چوتھائی حصہ غذا پر اکتفا فرماتے تھے جو کچھ پکا ہوا سامنے لایا جاتا تھا۔ دلچسپی سے بے تکلف نوش فرما لیا کرتے تھے۔ گیہوں کی روٹی اور بکری یا مرغی کے گوشت کا شوربا مرغوب غذا تھی۔

کبھی کبھی مونگ کی دال اور شلغم بھی کھا لیا کرتے تھے۔ اور رات کو گاہ گاہ روٹی کو گھی لگا کر دودھ کے ساتھ تناول فرما لیا کرتے تھے۔

کھانے کے وقت ہر ایک لقمہ کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طرح کھانا پیٹ میں ہو چکر نور بنجاتا ہے۔

نہ خود بھوکا رہنا گوارا کرتے تھے اور نہ کسی تعلق دار کا بھوکا رہنا پسند کرتے تھے۔

دودھ بھی مرغوب غذا تھی۔ کبھی کبھی بھینس کے دودھ کے پاندے بھی پیا کرتے تھے (پاندے اس کو کہتے ہیں کہ جس وقت بھینس کا دودھ نکالا جاتا ہے تو اُس کے دودھ کی دھاریں اپنے منہ میں لے لیا کرتے ہیں) فرماتے تھے کہ اس طرح تازہ دودھ پینے میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو لیا کرتے تھے۔ خلال بھی دانتوں میں کیا کرتے تھے۔ شکر الٰہی پڑھتے اور دعائے ماثورہ کا ورد فرماتے۔

زیادہ کھانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ علماء تلاش رزق حلال میں سرگرداں رہتے ہیں جب ان کو دودھ جیسی نعمت اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے تو پھر دو دو تین تین کٹورے پی جاتے ہیں اس امر کا خیال نہیں رکھتے کہ زیادہ غذا جائز نہیں نصف کٹورا دودھ کا بہت کافی غذا ہوتی ہے۔

لباس

سر کا لباس قادری ٹوپی ہوتی تھی۔ جس میں عموماً معزی ٹکی ہوئی ہوتی تھی۔ سردیوں میں روئی دار ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ سفر کے وقت کبھی سلاری اور کبھی دستار سر پر باندھ لیا کرتے تھے۔ پیراہن کا گریبان ہمیشہ سینہ پر ہوتا تھا۔ اور پیراہن میں تسبیح وغیرہ رکھنے کے لئے کیسہ جیب بھی ضرور ہوتا تھا۔ تہ بند سیاہ استعمال کرتے تھے کبھی کبھی پاجامہ (شلوار) سیاہ توسیلہ کا پہن لیا کرتے تھے لونگی بھی کبھی کبھی بطور تہ بند استعمال کیا کرتے تھے ایک رومال بھی ہاتھ میں رہتا تھا۔ جس میں نسوار کی ڈبی اور تسبیح بندھی ہوئی رہا کرتے تھے۔

ایک سبز یا سفید رنگ کی سلاری یا دوپٹہ کندھے پر رکھا کرتے تھے۔ سردی کے

دنوں میں لونگی زیب سر فرمایا کرتے تھے۔ پاپوش ہمیشہ سادہ وضع کے پہنا کرتے تھے لباس کی تمام اشیار اور پاپوش اس وقت تک خاندان حضرت خواجہ میں موجود ہے۔ معتقدین خاص پاپوش کو دھوکر اس کا دھوون اپنے بیماریوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھے ہو جاتے ہیں

عام حالات بالعموم دو زانو ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔ اور تنہائی کو پسند فرماتے تھے۔ ارباب علم اور طلبار کی جانب ہمیشہ زیادہ متوجہ رہا کرتے تھے۔ صوفیا کرام کی صحبت اور مسائل کی بحث ہمیشہ دلچسپی سے سنتے تھے کتب ذیل۔ فصوص الحکم۔ مثنوی مولانا روم۔ لوائح شریف۔ نفحات الانس فقرات سوار السبیل۔ عشرہ کاملہ۔ شرح لمعات وغیرہ عموماً زیر مطالعہ رہتے تھے۔

اگر کسی شخص کی کوئی حرکت یا قول ناپسند ہوتا۔ تو اس کو صریح طور پر کبھی تنبیہ نہ فرماتے۔ بلکہ بطریق تلمیح ایسا کوئی شعر پڑھ دیتے کہ وہ اپنے کئے پر نادم ہو جاتا۔

کسی مرید کو کبھی ایسا عمل ارشاد نہ کرتے تھے جس کا تجربہ خود اپنی ذات سے نہ کیا جا چکا ہو۔ نماز عشا کے بعد سرمہ کی تین سلائیاں آنکھوں میں پھیر لیا کرتے تھے۔ اور یہ عادت ہو گئی تھی۔

مزار مبارک

حضرت خواجہ کی ولادت بستی چوناں میں ہوئی تعلیم ہندوستان کے مختلف شہروں میں اور تکمیل مدارج روحانی دہلی میں ہوئی۔ قیام مہار شریف میں رہا۔ مگر وفات کے بعد جہاں مزار مبارک بنا ہوا ہے اس مقام کو اپنے تمام مقامات سے زیادہ شہرت اور قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔ یعنی چشتیاں شریف۔

سدرن پنجاب ریلوے پر سمہ سٹہ سے دہلی جاتے ہوئے ۸۵ میل کے فاصلہ پر ایک اسٹیشن چشتیاں شریف کے نام سے موسوم ہے صادق پور اور چک عبداللہ ریلوے اسٹیشنوں کے درمیان یہی وہ اسٹیشن ہے جو چشتیاں کی آبادی (بستی) کے لئے مقرر ہے جہاں حضرت خواجہ کا مزار واقع ہے۔

اگر مسافر دہلی کی طرف سے سمہ سٹہ سے ریل میں سوار ہو کر روانہ ہو۔ تو جب وہ سٹیشن چشتیاں کے قریب پہونچتا ہے۔ تو اسٹیشن پر پہونچنے سے پہلے اس کو شمالی جانب ایک بہت بڑا سلسلہ قبور نظر آتا ہے یہ وسیع طویل شہر خموشاں حضرت تاج سرور کی خانقاہ سے متعلق ہے اگرچہ اس میں اور خانقاہیں اور قابل زیارت اور مزارات بھی واقع ہیں۔ مگر اس قبرستان کی اصلی شہرت باوا فرید گنج شکر کے پوتے تاج الدین سرور علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے باعث ہے دور دور سے جنازے یہاں لائے جا کر دفن کئے جاتے ہیں۔ اس قبرستان میں علاوہ بعض خانقاہوں کے ایک چوکھنڈی لکھویروں کی عمارت بھی ہے یہ صرف چار ستونوں پر ایک پختہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ مشہور ہے کہ اس علاقہ کے رئیس جو قوم کے لکھویرے ہیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کی یادگار میں یہ عمارت تیار کرائی ہے

مسافر کو جو ریل میں سے اس سلسلہ تقیور کو دیکھتا ہے۔ ایک چھوٹی سی بستی بھی نظر آتی ہے۔ جو اس قبرستان کی جانب شمال واقع ہے۔ اسی بستی کا نام چشتیان ہے اور حضرت خواجہ کے مزار کی وجہ سے اس کو چشتیاں شریف کہا جاتا ہے اسی بستی کے شمال مشرقی گوشہ میں حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کا مزار پرانوار واقع ہے اسٹیشن چشتیان پر مسافر اتر کر عموماً پیدل اور بعض دفعہ سواریوں پر چشتیان شریف پہونچ جاتے ہیں۔ اسٹیشن سے پونے میل کے قریب شمال مغرب کی طرف بستی اور خانقاہ واقع ہے۔

اسٹیشن سے خانقاہ مبارک کی طرف آتے ہوئے پہلے ایک پختہ دو منزل وسیع عالیشان عمارت ملتی ہے یہ ایک سرائے ہے جو حضرت خواجہ کے خلیفۂ اعظم خواجہ سلیمان علیہ الرحمۃ تونسوی کے سجادہ نشینوں اور متعلقین نے اپنے قیام ایام عرس کے لئے بنوائی ہوئی ہے۔

خانقاہ کی غربی جانب ایک اور وسیع سرائے ہے جو سرکار بہاولپور نے مسافروں کے لئے بنوائی ہوئی ہے۔ ایام عرس میں اس سرائے کے اندر سینکڑوں مسافروں کو آرام ملتا ہے۔ اس سرائے کے دروازہ پر سرکار بہاولپور کی طرف سے ایک کنواں بھی کھدا ہوا ہے۔ اب اس سرائے میں سرکار بہاولپور کی طرف سے ایک مدرسہ بھی جاری ہے۔ مدرسہ کے ساتھ ایک ڈاک خانہ کی شاخ بھی متعلق ہے۔

خانقاہ کے بیرونی دروازہ کے باہر خلفا خواجہ کی جانب سے دو چاہات بھی موجود ہیں ایک کنواں حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہے۔ اور دوسرا کنواں قاضی محمد عاقل صاحب کوٹ مٹھن نے کھدوایا تھا۔ خانقاہ مبارک کا بیرونی دروازہ ملتان کی کاشی گری کی صنعت کا

بہترین نمونہ ہے۔

دروازہ بیرونی سے اندر داخل ہونے پر ایک بہت بڑا وسیع میدان پیش نظر ہو جاتا ہے جس میں جانب شمال مزار مبارک ہے۔ اور اس کے متصل دوسرے مزارات اور خانقاہیں واقع ہیں۔ جنوبی دیوار میں کچھ حجرین۔ حجرے اور مکانات بغرض رہائش مہمانان بنے ہوئے ہیں۔ حجروں میں۔ بعض درویش مصروف ذکر الٰہی رہا کرتے ہیں صحن میں غربی جانب ایک عالی شان وسیع مسجد شریف واقع ہے۔ جس میں ایک بہت بڑا دہ دردہ تالاب ہے۔ جو تازہ بتازہ پانی سے لبریز رہتا ہے

عمارت خانقاہ کی مشرقی جانب ایک وسیع مجلس خانہ بنا ہوا ہے جس کے مشرقی جانب سات دروازے ہیں۔

اور دوسری طرف شمالی وجنوبی آٹھ آٹھ دروازے ہیں۔ مجلس خانے کے ستون پہلے لکڑی کے تھے۔ مگر اب بجائے لکڑی کے سنگین پیل پائے لگائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ پیل پائے سنگین بنائے جا چکے ہیں۔ اس مجلس خانہ میں عرس کے دنوں میں بڑی رونق رہتی ہے۔ جس کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

خانقاہ کی شمالی جانب ایک چھوٹا سا برآمدہ ہے جس کے سنگ مرمر کے پیل پائے ہیں مزار مبارک کی پائنتی کی طرف جانب جنوب حضرت خواجہ کے پوتے میاں نور حسین میاں غلام مصطفےٰ اور میاں غلام نبی فرزندان حضرت خواجہ نور احمد صاحب شہید علیہ الرحمۃ کے مزارات ہیں۔

خانقاہ شریف کے باہر غربی جانب ایک ہشت دری میں حضرت خواجہ کے ایک پوتے میاں غلام فرید صاحب اور ایک پڑپوتے میاں امام بخش صاحب کا مزار ہے۔

اسی ہشت دری کے شمالی جانب ایک سرخ پتھر کے پنجرہ دار کمرہ میں

حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ مائی عاقل بی بی مرحوم کا مزار ہے۔

خانقاہ مبارک کے مشرقی حصہ صحن میں دو گنبد دار خانقاہیں ہیں شمالی گنبد میں دو قاری حافظ صاحبان حافظ عصمت اللہ صاحب اور حافظ صبغۃ اللہ صاحب کے مزارین ہیں جن کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ تمام عمر مجرد رہے تھے۔ اس خانقاہ کی جنوب میں دوسرا گنبد دار مقبرہ جس میں مولوی امام دین صاحب کی قبر ہے جو قاضی عاقل محمد صاحب کوٹ مٹھن کے خلیفہ تھے اور اسی قبہ میں امام دین صاحب کے فرزند اور پوتے غلام محی الدین کے مزارات ہیں۔ یہ دودھ والے پیر کی اولاد کے نام سے موسوم ہیں۔ خانقاہ شریف کے باہر جنوب غربی کونہ پر حافظ غلام حسن صاحب علیہ الرحمۃ چیلا واہی کے خانقاہ مسقف پختہ عمارت کے بنی ہوئی ہے۔ یہ بزرگ خود بھی چیلا واہن شریف کے ممتاز گدی سے تعلق رکھتے تھے مگر تمام عمر اپنے پیر حضرت خواجہ کی خدمت میں گذار دی۔ اور اپنے وطن کی نہایت ضروری سے ضروری تقریبوں پر شامل ہونے سے بھی انکار فرماتے رہے۔ نواب صادق محمد خان صاحب چہارم علیہ الرحمۃ فرماں روائے ریاست بہاولپور جنھوں نے اس خانقاہ کے باہر بہت وسیع اور پختہ سرائے اور چاہ تیار کرایا تھا۔ احاطہ خانقاہ شریف میں ایک مسجد تیار کرا دی تھی۔ اور اسی مسجد شریف میں ایک دینیات کا مدرسہ بھی جاری فرما دیا تھا جو اب تک جاری ہے۔

اسی مسجد شریف کو زیادہ فراخ اور وسیع کرنے کی غرض سے نواب احمد یار خان فرزند نواب غلام قادر خان خاکوانی رئیس ملتان نے خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ کے ارشاد کی تعمیل میں از سر نو تعمیر کرایا تھا اور اب یہ مسجد نسبتاً زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔ اور اس پر حسب ذیل قطعہ تاریخ مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہ درگاہ حضور قبلہ عالم	ظہور نور حق نور علے نور
ز احمد یار خانِ خاکوانی	بنا شد مسجدے چون بیت معمور
ارادت کیشی آن خان ملتانی	سعادت یافتہ از صدق مشکور
بنا گردد ز بہر خان در خلد	ز زر قصرے چنین ہست مشہور
ز آغازش حسین این گفت تاریخ	زہے این بیت رب از نور معمور
	۱۳۱۷ھ

خانقاہ شریف کا نقشہ اس کتاب کے آغاز میں دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ دستی خاکہ ہے مگر اس میں وہ تمام نظارہ دکھلایا گیا ہے جو ایک باہر سے آنے والے مسافر کو دروازے سے اندر آنے پر پیش نظر ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ کی وفات کے آٹھ سال بعد حضرت کے خلیفہ بزرگوار خواجہ محمد عاقل صاحب نے ان کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا تھا۔ مجلس کے بیرونی دیواریں دوسرے خلیفہ حافظ محمد جمال صاحب ملتانی نے تعمیر کرائی تھیں خانقاہ کے دروازوں کے محراب اور مزار مبارک کے مینارے روپہری بنے ہوئے تھے۔ جو نواب محمد بہادل خاں صاحب عباسی ثالث فرمانروائے بہاولپور نے مرحمت فرمائے تھے۔ اس غرض کے لئے نواب صاحب مرحوم نے گیارہ ہزار روپیہ عطا کیا تھا۔ خانقاہ کے دروازہ کی دہلیز بھی نہایت قیمتی ہے جو نواب صاحب مذکور نے نذر دی تھی اس پر حسب ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

یا اللہ

ایں دہلیز شریف خانقاہ معلی حضرت خواجہ نور محمد صاحب

نذر گذرانیدہ بندہ عاصی محمد رحیم یار المعروف محمد بہادل خان
عباسی ثالث باالخیر عفی عنہ ۱۲۶۲ھ

خانقاہ کے گنبد کے نیچے علاوہ حضرت خواجہ کے مزار کے ان کے فرزندان میاں نور الصمد، نور احمد اور نور حسن کے مزاریں واقع ہیں۔

حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب علیہ الرحمۃ تونسوی نے مزارات کے تعویذ سنگ مرمر کے بنوا دیئے تھے اور اب حضرت حامد صاحب تونسوی مدظلہ نے خانقاہ کے اندرونی حاشیہ کو ولایتی رنگ شدہ اینٹوں سے مزین کرا کر تمام پلستر نیا کرا دیا ہے۔ جس کے قبہ میں طلائی اور رنگین خوش قلم عربی حروف میں شجرہ عالیہ لکھا دیا ہے۔ اور اس کام اور تحریروں سے خانقاہ کے اندر داخل ہونے والے زائرین کے دل پر خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔

گنبد کے گول دائرے میں نہایت خوبصورت اور شاندار سولہ سطروں میں حسب ذیل تحریر درج ہے۔

۱ رب یسر و تمم بالخیر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲ اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا محمدٍ
کان علیًّا فی درجاتہٖ

۳ حسنًا فی صفاتہ واحدًا فی تجلیاتہ
ابا الفیض فی افاضاتہ

۴ ابراھیم فی تسلیمہ سدید الدین فی حجتہ
امین الدین فی شریعتہ

۵ علو الدین فی معراجہ ابا اسحاق فی استحقاقہ
قدوۃ الدین فی رسالتہ

۶	ناصر الدین فی ولایته	ابایوسف فی وجاهته مودوداً فی خلقه
۷	شریفاً فی نسبه	مقتدا اہل عرفان فی معرفته معین الدین فی ذاته
۸	قطب الدین فی احکامه	فرید الدین فی الوارہ نظام الدین فی اسرارہ
۹	نصیر الدین فی النصارہ	کمال الدین فی تعظیمه سراج الدین فی اضائته
۱۰	علم الدین فی امته	محموداً فی سیرته جمال الدین فی صورته
۱۱	حسناً محمداً فی افعاله	محمداً فی احواله یحییٰ فی احیاء القلوب
۱۲	کلیم اللہ فی القلوب	نظام الاسلام والمسلمین فی ارشادہ
۱۳	محمد فخر الدین	فی حبه وخلقه نور محمد فی احبابه
۱۴	الٰہی بحرمت خواجگان چشت	عاقبت غلامان ایشان بخیر گردان
۱۵	افضل الذکر	لا الٰہ الا اللہ جل جلاله محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۶	صلی اللہ علیہ وسلم	اللہ محمد ابی بکر عمر عثمان علی

حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کا عرس سالانہ اوسی تاریخ ہجری کو چشتیاں شریف میں منایا جاتا ہے۔ جس تاریخ کو ان کا انتقال ہوا تھا یعنی۔ ۳ ذالحج شریف۔

چونکہ حضرت خواجہ کے خلفا تمام شمالی ہندوستان۔ پنجاب اور سندھ میں پھیلے ہوئے ہیں اور دور تک اُن کے مریدوں کا سلسلہ وسیع ہے اس لئے عرس کے موقعہ پر تمام مقامات سے خوش اعتقاد مریدان سلسلہ جمع ہوتے ہیں اور نہایت ہی چہل پہل رہتی ہے ریاست کی طرف سے بھی اس موقع پر اکثر افسران شامل ہوتے ہیں مزار مبارک کے سامنے شرق رویہ جو بڑا مجلس خانہ بنا ہوا ہے۔ جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اُس میں مجلس سماع منعقد ہوتی ہے اور تمام سلسلہ کے مرید اور اولاد کے ممبران اور دوسرے خوش اعتقاد لوگ جمع ہو جاتے ہیں علاقہ کے بہترین گانے بجانے والے قوال اور دور دور کے اہل فن موسیقی اس موقعہ پر اپنا اپنا کمال دکھلاتے ہیں۔

اس کتاب کے سلسلہ تحریر کے اثنا میں مجھے بھی ایک عرس کے مفصل حالات سننے کا اتفاق ہوا اور ایک دفعہ خود مزار مبارک کے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جس خلوص۔ نیاز اور بے نفسی کے ساتھ عام مرید اس خانقاہ کی عزت اور عظمت کرتے ہیں وہ حیرت انگیز ہے حضرت قبلہ عالم صاحب کی اولاد خصوصیت کے ساتھ جب مزار پر فاتحہ کے لئے آتے ہیں تو اپنے گلے میں کپڑا ڈالے

ہوئے مزار کی دہلیز پر آنکھیں ملتے ہیں اور بوسے دیتے ہیں پھر اندر جاکر مزار مبارک پر تعظیمی اداب اس افراط کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ بعض لوگ اسکو قابل اعتراض کہتے ہیں[لہ]

بالعموم عرس کے موقعہ پر انکے خلفائے عظام کے جانشین اور سجادے جمع ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک کے ہمراہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں مرید ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات حضرت مولانا خواجہ فخرالدین صاحب علیہ الرحمۃ (مرشد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ) کے خاندان کے ممبر بھی شامل عرس ہوا کرتے ہیں

عرس میں جسوقت قوالی ہوتی ہے تو قوالوں پر ان حاضرین کی طرف سے جو درگاہ کے ساتھ خاص تعلقات وابستہ رکھتے ہیں ویل (دیکھا ور) کے روپے برستے ہیں مختلف ٹولیاں قوالوں کی اپنا اپنا کمال دکھا کر ایسے انعام حاصل کرتے ہیں کبھی کبھی بعض رقیق القلب مریدین پر حالت وجد بھی طاری ہوتی ہے

عرس میں شامل ہونیوالے لوگوں کی تعداد دس بیس ہزار نفوس تک پہونچ جاتی ہے اس موقعہ پر تجارت کا بازار بھی گرم ہوتا ہے نیا بازار خانقاہ کے سامنے والے میدان میں لگ جاتا ہے۔ صحن خانقاہ میں ملتان کے مشہور کتب فروشوں کی دوکانیں بھی ہوتی ہیں۔ عرس کے موقع پر بہت خیرات ہوتی ہے۔ لنگر کی طرف سے عام وخاص مسافروں کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اخراجات عرس کا کچھ حصہ میاں محمد یوسف صاحب ادا کرتے ہیں اور کچھ ان کی دوسری برادری کے لوگ دیتے ہیں۔ اس موقعہ پر مریدوں کی طرف سے بہت کچھ آمدنی بھی ہوتی ہے۔ اس آمدنی کا تیسرا حصہ میاں فضل حق صاحب لیجاتے ہیں اور باقی

لہ۔ میں نے بعض علمار کو اس موقعہ پر یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ یہ حرکات مشرکانہ ہیں اور ایسے بزرگ کے مزار پر ایسے بزرگ زادوں کا اس قسم کے خلاف شریعت افعال عوام کے گمراہی کا باعث ہیں۔ مصنف

دو حصے حضرت قبلۂ عالم کے ہر دو فرزندان کی اولاد میں تقسیم ہوتے ہیں۔ میاں فضل حق صاحب حضرت میاں نور حسن صاحب کی اولاد ہیں (حضرت خواجہ نور حسن صاحب حضرت قبلہ عالم کے تیسرے فرزند تھے) اس سلسلہ کو منگھیروی کہتے ہیں۔[1]

اور میاں محمد یوسف صاحب سجادہ نشین مہاروی کہلاتے ہیں۔

مجاوروں کو تنخواہیں ملتی ہیں۔ صفائی خانقاہ اور دوسرے خدمات پر تنخواہ دار ملازم ہیں جو آمدنی خانقاہ سے تنخواہیں پاتے ہیں اس تمام آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔

خانقاہ کے دروازہ پر آمدنی کے محفوظ رکھنے کے لئے ایک محرر اور نقدی کا ایک صندوق رہتا ہے۔

قوالی کے جلسوں کے بعد ختم خواجگاں پڑھایا جاتا ہے جس میں شامل ہونا لوگ باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

(اولاد روحانی)

حضرت خواجہ کے حالات پر جو صاحبان عبور کرینگے ان کو معلوم ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ کے روحانی کمالات کا فیض اس خطہ ملک میں جو پنجاب ریاست بہاولپور اور سندھ پر مشتمل ہے۔ حضرت خواجہ کی ہدایات اور علوم معرفت کی اشاعت کے ذریعہ پھیلا۔ اور زیادہ تر اس اشاعت میں خلفاء محترم کے محنتوں اور ریاضتوں کا ہاتھ شامل رہا۔

جس محنت شاقہ۔ ریاضت اور مجاہدہ کی متواتر محنت اور شبانہ روز ورد

---

[1] گزیٹیر بہاولپور

وظائف و مراقبہ کے ذریعہ حضرت خواجہ نے یہ روحانی نعمت اور الٰہی معرفت کا خزانہ حاصل کیا تھا۔ اسی محنت اور امتحان کے ساتھ یہ علم خلفا تک پہونچا اور منجملہ خلفاء کے مشہور عالم چار خلیفے ہوئے ہیں۔ انکی نسبت ایک ہندی کے شاعر کا یہ مقولہ زبان زد عوام ہے ؎

وچ ملتان جمال ڈکھایو کوٹ مٹھن دے نوں رنگ لایو
حاجی پور وچ نور وسایو تخت سلیمان سنگھڑیا یو

اس شعر میں چاروں خلفاء اعظم کا ذکر آگیا ہے۔ ملتان میں حضرت مولوی محمد جمال صاحب۔ کوٹ مٹھن میں حضرت قاضی عاقل محمد صاحب حاجی پور میں حضرت خواجہ نور محمد صاحب نارو والہ سنگھڑ د تونسہ ہیں حضرت خواجہ سلیمان صاحب بہت مشہور اور خدا رسیدہ بزرگ خلفاء میں اول خواجہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ بن ذکریا بن عبدالوہاب قوم افغان ایرانی تونسوی ۱۱۷۹ھ میں پیدا ہوئے تو ماں باپ نے ماناننانا نام رکھا۔ ۲۰ برس کی عمر میں حضرت خواجہ کے مرید ہوئے حضرت خواجہ نے شرف بیعت کے ساتھ ہی حضرت کا نام سلیمان خان رکھا۔ بہت باکمال درویش اور خدا رسیدہ عارف گذرے ہیں ۱۲۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ تونسہ شریف میں مزار مبارک ہے۔ نواب محمد بہاول خانصاحب والئ ریاست بہاولپور نے ان کا روضہ بچاسی ہزار روپیہ کے لاگت سے بنوایا۔ ان کے مرید ہونے کی عجیب داستان سپرد قلم ہو چکی ہے۔

دوم۔ خواجہ نور محمد صاحب بن صالح محمد صاحب علیہ الرحمۃ نارو والہ (واقع حاجی پور پرگنہ جام پور) ذات کے پرہار تھے۔ چاہ نارو والہ پر رہتے تھے ۱۱۳۴ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۴۴ھ میں ملتان جاکر تعلیم شروع کی حضرت مولانا فخرالدین علیہ الرحمۃ دہلوی کے ایما سے ۱۱۶۰ھ میں مہاران شریف پہونچکر حضرت خواجہ کے مرید ہوئے

رات کو کبھی نہ سوتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ ہر وقت ورد وظائف مراقبہ میں مصروف رہتے تھے۔ ۴ جمادی الاول ۱۲۰۴ھ کو بعمر ستر سال انتقال فرمایا اس تاریخ کو سال بسال مزار مبارک پر عرس ہوتا ہے۔ دور دور سے اصحاب دل اور طالبان معرفت جمع ہوتے ہیں۔ ۶-۷ محرم کو خانقاہ کے متعلق بہشتی دری کے کھولنے کا بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

سوم قاضی عاقل محمد صاحب بن قاضی شریف صاحب سکنہ کوٹ مٹھن علیہ الرحمۃ ذات کے کوڑیجہ (قریشی) تھے۔ کوریجہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت کے بزرگان علم و فضل میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ انکے کسی بزرگ کی نسبت مشہور ہے کہ جب وہ بزرگ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ تو دریافت فرمایا کہ کسی نے اذان کہی ہے یا نہیں۔ جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو حضرت نے کوزا (آفتابہ گلی) کو جسے سندھی زبان میں کورا کہتے ہیں یہ ارشاد فرمایا کہ کوراچا یعنی اے کوزے۔ چو یعنی کہہ تو اذان کہہ دے۔ کہتے ہیں کہ آفتابہ نے اذان دی اور حضرت نے نماز پڑھی اُس وقت سے بزرگ کے کرامت کے باعث کوراچو کوراچہ۔ کوریجہ۔ قوم کا نام پڑ گیا۔

۱۴ رجب شریف ۱۲۲۹ھ کو انتقال ہوا۔ اور کوٹ مٹھن میں دفن ہوئے۔

اسی سلسلہ میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ایک کامل بزرگ فاضل عالم اور ماہر فن فصاحت و بلاغت ہوئے ہیں۔ ریاست بھاولپور کے فرمانروائے نواب صادق محمد خان رابع عباسی کی ان سے بیعت تھی۔ انھوں نے بھاولپوری زبان میں فصاحت و بلاغت کا دریا بہا دیا۔ اس زبان میں شاعری اور موسیقی کے تمام نازک ترین اور بہترین اصناف کو اس خوبی اور صفائی سے نبھایا۔ کہ اس سے پہلے نہ کسی نے ایسا کام کیا۔ اور نہ پھر اس کے بعد کوئی ایسا جامع انسان اس

زمین میں پیدا ہوا۔ جو اس کا پورا تتبع کر کے اس سلسلہ کو جاری رکھ سکتا۔

چہارم حافظ مولوی محمد جمال صاحب بن محمد یوسف صاحب بن حافظ عبدالرشید صاحب ملتانی علیہ الرحمۃ ملتان کے رہنے والے تھے حضرت خواجہ کے وضو کی خدمت مدت تک آپ کرتے رہے اور نعمت عظیم حاصل کی۔ سفر و حضر میں عموماً حضرت خواجہ کی ہمرکاب رہتے تھے۔ بہت بڑے صاحب علم و فضل اہل دل اور صاحب کرامت تھے۔ ۵ جمادی الاول ۱۲۲۶ھ کو انتقال ہوا عرس اس تاریخ کو بڑی رونق اور چہل پہل سے ہوتا ہے۔

ان چار خلفاء اعظم کے علاوہ اور بھی کثیر التعداد بزرگوں نے خرقہ خلافت اور ارشاد ہدایت حضرت خواجہ صاحب سے حاصل کیا۔ مندرجہ ذیل بزرگوں کے نام ہم بعض کتب سے انتخاب کر کے پیش کرتے ہیں۔

۵۔ قاری عزیز اللہ صاحب
۶۔ قاری صبغۃ اللہ صاحب
} ان دونوں کے مزارات صحن روضہ مبارک میں واقع ہیں جیسا کہ تصویر مزارات سے ظاہر ہے۔

۷۔ میاں محمد فاضل صاحب۔ نیکو کار ساکنہ بستی شہادم (علاقہ قائم پور)

۸۔ حضرت میاں غلام حسن صاحب ہیٹی۔ یہ بزرگ چیلاواہن شریف کے بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کا مزار حضرت کے روضہ کے جنوبی طرف واقع ہے۔

۹۔ میاں غلام محمد صاحب کیٹر یوالا

۱۰۔ حافظ ناصر صاحب

۱۱۔ مولوی محمد مسعود صاحب ساکنہ جھانگی والی (بہاولپور)

۱۲۔ چشتی نور الحق صاحب ساکنہ شہر فرید۔

۱۳۔ غلام محمد ساکنہ ادمیرا دلالیکا) ۱۴۔ حافظ الیاس سیل

۱۵- محمد غوث بجیپانہ
۱۶- حافظ پھل جویہ
۱۷- محمد بخش چشتی سکنہ تاج شہر
۱۸- لطف اللہ سکنہ خیرپور
۱۹- نواب غازی الدین خاں دہلوی
۲۰- اسالت خان
۲۱- مولوی نور محمد پھل
۲۲- مولوی محمد حسین صاحب چنڑ سکنہ نواح بہاولپور (حضرت مولوی غلام رسول صاحب چنڑ کے بزرگوں میں تھے۔
۲۳- مولوی محمد اکرام سکنہ ڈیرہ غازیخاں۔
۲۴- میاں اکبر لکھی۔
۲۵- حافظ غلام نبی صاحب
۲۶- مولوی محمد عجیب سکنہ گڑھی اختیار خاں
۲۷- مخدوم شیخ محمود سکنہ سید پور از اولاد مخدوم جہانیاں۔
۲۸- مخدوم نور بہار صاحب سجادہ نشین اوچ سید جلال صاحب علیہ الرحمۃ بخاری
۲۹- مخدوم عبدالوہاب سکنہ اوچ
۳۰- مخدوم عبدالکریم صاحب سکنہ اوچ
۳۱- مخدوم محب جہانیاں سکنہ ״
۳۲- مولوی سلطان محمود کوریجہ برادر قاضی عاقل محمد
۳۳- مولوی تاج محمود صاحب گڑھی اختیار خان
۳۴- میاں محمد صاحب مجذوب سکنہ سوت بندر
۳۵- شیخ جمال چشتی سکنہ فیروزپور
۳۶- حافظ عظمت سکنہ طغبرہ
۳۷- صاحبزادہ نور احمد صاحب
۳۸- میرن شاہ صاحب
۳۹- سید صالح محمد صاحب
۴۰- ہوین محمد شاہ صاحب سکنہ بھٹی ضلع ملتان
۴۱- میاں احمد صاحب گوندل
۴۲- شیخ نظام بخش صاحب اولاد قطب جمال صاحب ہانسوی
۴۳- شاہ عبدالعزیز صاحب ہندوستانی
۴۴- مولوی ضیاء الدین صاحب مہاروی
۴۵- خلیفہ عبداللہ صاحب
۴۶- مولوی عبدالرحمن صاحب سندھی
۴۷- قاری احمد علی بن قاضی عاقل محمد صاحب علیہ الرحمۃ وغیرہ وغیرہ

حضرت خواجہ نور محمد صاحب صوفیائے کرام کے اُس سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں
جو سلسلہ نظامیہ چشتیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سلسلہ بیعت حضرت خواجہ سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے توسط سے بذریعہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمتہ کے
حضرت علی المرتضیٰ تک پہونچتا ہے۔

مراحل روحانیات طے کرنے اور ریاضت تزکیۂ نفس کے مدارج حاصل
کرنے کے متعلق صوفیائے کرام نے جو بڑے بڑے اصول مقرر کئے ہیں انکی
رو سے چار بڑے سلسلے مقرر ہیں۔ یعنی سلسلہ قادریہ جو حضرت غوث الثقلین
محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے اور سلسلہ
سہروردیہ جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کی طرف منسوب کیا
جاتا ہے ایک سلسلہ نقش بندی ہے جو حضرت امیرالمومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ تک
پہونچتا ہے۔ ایک سلسلہ یہی چشتیہ ہے جو حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری
اجمیری چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے نسبت کیا جاتا ہے۔ سلسلہ نقش بندی کے
سوا باقی تینوں سلسلے حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔
ریاضت اور جفاکشی کے جو طریق ان چاروں سلسلوں میں رائج ہیں علاوہ اس
اختلاف کے سب سے بڑا فرق جو سلسلہ چشتیہ اور دیگر سلاسل کے درمیان ہے وہ
یہ ہے۔ کہ باقی تینوں سلسلوں کے بزرگ راگ و سماع سے بالکل دور رہتے ہیں۔ لیکن
سلسلہ چشتیہ کے تمام بزرگ اور اس سلسلہ کی ضمنی شاخوں کے متوسلین اپنے تصور
قائم کرنے اور یکسوئی حاصل کرنے کی مشق کے لئے سماع مزامیر اور موسیقی کے

دل دادہ ہوتے ہیں بالعموم اس سلسلہ کے لوگ حالت سکر اور وجد میں رہتے ہیں اور یہ کیفیت موسیقی کے ذریعہ اپنے وجود میں پیدا کرتے ہیں۔

یہ ایک بہت لمبی بحث ہے۔ یہ چھوٹا سا رسالہ اس بحث کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے اور اس کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہم اس بحث کو کسی دوسری تالیف میں بتفصیل درج کرینگے۔

اس عنوان میں ہم اُن بزرگان محترم کی ایک فہرست درج کرتے ہیں جس سے حضرت خواجہ نے سلسلہ بعیت میں شرف توسل حاصل کیا۔ اور روحانی امداد کے ذریعہ حضرت خواجہ نے درجہ پایا جس کا مختصر ذکر اس رسالہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم کی بعیت حضرت مولانا فخر الدین محب النبی علیہ الرحمۃ سے تھی۔ اسی طرح اس سلسلہ میں شیخ نظام الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمۃ۔ اور شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمۃ۔ محی الدین یحیٰی مدنی علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ محمد علیہ الرحمۃ۔ حضرت شیخ حسن علیہ الرحمۃ۔ حضرت جمال الدین (جمن) علیہ الرحمۃ۔ شیخ محمود راجن علیہ الرحمۃ شیخ علیم الدین علیہ الرحمۃ شیخ سراج الدین علیہ الرحمۃ شیخ کمال الدین علیہ الرحمۃ۔ شیخ محمد نصیر الدین چراغ دہلوی شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ۔ شیخ فرید الدین گنجشکر علیہ الرحمۃ۔ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی علیہ الرحمۃ۔ خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری علیہ الرحمۃ خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ۔ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ خواجہ قطب الدین مودود چشتی علیہ الرحمۃ۔ خواجہ ابو یوسف ناصر الدین چشتی علیہ الرحمۃ خواجہ ابو محمد ناصر الدین چشتی علیہ الرحمۃ۔ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی علیہ الرحمۃ۔ خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی علیہ الرحمۃ۔ خواجہ ممشاد علو دینوری علیہ الرحمۃ۔ حضرت خواجہ

ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت خاتم الانبیاء خواجہ دوسرا ابوالقاسم سیدنا محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان بتیس واسطوں سے نعمت و ودیعت الٰہی آپ تک پہونچی۔ یکے بعد دیگرے سلسلۂ خلافت وبیعت چلا گیا۔ اور بالآخر حضرت خواجہ نور محمد صاحب نے اس علاقہ میں عرفان و ہدایت کا چشمہ جاری کیا جس سے سلسلہ بہ سلسلہ اس وقت تک فیضان عام جاری ہے۔

ملفوظات

کسی بزرگ کے ہدایت وارشاد کے متعلق اس اقوال اور نصائح سے زیادہ بہتر تبصرہ اور کسی عنوان کے تحت میں نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ کی سوانحمری کے مطالعہ کرنے والے اصحاب کے لئے اس سے زیادہ دلچسپ عنوان شاید کوئی اور نہ ہوگا حضرت خواجہ نہ صرف ایک عارف کامل اور صوفی اہل دل تھے۔ بلکہ اس عنوان کو غور سے پڑھنے والے میری طرح اس نتیجہ پر ضرور پہونچینگے۔ کہ حضرت علاوہ ان کمالات کے سخن فہمی اور برجستہ کلامی میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ اور صوفیا کرام کے اقوال اور معارف پر ان کو صحیح مذاق کے ساتھ پورا عبور حاصل تھا۔ اور شرعی رموز سے اعلیٰ درجہ کی آگاہی حاصل تھی۔

۱۔ کامل انسان جان عالم ہے۔ اور اس کا مرجانا فنائے عالم ہے۔

۲ - تمام موحدین بہشت میں داخل ہونگے۔

۳ - گناہ - وحدت (توحید) کا منافی نہیں ہے توحید الہٰی کا اقرار زبان سے اور اس کی تصدیق دل سے جب ہو جاتی ہے تو پھر اُس کو کوئی زوال نہیں ہو سکتا

۴ - ایک شخص نے حافظ کا یہ شعر ؎

نقاب و پردہ ندارد نگاہ دلکش ما — تو خود حجاب خودی حافظؔ از میاں برخیز

سنکر یہ ارشاد فرمایا ؎

اگر پردہ باشد تا پردہ بردارد — سوائے ہمیں ہستی موہوم ہیچ پردہ نیست

۵ - ہر شخص کا دل اپنے محبوب کی طرف معلق رہتا ہے۔

۶ - تمام موجودات آئینہ جمال حق ہیں ؎

آن لحظہ کہ بر آئینہ تابد خورشید — آئینہ گمان برو کہ من خورشیدم

۷ - انجام کار ایمان کی درستی پر منحصر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا مدار بھی ایمان کی استقامت پر موقوف ہے۔ کسی کے جمعرات یا رمضان شریف کے مرنے پر نہیں۔

۸ - ایک شخص نے اولیاء اللہ کے حالات قبر و جسم کی نسبت سوال کیا۔ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"مادی اجسام اولیاء اللہ کے لئے روح کی طرح ہیں۔ جس طرح روح ہر جگہ پہونچ سکتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ کے اجسام بھی ہیں۔ **ابدال** جو حالت طیران میں رہتے ہیں اُن کے جسم بھی اُڑتے رہتے ہیں۔ اُنکی روحانیت جسم پر غالب آجاتی ہے۔ ایسے بزرگوں کو مردہ نہیں کہا جا سکتا۔

۹ - جس شخص سے خلق خدا خوشنود ہو۔ حق تعالیٰ اُس سے خوشنود ہوتا ہے۔

۱۰ - کسی شخص نے نفسانیت کے مرض کا علاج پوچھا تو اس کو ارشاد فرمایا

"اگر کوئی دوا کرنا چاہئے۔ تو دوا بہت ہے لوگ اپنی زبان سے اپنے آپ کو مریض تو کہا کرتے ہیں، مگر میں نے کسی کو صحیح طور پر طالب معالج نہیں دیکھا۔ ورنہ دوا اور طبیب بہت ہیں"۔

۱۱۔ "اسی شخص نے پھر حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میں بیمار ہوں مگر اپنا علاج نہیں کر سکتا۔ اس پر ارشاد فرمایا"

"اپنے آپ کو مریض جاننا بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ کبھی تو علاج کی توجہ ہوگی لیکن مشکل تو یہ ہے کہ مریض اپنے آپ کو بیمار سمجھتے ہی نہیں ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد　　اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

۱۲۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ کھانا کھا کر ریاضت۔ عبادت۔ تلاوت اور درود کے شغل سے ہضم کرنا بہتر ہے۔ اس سے کہ آدمی بھوکا رہجاوے اور کچھ نہ کرے۔ عبادت کرنے والی سیر خوری بھی نور بنجاتی ہے۔

۱۳۔ فنا رعام۔ کے معنی نفی خواطر ہیں۔ عام لوگوں سے یہی پرسش ہوگی۔ کہ اپنے ظاہر و باطن کو اتباع شریعت سے آراستہ کیا تھا یا نہیں۔

۱۴۔ ایک بزرگ کے حال پر حالت انعام الٰہی وارد ہونے لگی۔ اس نے چاہا کہ جلوت سے اٹھکر خلوت میں چلا جاوے تاکہ اس نعمت الٰہی سے پورا فیضیاب ہو۔ مگر جب وہ خلوت میں گیا۔ تو وہی کیفیت جو طاری تھی وہ بھی مفقود ہوگئی اس بارہ میں حضرت سے سوال کیا گیا تو فرمایا (نزول رحمت عظمی محض عنایت ازلی بود۔ وصرف فضل لم یزلی۔ آن بزرگ خلوت پذیرفتن را باعث ترقی این معنی پنداشت وتدبیر خود را دخل داد۔ لاچار از آنجا باز ماند")

۱۵۔ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ کہ شیخ جو اپنے مرید کو ذکر۔ فکر اور اوراد و اشغال بتلاتا ہے۔ اگر مرید وہ وظیفہ قضا کر دے۔ تو باوجودیکہ وہ اپنے

شیخ کی صحبت میں موجود رہے پھر بھی شیخ اُس کو نہیں پہچانتا۔

۱۶۔ ایک دفعہ فرمایا۔ کہ ولی اگر توجہ کرے تو اُسے ماضی اور مستقبل کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

۱۷۔ فرمایا کہ بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں کہ اُن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ پھر بھی اُنکے حالات کی وجہ سے مخلوق خدا اُنکی بزرگی سے انکار کر دیتی ہے۔ حالانکہ انسانی فطرت میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے غلطی کا سرزد ہونا مرکوز رکھا گیا۔

۱۸۔ دنیا کے تمام حالات کا اجمال حضرت آدم علیہ السلام کی ذات تھی۔ اور یہ تمام تفصیل اُسی اجمال کی ہے۔

۱۹۔ جو پیدا ہوا اُس کو ضرور موت آئیگی۔ خواہ اُسکی عمر کسیقدر ہو۔ جس قدر آدمی عمر میں بڑا ہوتا جاتا ہے اُسی قدر اُس کی عمر کم ہوتی جاتی ہے۔ اور آخر ایکدن وہ اپنی منزل ختم کر دیتا ہے۔

۲۰۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ اَلسَّخَاوَۃُ عِنْدَ الْقِلَّۃِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْقُدْرَۃِ یہ دونوں امور بہت بڑے ہیں۔ اور بہت ہی اچھے ہیں۔

۲۱۔ ایک دفعہ پاس انفاس کا ذکر ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ کہ
پاس انفاس کو اس ترتیب سے کرنا چاہیئے۔ کہ اسم مبارک اَللّٰہُ کی ہا کا پیش (ضمہ) اس قدر لمبا کیا جائے کہ واؤ پیدا ہو جائے۔ مدنفس کے وقت اَللّٰہ اور جذر نفس کے ساتھ ھُو کیا جائے (مدوجزر نفس یعنی سانس کی آمدوشد) اس کے خلاف یعنی جذر نفس کے وقت اَللّٰہ اور مدنفس کے وقت ھُو نہیں کہنا چاہیئے یہ ٹھیک نہیں ہے۔

۲۲۔ حضرت گنجشکر علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ اپنے پیر سے دریافت کیا کہ عام

لوگ تعویذ کی استدعا کرتے ہیں۔ کیا کروں۔ انکو اپنے پیر نے جواب دیا کہ مراد برلانیوالا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارے اختیار میں کچھ نہیں خدا کا نام لکھ کر دیدیا کرو۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا۔

فی الحقیقت یہ ظاہری فائدہ ہے کہ سوال کرنے والیکا دل بھی خوش ہو جاتا ہے اور تسکین بھی حاصل ہوتی ہے۔

۲۳۔ فقیر کا کام ہر ایک کے لئے دعا کرنا اور ہر شخص کے لئے نیک خواہش کرنا ہے آگے جو اُس کی قسمت ہو۔ اُس میں کسی کو دخل نہیں ہے۔

۲۴۔ اپنے پیر حضرت مولانا کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ۔

اگرچہ کلام وطعام کا ثواب کسی معین شخص کے لئے یا اُس کے ساتھ دوسری ارواح کے لئے بخشنا جائز ہے۔ مگر میرے پیر مولانا کسی خاص روح کا نام لیکر صرف اُسی کو ثواب طعام وکلام بخشا کرتے تھے۔

اسی طرح۔ درود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ عام مسلمانوں کی طرف سے ہمیشہ پڑھا جاتا ہے اور فوراً حضور میں پہنچایا جاتا ہے لیکن حضرت مولانا فرماتے تھے۔ کہ اپنے مولا کی جانب سے نیابتاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا چاہئے۔

۲۵۔ امم ماضیہ پر جو حوادث نازل کئے جاتے تھے۔ محض اظہار وحدانیت الٰہی کے لئے ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ تمام قومیں اپنی ہلاکت کے وقت وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کہتی تھیں۔ جیسا کہ فرعون اپنے آخری وقت میں

۲۶۔ علمار وقت حلال کھانے کے لئے بہت کوشش کرتے ہیں۔ اگر بھینس کا دودھ حلال ملجائے۔ تو رَج رَج کر دو کٹورے پی لیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے۔ کہ قلت طعام ومنام وکلام وترک صحبت مع الانام زیادہ ضروری

ہیں۔ ظاہری شریعت پر اکتفا کر کے دو کٹورے پی جاتے ہیں۔ حالانکہ آدھا کٹورا پی کر ریاضت کرنی چاہیئے۔

۲۷۔ فرماتے تھے۔ کہ اگر سالک ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں آکر اپنے استفادہ کو روز اول سمجھتا رہے تو وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اپنے آپ کو کامیاب سمجھ کر روز دوم کو روز دوم سمجھے تو اُسکے لئے تباہی ہے۔

۲۸۔ مثنوی شریف مولانا روم علیہ الرحمۃ کا ایک مصرع۔ "گر گل ست اندیشۂ تو گلشنے" سنکر فرمایا کہ

محض اندیشہ۔ اور علم سے کام نہیں چلتا۔ جبتک کہ انسان اپنے آپ کو حصول مقصد کے لئے اپنے کام میں محو نہ کرے۔ صرف یہی جاننا کہ بیت اللہ شریف اس طرف واقع ہے۔ اور ارادہ حج کرنے سے حج نہیں ہو جاتا جب تک کہ کمربستہ ہو کر تکلیفات سفر کو گوارہ نہ کرے۔ اور منازل راہ طے نہ کرے۔

یہ بھی فرمایا کہ مجاہدہ کا طریق یہ ہے۔ کہ انسان کم خوری کم گوئی۔ کم خسپی کم اختلاط خلق اختیار کرے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دل میں کئی قسم کے خیال اور مزاحمت واقع ہوتے ہیں۔ مگر دل اگر پوری توجہ کے ساتھ مصروف ہو جائے تو کوئی خیال مزاحم نہیں ہو سکتا۔ چونکہ طبائع زن و فرزند مال و منال زراعت وغیرہ کی طرف مائل ہیں۔ اس لئے مجبوراً مزاحم پیدا ہو جاتے ہیں۔

چاہیے کہ ایسے اسباب مزاحم خیالات کو ترک کردے ؎

ما فقیران را تماشائے چمن درکار نیست داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

۲۹۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ رات کو کوئیں چلنے کی جو آواز سنتا ہوں تعجب ہے

کہ یہ لوگ صرف والوں کیلئے رات بھر کوئیں جاری رکھتے ہیں خود بھی جاگتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی بیقرار رکھتے ہیں۔ وہ دانے بھی اگر نصیب ہوئے اور آفات ارضی وسماوی سے بچ نکلے تب اُن کے ہاتھ لگ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے مجھے کوئی آدمی رات بھر جاگنے اور محنت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ یہ ایسا طریق ہے کہ اس میں کامیابی یقینی ہے۔ اور کوئی نقصان کا اندیشہ ہو ہی نہیں ہوسکتا۔

۱۳۰۔ ایک مرید نے سوال کیا کہ علماء ملت تو کافروں کی تعظیم نہیں کرتے۔ مگر صوفیائے کرام ہر شخص مومن و کافر کی یکساں تعظیم کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ شریعت اور حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔ علماء کرام باعتبار ظاہر کفر کے انکی تعظیم نہیں کرتے اور صوفیائے کرام باعتبار اصل خلقت انسانی اُن کو قابل تعظیم سمجھتے ہیں۔

۱۳۱۔ ایک اور موقعہ پر جبکہ ایک مرید نے یہ سوال کیا کہ علماء قبر پر چراغ روشن کرنے سے منع کرتے ہیں اور مقابر پر مجلس اور سرود بھی حرام بتلاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا میاں صاحب! اصحاب قبور تو جہاں جانے تھے پہونچ گئے۔ اب آپ لوگ اوروں کا دل کیوں رنج کرتے ہیں۔ قدیم سے یہ رسم چلی آئی ہے بزرگوں کی قبروں پر لوگ چراغ بھی جلاتے ہیں قبروں پر گانا بجانا بھی ہوتا ہے تم منع کیوں کرتے ہو۔

۱۳۲۔ ایک دفعہ مولوی محمد صالح صاحب مرید نے عرض کیا۔ کہ حضرت سلوک کی کتابوں میں یہ جو لکھا ہے۔ کہ۔ التصوف شرک لان التصوف

صیانۃ القلب عن الغیر ولا غیر۔

اس کا کیا مطلب ہے۔

ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو شرک وغیرہ کا پتہ بھی ہنو۔ اوس کے لئے تو یہی صیانۃ

قلب بھی غنیمت ہے البتہ جاننے والے کے واسطے یہ ہدایات ہیں۔

۳۳- ایک مرید نے اپنے ایک خواب کی تعبیر کی نسبت سوال کیا۔ فرمایا ؂

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

تمام حاضرین پر اس جواب سے ایک خاص عالم وجد طاری ہو گیا۔

۳۴- حضرت خواجہ ایک دفعہ قاضی عاقل محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند مولوی احمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی شادی کی محفل میں بمقام کوٹ مٹھن تشریف رکھتے تھے مولوی احمد علی صاحب نے جو ایک مشہور واعظ تھے۔ دریافت کیا کہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی عبد القادر جیلانیؓ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ طعام المرید حرام علی الشیخ پس آپ کیوں اپنے مریدوں کے ہاں کھانا کھاتے ہیں اور دعوتیں قبول کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا

تمام بزرگان مشائخ کے سردار سرور عالم حضور پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور تمام مریدوں کے سرتاج اصحاب نبوی صلعم ہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحاب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اسی حجت کی بنا پر ہم لوگ بھی اپنے مریدوں کے ہاں کھانا کھالیتے ہیں۔

باب سوم (۳)

پیر کی عنایت — اثر توجہ — دلچسپ حالات — پیر کا ایک خط خواجہ کے نام

پایۂ متوسلین — زبان خلق — دو بزرگوں کی تصویریں ایک مرقع میں — خاتمہ

پیر کی عنایت

حضرت خواجہ نے جب سے حضرت مولانا فخر جہان کے دامان الطاف سے نسبت کا شرف حاصل کیا اُسی وقت سے حضرت مولانا کی روحانی توجہ اور باطنی التفات ہر وقت زیادہ زیادہ مبذول ہوتا رہا۔ اور حضرت خواجہ بھی اپنے مدارج روحانی میں روز افزوں ترقی کرتے رہے حضرت مولانا کی صحبت ایسی نہ تھی۔ کہ ایک مستعد طبیعت کا مستقل مزاج سالک اوس سے پورا فائدہ حاصل نہ کرسکتا سولہ سال تک حضرت خواجہ نے جس محنت اور سرگرمی کے ساتھ اکتساب فیضان ظاہری و باطنی کیا۔ اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام حلقہ کے لوگ یہ خیال کرتے تھے۔ کہ حضرت مولانا اپنے اُس خاص مرید (خواجہ نور محمد) پر عاشق ہیں۔ چونکہ حضرت مولانا کے خاص خلعت خلافت حضرت خواجہ کو عطا ہوئے تھے اِس کو نواب غازی الدین خاں صاحب بہادر نے اپنی مثنوی میں صاف لکھا ہے۔

شیخ در حق او چنین فرمود — کیں زما ہر چہ بودہ است بود

مولانا ضیاء الدین صاحب جیپوری علیہ الرحمۃ جو حضرت مولانا کے خلفائے اعظم میں سے تھے فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم سب لوگ جو نعمت روحانی حضرت مولانا سے حاصل کررہے ہیں۔ اپنی اپنی استعداد محنت۔ اور مجاہدہ کے ذریعہ حاصل کررہے ہیں

اور یہ مدارج اکتسابی ہیں لیکن نعمت خاص جو حضرت مولانا نے خواجہ نور محمد صاحب کو مرحمت فرمائی ہے۔ وہ محض وہبی ہے۔ اور توجہ خاص سے عطا کی گئی ہے [۵۱]

مرزا آغا محمدی بیگ صاحب دہلوی حضرت مولانا کے مریدان خاص میں تھے۔ ان کی دختر نیک اختر جمیلہ بیگم بھی بچپن ہی میں حضرت مولانا کا شرف بیعت حاصل کر چکی تھیں اور نہایت ہی عابدہ اور شب زندہ دار خاتون تھی۔ انہی کا اپنا بیان ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ جب حضرت مولانا سے خرقہ خلافت حاصل فرما کر وطن جانے کے لئے رخصت ہوئے تو اس موقعہ پر ہمارے ہاں مولانا اور خواجہ صاحب کو دعوت دی گئی۔ اس موقعہ پر میرے دل میں خیال گذرا کہ یہ واقعہ جو مشہور ہے کہ حضرت مولانا اپنے مرید خواجہ نور محمدؒ پر عاشق ہیں میں بھی اس خاص مرید کے حسن و جمال کو دیکھوں میں نے جب جھروکے سے خواجہ صاحب کی صورت دیکھی۔ تو وہ سیاہ فام تھے اور ظاہری حسن کے علامات سے آزاد تھے اس لئے میں نے دلمیں خیال کیا۔ کہ حضرت مولانا اس سیاہ فام مرید پر عاشق ہوئے ہیں۔ اور تمام نعمت اس کو بخش دی ہے۔ اس میں کیا خوبی دیکھی ہے۔ حضرت نے اس خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا۔ کہ حضرت مولانا جس صورت پر فریفتہ ہوئے ہیں وہ جمال معنوی اور خصائص روحانی ہیں۔ یہ فرما کر جمیلہ بیگم پر اپنے کمالات باطنی کا ایک جلوہ ڈالا جس سے وہ قائل ہو گئیں [۵۲]

بیعت کے بعد حضرت خواجہ اپنے پیر و مرشد کے حضور میں بہت ہی کم حاضر رہتے تھے۔ اور زیادہ تر وقت مجاہدہ اور ریاضت میں صرف کرتے تھے۔ باطنی طور پر حضرت کی توجہ کامل تھی مگر مولانا یہ چاہتے تھے، کہ خواجہ نور محمدؒ زیادہ وقت میرے پاس رہیں۔ اس لئے حضرت مولانا نے اپنے باورچیخانہ کے داروغہ میاں سید احمد

---

[۵۱] مناقب صفحہ [۵۲] مناقب صفحہ

صاحب سے یہ شکایت کی کہ خواجہ نور محمد ہمارے پاس بہت ہی کم آتے ہیں وغیرہ
میاں سید احمد صاحب نے حضرت خواجہ کو مولانا کا یہ ارشاد پہنچا دیا۔ تو حضرت خواجہ
نے فرمایا کہ قبلہ و کعبہ مولانا کی طبیعت میں آزادی ہے۔ اُنکے آزادانہ جذبات سے
میں خائف رہتا ہوں، اور زیادہ حضور میں رہنا خطرناک خیال کرتا ہوں حضرت مولانا
کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ میری بے اعتنائی اور عدم التفات عوام کے لئے
ہے۔ خواص اور خلفاء سے میں کس طرح بے اعتنائی کرسکتا ہوں۔ چنانچہ اس کے
بعد پھر حضرت خواجہ اپنے پیر کی حضور میں زیادہ وقت دیگر کسب کمال باطنی فرمانے لگے۔

پاکپتن شریف کی اُس صحبت کے بعد جس میں حضرت قبلہ مولانا نے حضرت
خواجہ کو مہار شریف کی اجازت بخشی تھی۔ حضرت مولانا نے بیعت کا کام بھی زیادہ
تر حضرت مولانا کے سپرد فرمایا تھا۔ جس وقت کوئی خوش اعتقاد سلسلہ ارادت
میں داخل ہونا چاہتا۔ تو قبلہ مولانا اس کو حضرت خواجہ کے سپرد فرما دیتے تھے۔

حضرت مولانا کے دربار میں ایک دفعہ خواجہ محمد ترکمان علیہ الرحمۃ
کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہ بزرگ نارنول میں مشہور صاحب سلسلہ ہوئے ہیں انکی
خدمت میں جو مرید ایک سو روپیہ کی نذر پیش کر دیتا۔ اُس کو حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام (روحی فداہ) کی زیارت میسر ہو جاتی تھی۔ یہ تذکرہ سُنکر حضرت مولانا
نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے پنجابی (حضرت خواجہ کو مولانا ہمارا پنجابی کہکر
یاد فرماتے تھے) کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ کہ اس کے پاس جو شخص
صدق دل سے یہ مقصود لیکر حاضر ہو۔ تو ایک ہی نظر میں ذات باری عزاسمہ
کا دیدار اُسکو نصیب ہو جائے۔ سبحان اللہ۔

حضرت خواجہ کو مولانا نے فرمایا تھا۔ کہ ایک شہباز تمہارے دام میں
پھنسے گا۔ یہ ایک ایسی جامع پیش گوئی تھی کہ مختلف خیال کے لوگ اسکے مختلف

معنی سمجھتے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الرحمۃ تونسوی کے مرید ہونیکی جانب اشارہ تھا بعض حضرت مخدوم نور بہار علیہ الرحمۃ سجادہ نشین اوچ بخاری کے مرید ہونیکی جانب اشارہ سمجھتے ہیں۔ بعض اس پیشین گوئی سے فرمانروائے بہاول پور کے سلک ارادت میں منسلک ہونے کے واقع کو اس پیشین گوئی سے منسوب سمجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ کو جن روحانی انعامات اور باطنی فیوض سے حضرت مولانا نے ممتاز فرمادیا تھا۔ ان کا اظہار وقتاً فوقتاً مولانا می جتایا کرتے تھے ایک ہندی شعر ان کا مشہور عام ہے ؎

تن مٹکا من جھیرنا سرت بلوون ہار		مکھن پنجابی لے گیا چھاچھ پیو سنسار

اس سے حضرت خواجہ کا علو مرتبہ اور عظمت شان معلوم ہوتی ہے۔ گزیٹیر بہاولپور مناقب ص۔

حضرت مولانا کے خاص توجہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا کا یہ ارشاد بھی قابل قدر ہے۔ محبوب مرید کو خطاب فرمایا کرتے۔ نور محمدا سبحان اللہ کجا دکن کجا پاکپتن (حضرت خواجہ کا وطن پاکپتن کے نواح میں تھا۔ اسلئے یہ کلمہ فرماتے تھے) قدرت پروردگار ببین کہ مرا از دکن آوردند۔ وترا از پاکپتن ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم		ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

اس سے جس دلی توجہ اور روحانی التفات مرشد کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے کیفیت حیطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔ حضرت مرشد و پیر کی نگاہ میں مرید خاص کا وہ درجہ تھا جس کا اشارہ اس شعر میں سے ہوتا ہے۔

اثر توجہ	بہار شریف میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا [۵]	
چناں آسماں برزمین شد بخیل	کہ لب تر نہ کردند زرع و نخیل	

۱- لوگوں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں رجوع کیا۔ اہل وطن اور معتقدین کے اصرار پر حضرت خواجہ خانقاہ حضرت خواجہ تاج سرور علیہ الرحمۃ پر لوگوں کو جمع کر کے دعائے باران فرمائی۔ اس دعا سے فارغ ہو کر ابھی تک یہ لوگ اپنے اپنے گھر نہ پہونچے تھے کہ رحمت الٰہی کا نزول ہوا۔ اور خاطر خواہ بارش ہوئی۔ لوگ در مقصود اپنی جیب و داماں میں بھر کر تر بتر گھروں میں پہونچے[۵]

۲- تیمور شاہ افغانستان ایک دفعہ ریاست بہاولپور پر یورش کرنے کی غرض سے کابل سے فوج لیکر آرہا تھا۔ اُن دنوں یہ خطہ سلطنت افغانستان کے ساتھ متعلق تھا۔ فرمانفرمائے بہاولپور نے حضرت کی خدمت میں دعا طلبی کی۔ حضرت کی برکت دعا سے بادشاہ کا برہم شدہ مزاج مائل باطمینان ہوگیا۔ اور یورش رک گئی[۶]

۳- ایک دفعہ کوٹ مٹھن تشریف رکھتے تھے قاضی عاقل محمدؐ (خلیفہ حضرت خواجہ) بیمار تھے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں قدم بوش ہونے کے لئے دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لیکر بمشکل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت خواجہ کی صحبت میں اُس وقت میاں نور محمدؐ صاحب نارووالہ (خلیفہ) بھی موجود تھے۔ انھوں نے قاضی صاحب کی طبیعت کا حال دریافت کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ نے یہ ارشاد فرمایا" لقاء الخلیل شفاء العلیل" اس ارشاد میں خدا جانے کیا تجلیاں بھری ہوئی تھیں کہ حاضرین پر عالم وجد طاری ہوگیا۔ خود قاضی صاحب پر بھی کیفیت طاری ہوئی

---

[۵] یہ حالات قلمی نسخہ کتاب گلشن ابرار سے لئے گئے ہیں۔ جو حضرت خواجہ کے پڑپوتے میاں امام بخش صاحب بن حافظ غلام فرید بن خواجہ نور احمد صاحب بن حضرت خواجہ قبلہ عالم کی تالیف سے ہے اور جو ۱۲۸۰ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب پر صفحات اور اوراق کے نمبر نہیں ہیں۔ اس لئے آئندہ صرف گلشن کے لفظ سے اس کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے [۵] گلشن [۶] مناقب صفحہ ۶۔

اور اسی حالت سکر میں بیماری رفع ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحت کاملہ عطا فرمائی۔[1]

۴۔ حضرت خواجہ کے بھائی ملک سلطان زراعت کا کام کرتے تھے بناہو رام کاردار علاقہ تھا۔ جو مال کا بڑا افسر تھا۔ ایک دفعہ بناہو رام کاردار۔ ملک سلطان پر بگڑ گیا۔ اور انکو نظر بند کر دیا۔ حضرت خواجہ نے بناہو رام کاردار کو کہلا بھیجا۔ کہ یہ میرا بھائی بے گناہ ہے۔ اس کے مناسب دریافت کر کے اس کی جان رہائی کرو۔ کاردار نے ضد کی اور حضرت کے ارشاد کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ حضرت خواجہ کو یہ امر ناگوار گذرا۔ دعا کی اسی عرصہ میں کاردار معتوب دربار شاہی ہوا۔[2]

۵۔ مولوی گل محمد صاحب احمد پوری کو عرصہ سے ام الصبیان کا دورہ ہوتا تھا اور اس دورہ کی وجہ سے اکثر مولوی صاحب تکلیف میں رہتے تھے۔ حضرت خواجہ نے دعا کی اور اپنا لعاب دہن بھی مرحمت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکو شفا بخشی۔[3]

۶۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ اوچ اور کوٹ مٹھن کی طرف جاتے بستی گھلوان میں حضرت نارو وآلہ کے مرید مولوی محمد گھلو صاحب کے ہاں مقیم تھے گرمی کے دن تھے۔ مولوی محمد گھلو صاحب پنکھے کی خدمت انجام دیتے تھے۔ مولوی محمد گھلو صاحب ایک صاحب جمال عورت پر اس قدر فریفتہ اور دل باختہ تھے۔ کہ اس موقعہ پر حضرت خواجہ کی خدمت میں بروقت حاضر نہ ہو سکے۔ حضرت خواجہ نے مولوی صاحب سے اس تاخیر کا سبب دریافت کیا۔ تو مولوی صاحب معمولی طور پر خاموش رہے حضرت خواجہ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے مولوی صاحب سے تنہائی میں دریافت کیا کہ مولوی صاحب اس بستی میں کوئی ایسی صاحب جمال حسین عورت بھی ہے جسکو ہم دیکھ سکیں۔ ہمکو حسینوں کی دید کا اشتیاق ہے۔ مولوی صاحب اس تقریب سے حضرت خواجہ کو اپنی محبوبہ معشوقہ کے گھر لے گئے۔ اور کسی نہ کسی طرح اپنی محبوبہ کو حضرت خواجہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت

---

[1] گلشن ۵۲ [2] گلشن ۵۲ [3] مناقب المحبوبین صفحہ ۶

خواجہ کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے اور اُس حسینہ جمیلہ عورت پر ایسی نگاہ کیمیا اثر ڈالی کہ مولوی محمد گھلو صاحب خود فرماتے تھے۔ کہ میں اُس نازنین کے پاس جب پھر گیا۔ تو وہ معرفت اور حقیقت کے ایسے اسرار ظاہر کرتی تھی۔ کہ میں حیران رہا[۵۱]

یہ واقعہ بھی عام طور پر زبان زد خلائق ہے کہ حضرت خواجہ جب بچپن کے زمانہ میں تعلیم حاصل فرما رہے تھے تو ایک لڑکی بھی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے حضرت کی ہم مکتب تھی۔ زمانہ گزر گیا۔ حضرت خواجہ روحانی اور علمی تعلیم سے فارغ ہوکر آسمان ہدایت وعرفان کے آفتاب بنکر روشن ہوئے۔ اُس لڑکی کا ستارہ بھی گردش کرتا ہوا۔ طوائف کی صورت میں جلوہ گر رہا۔ حضرت خواجہ کے فیضان کی شہرت سُنکر وہ طوائف بھی حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئی۔ حضرت خواجہ نے اپنی تقاضائے طبیعت کے مطابق اُس طوائف کی جانب التفات نہ فرمایا اور کچھ توجہ نہ کی۔ اس طوائف نے فارسی کا ایک مشہور شعر پڑھا جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ میں اور آپ ایک ہی باغ کی پیداوار ہیں آپ پھول بن گئے اور میں کانٹا بنکر رہ گئی۔ یہ سُنکر حضرت خواجہ کو رقت حاصل ہوئی اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی طبیعت نہ رک سکی اُس عورت کے بخت یاور تھے۔ حضرت کی نگاہ کیمیا اثر کے طفیل اُس نے اُسی وقت توبہ کی اور وہ مدارج حاصل کیئے جس کے بہت لوگ مدتوں سے منتظر تھے۔ ایک نظر کیمیا میں وہ ادنیٰ طبقہ سے نکل کر اہل اللہ کے زمرہ میں داخل ہوگئی۔[۵۲]

دلچسپ حالات

حافظ محمد جمال علیہ الرحمۃ (خلیفۂ اعظم) کے زبانی روایت ہے۔ کہ حضرت خواجہ اپنے خلفاء اور خدام و مریدین کی محبت میں پاکپتن شریف عرس پر تشریف لیجا رہے تھے۔ راستہ میں ایک خراسانی بزرگوں کا

---

۵۱ مناقب محبوبین صفحہ ۶۵۔

۵۲ شعر یہ بیان کیا جاتا ہے۔ ما و تو از یک گلستانیم خواجہ رو مپوش × صورت گل آن ترا بخشید و مارا خار ساخت

ایک قافلہ ہمارا ہمسفر ہوگیا۔ یہ قافلہ بھی حضرت بابا فرید گنجشکر علیہ الرحمۃ کے عرس پر پاکپتن جا رہا تھا۔ ایک مقام پر بستی والوں نے حضرت خواجہ کی دعوت کی۔ تو حضرت خواجہ نے اخلاقی حمیت کی وجہ سے خدام کو فرمایا۔ کہ پہلے ان خراسانی بزرگوں کو اس دعوت میں سے کھانا کھلا دیا جائے۔ جب خدام نے ان بزرگوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ تو انھوں نے یہ کہکر دعوت سے انکار کردیا۔ کہ بستی والے لوگ چوری پیشہ ہیں۔ اور ان کا طعام مشتبہ ہے اس لئے ہم مشتبہ طعام نہیں کھاتے۔ اپنا کھانا تیار کرا کر کھایا۔

اتفاق ایسا ہوا۔ کہ کسی اگلے مقام پر اس خراسانی قافلہ کو چوروں نے لوٹ لیا۔ منزل پر پھر بستی والوں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں دعوت کی پھر بھی حضرت خواجہ نے اپنے خدام کو یہی ارشاد فرمایا۔ کہ کھانا پہلے خراسانی بزرگوں کو کھلایا جائے پھر ہماری جماعت میں خرچ کیا جائے۔ اس دفعہ خراسانی بزرگوں نے شبہ کا کوئی عذر نہ کیا اور کھانا قبول فرمالیا۔

اسکے متعلق حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ طعام کے متعلق ایسی تنقیح کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ قبول دعوت مسنون ہے۔ جب تک ظاہری طور پر یہ ثابت نہو۔ کہ طعام حرام یا مشتبہ ہے اُس وقت تک قبول دعوت کے انکار کو ترک کرنا واجب ہے۔

مولانا فخر علیہ الرحمۃ کی نسبت حضرت خواجہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ جب مولانا جنگل کی طرف گئے۔ تو میں بھی لوٹا اوٹھا کر ہمراہ چلا گیا۔ فراغت فرما کر جب وضو فرمانے لگے۔ تو خوش وجہ وجیہ چار شخص حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلام سے مشرف ہوئے حضرت مولانا نے مجھسے پوچھا۔ کہ یہ لوگ سردار جنات ہیں۔ اگر کبھی ضرورت ہو۔ تو آپ ان سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔ یہ سُنکر میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے حضرت کا فیض کافی ہے۔ مجھے ان صاحبان کی کسی

امداد کی ضرورت نہیں ہے[۵۱]

یہ ایک عجیب تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے پیشتر ریاست بہاول پور سندھ اور پنجاب کے نواح میں بالعموم صوفیا کرام کا سلسلہ قادریہ سہروردیہ کا دور دورہ تھا۔ عوام خاموشی کے ساتھ ورد و ظائف میں مشغول رہا کرتے تھے۔ سماع و مزامیر راگ وغیرہ سے اجتناب کیا کرتے تھے مگر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری اور حلقہ مریدین کی توسیع پر اس علاقہ کا رنگ بھی بدل گیا اور اکثر علمار کرام بھی اس سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں داخل ہو کر محو غنا ہو گئے۔ اور جابجا وجد و سماع کی مجالس منعقد ہونے کا عام رواج ہو گیا[۵۲]

حضرت خواجہ کے خلیفہ اعظم حافظ محمد جمال صاحب ملتانی علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا کہ جناب بھی تو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی ہمرکاب دہلی جایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ جس طریق پر اپنے مرشد دہلوی مولانا سے ملا کرتے تھے وہ طریقہ تو بیان فرماؤ۔ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ میں بارہا حضرت خواجہ کے ساتھ دہلی گیا مگر اس سفر میں ہمیشہ میرے متعلق گھوڑا اٹھانے کی خدمت ہوا کرتی تھی۔ میں نے ملاقات کا موقعہ صرف ایک بار دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ جس طرح ایک غلام اپنے آقا کی روبرو اور ایک بندہ مولا کے سامنے باادب بے حس و حرکت کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ اسی کیفیت کے ساتھ اپنے مرشد مولانا کے حضور میں مخلصانہ خشوع کے ساتھ باریاب ہوا کرتے تھے[۵۳]

حضرت خواجہ ایک دفعہ پاکپتن جارہے تھے۔ سواری کے آگے آگے میاں احمد صاحب کلاہیرہ بھاگتے جارہے تھے۔ اور یہ بھی سوال کرتے جاتے تھے کہ حضرت متوسلین داماں عاطفت سینکڑوں فیضیاب انعام و عرفان ہو گئے ہیں۔ ایک میں

---

۵۱ مناقب صفحہ ۲۷ ۵۲ مناقب صفحہ ۱۰۴ ۵۳ مناقب صفحہ ۱۲۴-

کم نصیب ہوں۔ کہ عرصہ سے منتظر توجہ عالی ہوں۔ اور اب تک کسی منزل پر نہیں پہونچا۔ حضرت خواجہ نے ایک زراعت کے کنارے پر اپنی سواری کو روک لیا۔ اور میاں احمد سے دریافت کیا۔ کہ اس کا کیا سبب ہے۔ کہ کہیں تو سبزہ لہلہا رہا ہے۔ کہیں زراعت کمزور ہے۔ اور کہیں بالکل زراعت کا نام تک نہیں۔ کاشتکار ایسے نالائق ہیں۔ کہ ساری زمین کو بنانے کی محنت تو کرتے ہیں تخم ریزی اور آبپاشی میں شاید نقص کرکے اپنا نقصان کرتے ہیں۔ اس پر میاں احمد نے جواب دیا۔ کہ حضرت کاشتکاروں کا کوئی قصور نہیں۔ زمین کی حالت یکساں نہیں ہے۔ کوئی زمین اچھی ہے کہیں شور ہے ورنہ مزارعان تو یکساں محنت کرتے ہیں۔ یکساں کھاد ڈالتے ہیں۔ برابر ہل دیتے ہیں۔ پانی سے سیراب کرتے ہیں زمین کا قصور ہے۔ اچھی جگہ اچھی زراعت ہوتی ہے۔ خراب جگہ نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

میاں احمد! منازل روحانی کی بعینہٖ یہی صورت ہے۔ ہر طالب اپنے اپنے مادہ کی مناسبت اور مقدار کے موافق اپنے مرشد کا فیض حاصل کرتا ہے۔

تتمہ دلچسپ حالات ایک مرید نے ایک دفعہ سوال کیا کہ حضرت! روحانی امراض کا کوئی علاج کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ ایسی کوئی کتاب ضرور ہونی چاہیئے۔ جس میں جسمانی امراض کی کتابوں کی طرح روحانی امراض اور اُنکے معالجات درج ہوں۔ حضرت نے فرمایا ایسی کتابیں بہت ہیں اور امراض روحانی کے علاج بھی بہت ہیں مگر علاج کرنے والے لوگ نہیں۔ عام لوگ کہتے ہیں کہ ہم بیمار ہیں۔ مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ میرا علاج کرو۔ اس زمانہ میں یہ بھی غنیمت ہے کہ لوگ اپنی بیماری

لہ مناقب صفحہ ۴۲ ۔ ؎ گلشن ابرار۔

روحانی کا احساس تو کرتے ہیں۔ آئندہ تو اسکی بھی توقع نہیں ہے۔[۱]

۲۔ ملک گولو توم چیئرمین سکنہ نواحِ بہاولپور نے ایک دفعہ حضرت خواجہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا اور اُس میں اپنے اعزہ واقربا کی مخالفت کی شکایت کی۔ اور ظاہر کیا کہ مجھے اپنے عزیزوں کی مخالفت کی وجہ سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ میرے لئے دعا سلامتی فرمائی جائے۔ حضرت نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا۔[۲]

زباں نباش تا پوستینت درند کہ صاحبدلان بارشوخان برند

کس قدر لطیف پیرایہ ہے۔ کہ زبان کی طرح بے شمار دشمنوں میں رہنا چاہیئے۔ شوخ دانتوں کا خطرہ صبر اور تحمل سے برداشت کرنا چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ زبان اُسی طرح سلامت رہتی ہے۔ اور دشمن (دانت) یکے بعد دیگرے اپنی شوخی دکھلا کر گر جاتے ہیں۔

۳۔ ایک صحبت میں حضرت خواجہ موتی کی ارواح طعام دیتے اور اُس کے ثواب ملنے کے متعلق ایک فصیح اور بلیغ تقریر فرما رہے تھے۔ اس دلآویز عارفانہ تقریر کے اخیر میں یہ چبھتا ہوا فقرہ بھی فرمایا۔[۳]

جاہلاں کلام خواندن نمی توانند عالماں نان دادن نمی دانند

۴۔ حضرت خواجہ کا ایک عبدالرحمٰن نامی بضعہ دار خوش گلو منظور نظر قوال تھا۔ جس کے پُرسوز وگداز لحن مین حضرت خواجہ کی رقت کا ذخیرہ عموماً جمع رہتا تھا۔ جب کبھی اس کو موقعہ ملتا۔ تو حضرت خواجہ کو وہ پہروں بے تاب کئے دیتا تھا۔ اتفاق سے حضرت خواجہ کی طبع میں اُس ظالم بچہ قوال کی نسبت گرانی آگئی۔ چونکہ منظور نظر اور ناز پروردہ تھا۔ اس لئے حضرت کی ناراضی کی تاب نہ لاسکا۔ ہر چند معافی کی کوشش ہوئی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ نازک دل پر چوٹ بھی سخت آتی ہے۔ عبدالرحمٰن بیمار ہوگیا۔ اور بیماری اس قدر طویل ہوئی۔ کہ اطبا نے اُسکو تپ دق قرار دیدیا

---

[۱] گلشن [۲] گلشن [۳] گلشن۔

عبدالرحمٰن بیچارے پردو مصیبتوں کی زد۔ حضرت کی ناراضی اور بیماری کا حملہ۔ یہ دونوں ایک خوش گلو نازنین کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ نواب غازی الدین خانصاحب رئیس دہلی جو حضرت خواجہ کی خدمت میں آکر مقیم ہوگئے تھے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں اُسکی سفارش کرنے اور حضرت خواجہ کے غبارِ طبع کی صفائی کے لئے حاضر ہوئے۔ اگرچہ حضرت خواجہ کی طرف سے ناراضی کا وہی عالم تھا۔ مگر بیمار نے اپنا علاج خود ہی تجویز کرلیا۔ اسی اثنا میں نہایت جوش اور سوز و گداز کے لہجے میں گانا شروع کردیا۔ یہ غزل تھی سے

بہر دہر کہ جانانش تو باشی چہ پرسی دین و ایمانِ کسے را	خوش آں در دے کہ درمانش تو باشی کہ ہم دین و ہم ایمانش تو باشی

اس غزل نے پورا اثر کیا اور وجد طاری ہوگیا۔ دیر تک عجیب کیفیت رہی۔ افاقہ ہونے کے بعد خود بخود صفائی ہوگئی اور حق تعالےٰ نے اس بیماری سے بھی مریض کو شفا بخش دی[۵۱]

۵۔ ایک دفعہ حضرت راہ جارہے تھے کہ ایک تشنہ دیدار نیز بزرگ مرید عقیدت کیش مخدوم صاحب سید محمود شاہ صاحب سیت پوری جو ایک مکان کی چوتھی منزل پر کھڑے تھے۔ حضرت کو تشریف لیجاتے دیکھا۔ تو اُسی نظارہ کی محویت اور مستی میں اُس نے مکان کی چوتھی منزل سے کود کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اعتقاد کی درستی دیکھئے۔ کہ اتنی بلندی سے ایک تشنہ دیدار عاشق نیچے گرا۔ اور اُسکو ذرا بھی آسیب نہ پہونچا[۵۲]

۶۔ ناروواله میں ایک دفعہ اپنے خلیفہ خاص میاں نور محمد صاحب کے ہاں مقیم تھے۔ کہ وہاں کے ایک عقیدت مند ارادت کیش مرید مولوی غلام حسین کے

۵۱۔ گلشن ۵۲ گلشن ۵۳ گلشن۔ گزیٹیر بہاولپور سٹیٹ۔

ساتھ حضرت خواجہ نے وعدہ فرمایا کہ تمہارے جنازے میں انشاء اللہ تعالیٰ شریک ہونگا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ حضرت خواجہ کا انتقال مولوی غلام حسین مذکور سے پہلے ہوگیا۔ مریدوں میں ایک قسم کی بے چینی پیدا ہوگئی۔ لیکن جب مولوی غلام حسین مذکور کا انتقال ہوا۔ اور انکا جنازہ جنازہ گاہ میں لاکر رکھا گیا اور تکبیر جنازہ ہونے لگی۔ تو عین اُسی وقت سواروں کی ایک جماعت نے آکر نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اکثر حاضرین نے اُس جماعت میں حضرت خواجہ کو پوری طرح شناخت کیا۔ اور اس واقعہ سے مریدان نے اُس وعدہ کا ایفا سمجھا۔ جو حضرت خواجہ نے مولوی صاحب مرحوم سے کیا تھا[1]

۷۔ نارووالہ میں ہی ایک دفعہ قیام تھا۔ اور حضرت صاحب نارووالہ کے ہاں مہمان تھے۔ ضروریات کے لیے جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ اتفاق سے ایک ہندو عورت نے اُنکے پیچھے چلکر اُنکے نقش قدم پر اپنے پاؤں رکھنا شروع کیا۔ کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ عورت کئی قدم چلکر بیہوش ہوگئی اور غش کھاکر زمین پر گر پڑی۔ بمشکل اُسکو ہوش میں لایا گیا۔ اور اپنے گھر لے جایا گیا[1]

۸۔ نجشہ نامی ایک آہنگر اپنے کام میں کاریگر ماہر تھا۔ اور حضرت خواجہ کا معتقد اور مرید تھا۔ ایک دفعہ اُس نے کوئی چیز آہنی تیار کرکے بطور تحفہ پیش کی۔ حضرت خواجہ اس تحفہ کو دیکھکر محظوظ ہوئے۔ اور اس کو فرمایا۔ کہ میرے حجرے میں مصلّٰے کے نیچے سے ایک روپیہ بطور انعام لے لو۔ اس کا بیان ہے کہ جب میں حجرہ میں گیا اور مصلّا اٹھایا۔ تو مصلے کے نیچے ہزاروں روپے بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے حرص کے تقاضا سے بجائے ایک روپیہ کے روپیوں کی مٹھی بھر لی۔ مگر جب باہر آیا تو مٹھی میں صرف ایک روپیہ تھا[1]

---

[1] گلشن ابرار میر بہاولپور سٹیٹ ص ۵۲ و ۵۳

۹ - حضرت خواجہ ایک دفعہ کوٹ مٹھن میں مقیم تھے۔ میاں احمد علی صاحب فرزند قاضی عاقل محمد صاحب کی شادی کی تقریب تھی وہاں ایک مولوی احمدی واعظ موجود تھے اُس نے حضرت خواجہ کی خدمت میں اُس مرید کی شادی کے کھانے کی نسبت ایک بحث کی اور اس سلسلہ میں اس مولوی صاحب نے غنیۃ الطالبین (مولفہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کا حوالہ دیکر کہا کہ اس کتاب میں لکھا ہے طعام المرید حرام علی الشیخ پیر کے لئے مرید کے گھر کا کھانا حرام ہے۔ اور آپ ایک مرید کی شادی میں اُسکے گھر کی دعوتیں کھا رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ دنیا کے تمام پیروں اور مریدوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل پیر حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بہتر مرید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت سرورعالم صلعم اپنے صحابہ کے گھروں میں کس محبت اور دلچسپی سے انکی دعوت قبول کرتے اور تناول فرماتے تھے۔ اس بین دلیل بیان فرمانے کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے قول کی بھی نہایت لطیف تاویل فرمائی اور موجودہ حالات کے ساتھ انطباق کرنے کے بعد مولوی احمدی صاحب کا اطمینان کرا دیا۔[۱]

۱۰ - ایک سفر کا ذکر ہے۔ بہار شریف سے دہلی جا رہے تھے۔ راستہ میں مقام ہانسی خواجہ قطب جمال صاحب خلیفہ حضرت گنج شکر علیہ الرحمۃ کے ہاں مقیم تھے۔ یہاں ایک بہت مشہور بزرگ محمد ماہ نامی سلسلہ شطاریہ کے متوسلین میں سے مقیم تھے انھوں نے حضرت خواجہ سے ملاقات فرمائی۔ دوران گفتگو میں عمل دلائل شریف کا بھی ذکر ہوتا رہا۔ اس بزرگ نے حضرت خواجہ کو ایک نسخہ دلائل شریف کا عنایت کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے وظیفہ میں داخل کرلیں۔ اور اپنے سلسلہ میں اس درود پاک کو رواج دیں حضرت نے دلائل شریف کا نسخہ لے لیا

---

[۱] گلشن ص ۵۲ مناقب

مگر اُسکو اپنے اوراد میں داخل کرنا بجز اجازت اپنے پیر کے مناسب نہ سمجھا۔ اور دہلی پہونچکر حضرت مولانا کی خدمت میں اس تمام سرگذشت کو عرض کیا۔ حضرت مولانا نے دلائل شریف کے عمل کو پسند فرمایا۔ اور اپنے پیارے مرید کو اس کے ورد کی اجازت بخشی۔ اُسی وقت سے دلائل شریف کا عمل اس سلسلہ میں رائج ہوگیا ہے[1]۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ پاکپتن سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس سفر میں حضرت حافظ خدا بخش صاحب علیہ الرحمۃ بھی ہمرکاب تھے۔ راستہ میں مولوی الیاس نامی ایک شخص خوش مذاق ملاقی ہوا۔ تو وہیں سے قصد فرمایا اور اس کے مسکن کی طرف عازم ہوئے اور اُس کی دعوت کے لئے ارادہ فرمایا۔ مولوی الیاس نے اپنی خوشگوئی کے ساتھ حضرت خواجہ کو دوسرے راستہ کی طرف اشارہ کرکے اور طرف لیجانا چاہا۔ تو حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا[2]

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

پیر کا ایک خط حضرت خواجہ کے نام

حضرت خواجہ جب اپنی مراحل تعلیم روحانی طے فرما کر مجاز ہدایت ہونیکا خرقہ اپنے پیر سے حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن میں تشریف لائے اور یہاں قیام فرمایا۔ یہاں بھی اپنے اوراد۔ وظائف۔ اور مشاغل میں زیادہ مصروف رہنے لگے حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ نے۔ اپنے واجب الاحترام فرزند کو کہا۔ کہ مجھے ایک ایسا وظیفہ بتلاؤ جس کی برکت سے میں دربار نبوی صلعم میں داخل ہوسکوں حضرت نے اپنی والدہ کی اس خواہش کو ایک عریضہ کے ذریعہ اپنے غلام مرید محمد اکبر کے ہاتھ اپنے پیر و مرشد مولانا کی خدمت میں دہلی پیش کیا۔ حضرت خواجہ کا وہ خط افسوس ہے کہ نہیں میسر آیا۔ مگر حضرت

---

[1] و [2] گلشن [3] سر دلبراں صد ۱۹

خواجہ گو ان کے پیر و مرشد مولنا فخر جہاں علیہ الرحمۃ نے جو جواب بھیجا وہ اس مقام پر اصل فارسی عبارت میں نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام پیر و مرید کے اس مخلصانہ اور عارفانہ تعلقات کے راز و نیاز کے جذبات اس خط میں دیکھکر محظوظ ہونگے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بالتفصیل یاران و سلوک یاران در قید قلم خواہند آورد۔ و صحبت را اظہر است از صحبت عسک مزاجان تنفر خواہند بود۔ می باید کہ صحبت شما در حق ایشان اثر کند واز ورطۂ غفلت بدر آیند۔ یک آدمی کہ نام خدا از شما آموزد بہ از عبادت لازمی شما است بیچارہ محمد اکبر (قاصد) تکلیف کشیدہ تا اینجا آمد و دو بار کہ مراسلۂ شما آں صاحب سلامت رسانید حق تعالےٰ جزائے خیرش دہد در دین و عقبیٰ۔ و ما درا گاہے سماع میشوند یا بالکلیہ قطع کردہ اید گاہ گاہ شنیدہ باشند بے ساز و عمل توجہ راگرم کنید یعنی مراقبہ ہمیشہ ہمراہ یاران میکردہ باشند بہ نیت اینکہ گرمی ایشان در جلسہ اثر کند۔ تبعیت کہ ہر پایہ کند شاگردنمی کند۔ عادت اللہ ہمیں وتیرہ شدہ است۔ پس ہمیں وتیرہ باید رفت۔ کیف خود چہ نویسد۔ قال ہم ضعیف چہ جائے حال مگر از دعائے صاحب حال تمنا دارم ع۔ ہوائے وصل تو دارم مگر خدا برساند۔

درودے کہ معتمد برائے رویت جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم است۔ نوشتہ می شود طریق خواندن اینست۔ کہ نماز فجر بوقت غسق یعنی اول وقت خواندن اول نماز فجر باید خواند بعد ازاں ایں درود را خواند بلا تعین عدد تا اشراق یک جلسہ کند والا دوم وسوم بوالدہٗ خود البتہ خواہند گفت درود شریف ایں است۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَللّٰھُمَّ صل علی سیدنا محمد النبی الامی و علیٰ آلہ واھل بیتہ واصحابہ کلھم بارک وسلم وَصَلِّ وَسَلِّمۡ علیہ"

بغیر واؤ نخوانند یعنی و بارک وسلم نباید خواند۔ بارک وَسَلِّم باید خواند۔ مجاری ایام

بحرمت خیرالانام صلوٰۃ علیہ وسلامہٗ موجب شکر وشناست حق تعالیٰ آن محب حقیقی را
بفیوضات ذاتی مستفید ساختہ اتباع حقیقت خویش صلی اللہ علیہ وسلم سرا وجہراً عنایت
فرماید و بدرجہ تکمیل رساند۔ ایمائے برائے ترقی برزخ رفتہ لہذا برائے استرجائے شریف
در تسلم مفید می سازد والا اینقدر جرأت نمیکردم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اول سالک
بجانب مدینہ منورہ شریفہ زاد اللہ شرفا وتعظیما متوجہا بالقلب والوجہ نشیند واز سائر
اطراف شعور خود را بکشد۔ وہماں یکطرف ہمت خود صرف نماید واز مدینہ منورہ بروضہ
مقدسہ کہ عبارت از سقف وجدار است واز اں ہم مضجع متبرکہ واز ان ہم جسد شریف
متوجہ باشد وایں درود بخواند۔

اَللّٰھُمَّ صل علی سیدنا محمد النبی الامی والہ واصحابہ واھل بیتہ وبارک
وسلم وصل وسلم علیہ وعلیھم۔ اول نفس خود را حبس کند و دریک
حبس بست ویک بار را بوا کند ہمچنیں تا نہ نفس۔

وطریق خواندن بہ نہج دیگر انیست باید کہ مستقبل قبلہ نشیند جسم نور از خود جدا ساختہ
در جسم نوری شیخ خود فانی کند و صلوٰۃ مذکور یک مرتبہ بخواند۔

شغل مفید ہمیں ام شریف یا احمد را بطرف راست بگوید یا محمد را بطرف
چپ و در دل ضرب یا رسول اللہ بزند وضرب را بطور اسم ذات زند والسلام والاکرام
میاں محمد اکبر مرد غریب و محب صادق است اعانت در حق ایشاں البتہ خواہند کرد چنیے
در خدمت خود دارند و مزاج ایشاں دریابند۔ اگر خلوص و توجہ فی الجملہ حاصل اعتقاد در
خدمت شما بسیار دارد و پس ہمہ دارند۔ و دریں ہر دو عمل مذکور مختار اند ہر کہ را خواہند تعلیم کنند۔[۵۱]

اس خط سے علاوہ دوسرے روحانی فیوض کے ایک شرعی سند سماع بھی ملتی ہے
حضرت خواجہ کو اپنے مرشد نے یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ گاہ گاہ شنیدہ باشد بے سازنہ ساز وغیرہ

---

[۵۱] مناقب صفحہ ۸۰

اس میں اجازت نہیں ہے۔

پایۂ متوسلیں

شہر فرید میں ایک دفعہ حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ کا قیام تھا لواح شہر فرید میں یہہ مشہور ہوگیا۔ کہ یہ درویش خراسان سے وارد ہوئے ہیں اور ایسا زبان میں یمن و برکت ہے کہ جس طالب دیدار نبوی صلعم کو وظیفہ فرمادیتے ہیں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے حضرت خواجہ کا ایک قوال محمد یوسف نام قصور کا رہنے والا مدت سے دولت دیدار نبوی صلعم کا فریفتہ اور رشیدا تھا۔ یہ افواہ سنتے ہی شہر فرید کی طرف روانہ ہو چلا۔ چونکہ طالب صادق تھی اور حضرت یا ور تھے اور اپنا پیر کامل تھا۔ اسلئے یہی ارادہ اُسے مخفی کامیابی کے راستہ پر لئے جا رہا تھا۔ شہر فرید کے راستہ میں ایک کنوئیں پر وضو کے لئے ٹھہر گیا۔ یہ کنواں محمد عظیم نامی ایک درویش منش بزرگ کا تھا۔ جو نہایت صاف باطن اور بارگاہ رسیدہ اہل دل تھا۔ اُس نے میاں محمد یوسف قوال کو پہچان لیا۔ اور پیر بھائی ہونے کا رشتہ محرک گفتگو ہوا۔ جب میاں محمد یوسف کا مقصد اُس کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے کہا کہ تم ایسے بادشاہ کے مرید ہوکر اپنے پیر کا دروازہ چھوڑے جاتے ہو۔ تم کو اگر دولت دیدار نبوی صلعم کا شوق ہے۔ تو میں حضرت خواجہ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ آؤ تمہارا یہ مقصد تو میں حاصل کرا دوں۔ یہ کہکر اسی جوش کی حالت میں میاں محمد عظیم اٹھا اور محمد یوسف قوال کا ہاتھ پکڑ کنوئیں کے چکر کے قریب لیگیا۔ اور اُس کو ہدایت کی کہ درود شریف پڑھو اور اس گادھی پر بیٹھکر کنواں چلاؤ۔ چنانچہ اُس گادھی پر اُسکی حالت بدل گئی اور جس دولت کو وہ ادہر اُدہر تلاش کرتا پھرتا تھا۔ وہ اُس کے اپنے ایک پیر بھائی حضرت خواجہ کے مرید کے ذریعہ اُسکو نصیب ہوئی جو کچھ اُس نے دیکھا اور جو مکاشفات اُس کے دیدہ دل نے ملاحظہ کئے اُنکے بیان کرنے کے لئے خاص زبان اور تحریر کرنے کے لئے خاص قلم مطلوب ہیں۔

ؔ گلشن۔

اسی طرح ایک جنتی عورت مائی صابو (صاحب خاتون) نام حضرت خواجہ کی گائیں بھینسیں چرایا کرتی تھی۔ اور اُس کی یہی تمنا تھی۔ کہ دربار نبوی کے دیدار کا شرف حاصل کرے چنانچہ اپنی اس خواہش کو وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں بارہا ذکر کرچکی تھی اُس نے کہیں سے سن لیا کہ میاں اللہ یار صاحب جیوتانوی کے پاس ایسا وظیفہ ہے جس سے یہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔ اُس نے اپنے عشق میں کامیابی کے مرحلہ تک پہونچنے کے لئے یہ ارادہ کرلیا۔ کہ میاں اللہ یار کی خدمت میں حاضر ہوکر دلی مقصود حاصل کرے وہ اپنے اس ارادہ سے گھر چھوڑ کر بستی جیوتان کی طرف جارہی تھی کہ راستہ میں حضرت کے ایک آفتابہ بردار غلام محمد اعظم چنڈل کا گھر واقع تھا اُس نے مائی صابو کے غرض پر اطلاع پاکر اُس نے مائی صابو کو طعنہ دیا۔ کہ تو حضرت قبلہ عالم کے مرید ہو کر دوسرے دروازہ پر جاتی ہے۔ اُدھر آ میں تیری مراد پوری کرادوں، چنانچہ مائی صابو کا دلی مقصود جو بہت مدت سے چاہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوگیا۔[۵]
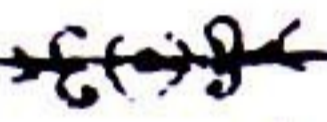
زبان خلق نواب غازی الدین[۲] ایک بہت بڑے صاحب دل مخیر اور قابل ترین ہستیوں میں سے تھے دہلی میں ان کا مدرسہ عرصہ تک مشہور رہا ہے۔ حضرت مولانا کے ممتاز ترین مریدوں میں سے تھے اس طرح گویا وہ حضرت قبلہ عالم کے پیر بھائی تھے اپنی مشہور مثنوی میں خواجہ صاحب قبلہ عالم کی نسبت حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے

گر نو لیسم جہان شود پر شور	ذکر نور محمد آن ہمہ نور
آمد اطلاق نور بر ذاتش	حق کہ ایں عالم است آیاتش

لہ گلشن ص ۵۵ نواب نظام الملک غازی الدین خان بادشاہ دہلی کے وزیر تھے صاحب علم تھے کسی وجہ سے بادشاہ ان پر ناراض ہوگیا تھا اور انکی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھرا کر ان کو نابینا کرایا تھا۔ نواب صاحب دہلی چھوڑ کر تمام ملک میں دورہ کرتے پھرتے رہے اور مکہ مدینہ سے ہو کر مہاراں شریف حضرت خواجہ کی خدمتمیں جو انکے پیر بھائی تھے سکونت پذیر ہوئے۔ مصنف اور شاعر تھے دیوان۔ مثنوی اور اسرار الابرار وغیرہ کتب انکی تصنیف سے ہیں۔ مناقب ص ۲۰۰

ہست نور محمدی زان نور — زان نہ بل آن خودش نمودہ ظہور

پیکر او تمام پیکر جان — ہست معنیش راست گوہر جان

شد زمانیکہ جانش آگہ حال — طائر شوق دل کشادش بال

گشت پروانہ سوئے شمع روان — وجد عاشق کنان و بال فشان

سوئے مجمر چو برق جست سپند — ہجر در راہ وصل راند سمند

چنگ در راہ وعدہ دل مشتاق — وقت معہود کرد قطع فراق

دست نسبت عیان کشید او را — جذب دل سوئے جان کشید او را

آمد او را ندا ز دیرانست — کہ رسیدہ است بادہ شو سرمست

بانگ نے ز نالہ دلش یکبار — کہ برون آئے. آمدت دلدار

ملک آورد در کف مالک — حق فحمداً الہ علیٰ ذلک

یافت از ہیکلش تجلی نور — سر مکنون گرفت رنگ ظہور

سلسلہ بود مستعد فیضان — چشم بر راہ سلسلہ جنبان

شمع کان بزم سوز می آراست — شعلہ از آتش نفس میخواست

داشت کشتے کہ سوختن امید. — یک اشارہ ز برق می طلبید

دل او دست دل کشے می جست — خم او وصل آتشے می جست

گوہر او ز کان استعداد — جوہرش از جہان استرشاد

خواجہ را مورد عنایت شد — مظہر لطف بے نہایت شد

او روان شد ز فیضگاہ پٹن — دولت آمد برائے او ز دکن

آن بمغرب ہمائے موج سداد — شدہ عنقائے مغربش صیاد

آن تنش از پٹن دلش ز دکن — ہمہ جا آنچہ آشکار از تن

آن دل او بہ بند فخر جہان — از ازل در کمند فخر جہان

لبسم الہش جراحتِ دل — دل بہ تیغ جنوبش بسمل

خواجہ را شد مرید با اخلاص — مورد التفات خاص الخاص

گشت از خواجہ کامیابیٔ او — دہلی آمد بہ ہمرکابیٔ او

سالہا ماند در حریم حضور — گشت مانندِ اسم خود ہمہ نور

اولیا را بود زمانِ کمال — صفت اسم خویش ظاہر حال

کارش از فخر دین گرامی شد — وارث نسبتِ نظامی شد

کرد حاصل چو رتبہ ارشاد — شد مرخص بآن خجستہ سواد

شیخ در حق او چنین فرمود — کین زما ہر چہ بودہ است ربود

نیز ارشاد ز شہ دین است — کین زمان قطب وقتِ خود این است

ہم بگفتا کہ" زین ن آرا — شدہ امید مغفرت ما را

ہم ز معنبر بزرگ جناب — حکم ارشاد یافت در پنجاب

کہ عبارت بود ز پاک پٹن — دان ہمہ ملک وقادر او موطن

شد در انجا کمالِ او شائع — گشت خورشید فیض او لامع

یک جہان یافت فیض بیعتِ او — عالمے زد در ارادتِ او

ہست امروز او مرادِ جہان — مرجع عام وخاص شیخ زمان

بندگان درش ہزار انند — بر گلشن نالہ ہزار انند

میشود بعد یک دو سال مدام — قائض بارگاہ ذوالاکرام

باد در ظل شیخ و قبلۂ ما — خلد اللہ ظلہ ابداً

مترقی باوج عز وکمال

پایہ افراز صدر جاہ وجلال

دو بزرگوں کی تصویریں

ایک

مرقع میں

یعنی حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ اور حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ کے بعض باہمی خیالات کا ذکر

حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ اور حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ دونوں ہمزماں تھے اور ہم قوم یعنی کھرل تھے اور دونوں بزرگان تعلیمی اغراض کے لئے عرصہ تک ہمسفر بھی رہے ہیں چونکہ یہ دونوں بزرگاں ہماری ریاست کے مرجع عوام مشاہیر کے پہلی صف میں ہیں اور دونوں بزرگوں کا میدان عمل ایک ہی رہا ہے ان دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کی نسبت کبھی کبھی جو خیالات ظاہر کئے وہ نہایت ہی دلچسپ خیال کئے جائیں گے۔

اگر اس کتاب کے تحریر کے وقت ایسے خیالات پر مختصر تبصرہ نہ کیا جائے۔ تو واقعی یہ کتاب ادھوری سمجھی جائے گی۔

ہم نے جہاں حضرت خواجہ نور محمد صاحب کے تعلیمی مراحل کے طے کرنے کا ذکر کیا ہے۔ وہاں حضرت خواجہ محکم دین صاحب علیہ الرحمۃ کا حضرت خواجہ کے ساتھ شامل ہو کر لاہور میں تعلیم حاصل کرنا اور پھر دہلی جانا بھی بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ محکم الدین صاحب کو حضرت خواجہ نور محمد صاحب نے ایک سفر کے اندر دھوپ میں پا پیادہ تکلیف سے چلتے ہوئے دیکھ کر اپنی سواری کا گھوڑا مرحمت فرمایا تھا۔ گویا وہ اپنے ہمعصر کی اتنی تکلیف بھی برداشت نہ کر سکے کہ وہ اس طرح گرمی کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں پیدل سفر کریں[۱]۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب السیر علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ نور محمد صاحب کے ساتھ اتنا قلبی تعلق تھا اور اس قدر عزت ان کی دل میں تھی۔ کہ انھوں نے اپنے حلقہ میں بارہا ظاہر کیا تھا کہ جب سے خواجہ نور محمد صاحب نے مجھے سواری مرحمت کی ہے اوس کے بعد پھر مجھے پیدل سفر کرنے کا کبھی موقعہ نہیں ملا اسکے ساتھ ہی اس واقعہ کو اگر زیر نظر رکھا جائے کہ ایک دفعہ سفر میں حضرت خواجہ محکم دین علیہ الرحمۃ نے ایک بستی کے باشندے سے حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے خیمہ و خرگاہ کی تکلیف اور گلا سنکر فوراً یہ فرمایا کہ اس بستی پر اولیائے کامل کا گلا ہوا ہے اس بستی کی اب خیر نہیں۔ چنانچہ اُس بستی کو بہت جلد آگ بھی لگ گئی[۲]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے صاحب السیر علیہ الرحمۃ کے دل میں کس قدر عزت اور وقعت تھی۔

اسی طرح حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

حضرت فرماتے تھے کہ "میاں محکم دین جی" صاحب ذوق و شوق اور بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ ارشاد کا باقی ماندہ حصہ بھی حسب ذیل پڑھنے کے قابل ہے۔ مگر انکے مزاج میں برداشت اور تحمل اس لئے ضرورت سے کم تھا کہ

---

[۱] مناقب ۵۲ [۲] مناقب ۸۶

انھوں نے عمر بھر مجرّدی اور تفرید میں بسر کی تھی۔

یہ بھی کہتے تھے کہ میں اور میاں محکم دین لاہور میں یکجا پڑھتے تھے۔ اور لاہور کے گلی کوچوں میں اکٹھے گداگری کرتے تھے۔ میاں محکم دین مجھ سے عمر میں کچھ بڑے تھے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرماتے تھے۔

میاں محکم دین خوب آدمی تھے تمام عمر ذوق شوق میں گذار دی۔ مگر افسوس ہے کہ انکے احباب اور مریدوں میں سے کوئی ایسا صاحب اثر نہیں رہا۔ جو اسی طرح اس فیض کو جاری رکھتا[1]

دونوں بزرگ وقتاً فوقتاً اپنے اثنا رسفر میں ایک دوسرے سے ملتے بھی رہتے تھے۔ افسوس ہے کہ انکی باہمی کسی گفتگو کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں۔ ورنہ ہم کوشش کرتے کہ ان بزرگوں کے باہمی علمی اور روحانی نکات سے ناظرین بھی مستفید ہوں بہر حال واقعات بالا سے انکی باہمی محبت اخلاص اور یگانگت کے جذبات آشکار ہیں ان دونوں کے حالات پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اثنا رسفر میں ایک بزرگ جن باصفا مخلص مرید یا معتقدوں کے ہاں قیام فرماتے تھے وہ بالعموم وہی ہوتے تھے جہاں دوسرے بزرگ قیام فرمایا کرتے تھے مثلاً بھاول پور کے قریب مولوی محمد حسین صاحب چنڑ کا مکان۔ جو حضرت مولوی غلام رسول صاحب چنڑ کے نانا تھے۔ مولوی غلام رسول صاحب چنڑ بھاولپور کے نواح میں ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔

(بستی گھلوان میں مولوی محمد گھلو صاحب کے ہاں اور سلطان پوری حافظ محمد صاحب کے مکان پر بالعموم یہ دونوں بزرگان قیام فرمایا کرتے تھے)

---

[1] مناقب صفحہ ۸

خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم مہاروی علیہ الرحمت کے سوانح کی تحریر اور ترتیب سے فراغت حاصل ہوئی میں ہاسس سال جیقدر عدیم الفرصت رہا ہوں۔ اس حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اس رسالہ کا موجودہ صورت میں مرتب کر لینا غیر ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم نے میری یاوری کی۔ اور یہ دلی تمنا کا نخل بارآور ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب کے حالات جن ماخذوں سے لئے گئے انہیں لکھنے والوں نے کوئی باقاعدہ ترتیب نہیں رکھی۔ اسلئے سوانحعمری لکھنے والے کو بعض عنوانات کے ماتحت میں مناسب واقعات کا تلاش کرنا ایسی دشواری تھی جس سے عہدہ برآہونا میرے جیسے عدیم الفرصت کے امکان میں نہ تھا۔ اس مشکل سے بچنے کے لئے میں نے بعض حالات کو باترتیب لکھکر باقی حالات کو ایک عام عنوان کے نیچے جمع کردیا ہے اور سپردقلم کیا ہے۔

یہ ایک نقش ہے جس پر موجودہ علم سوانح نویسی کے ماہرین اپنی بہترین تالیفات کی بنا اُٹھا سکتے ہیں

اب میں اس تالیف کو اپنے آقائے دولت خداوند نعمت سرکار ابدقرار ہز ہائنس حاجی کیپٹن سر صادق محمد خالصاحب بہادر عباسی پنجم کے۔سی۔وی۔او۔ فرمانفرمائے دارالسرور ریاست بہاولپور کے شکریہ کے ساتھ جنکی سرپرستی علم وہنر کا شہرہ زمانہ بھر میں ہے اور جنکی نمک خواری کا مجھے ہفت پشت سے شرف حاصل ہے اور جنکے عہد مبارک میں ریاست نے جدید ترقیات علمی وعملی کے دور میں نمایاں حصہ لیا ہوا ہے

ختم کرتا ہوں

اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کا سایہ ہمیشہ خاندان عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت عباسؓ) پر مبسوط رکھے اور ریاست بہاولپور کو روزافزوں ترقی اور آبادی کے وسائل سے بہرہ اندوز فرمائے۔ اور رعایائے ریاست کو اپنے آقائے

دولت کی مخلصانہ جان نثاری اور بے وفاداری کے زیورات سے ہمیشہ آراستہ و پیراستہ رکھے۔ اور ارکان دولت عباسیہ کو اپنے شمع ریاست کا پروانہ رکھے۔ آمین۔

میری یہ محنت اور یہ تالیف ادھوری رہیگی اگر میں اپنے ان بزرگان محترم کا اظہار شکریت اور اعتراف الطاف سے قاصر ہوں جنکے سہارے پر میں یہ قلمی یادگاریں مرتب کر رہا ہوں اور اپنے وطن اور ملت کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ حضرت والد ماجد قبلہ مولانا الحاج مولوی محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز بہاولپوری کی کسی توجہ کا میں بیان نہیں کرسکتا۔ میرے ان علمی کاموں میں حضرت محترم کا دست امداد اسیطرح شامل ہے جس طرح ان کا بزرگانہ سایہ میری زندگی کا مشعل راہ ہے اور میرے سر پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سایہ کو بہت دیر تک قائم رکھے۔ میرے بزرگ اور محترم چچا قبلہ و کعبہ حضرت حاجی محمد عبدالرحمن صاحب مدظلہ سوداگر اعظم بہاولپور اور قبلہ مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب دام مجدہ پنشنر سررشتہ دار فوج سوداگر بہاولپور کی دلی توجہات اور بزرگانہ محبت میرے علمی مشاغل میں ہمیشہ میری ممد اور معین رہی ہے۔ دعا ہے کہ ان بزرگان کا دست شفقت ہمیشہ میری امداد میں رہے اور ان کا سایہ عاطفت اور ظل حمایت اس ناچیز کے سر پر ہمیشہ سلامت رکھے اور میرے یہ بزرگان ہمیشہ اپنے دینی اور دنیاوی مقاصد میں کامیاب اور ممتاز ہوں۔

میں اُن احباب اور بزرگوں کا بھی دل سے ممنون ہوں جو میری علمی خدمات کو استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں اور فی الواقع ان کی دلچسپی اور حوصلہ افزائی میرے لئے شب و روز محرک تالیفات جدید کا کام دے رہی ہے اور انکی محبت آلود نگاہیں میرے دماغ پاشی اور عرق ریزی کے جذبات کیلئے وہ کام کر رہی ہیں جو لوہے کیلئے مقناطیس کرتا ہے۔ اگرچہ میری عدیم الفرصتی اور بے بضاعتی کی وجہ سے یہ تالیف حقیر کسی خاص پایہ کی کتابوں میں شمار نہ کیجائیگی تاہم یہ ایک محنت ہے اور سلسلہ تاریخ مشاہیر ریاست بہاولپور کی ایک اہم کڑی ہے جس سے کبھی انکار نہ کیا جاسکے گا۔ اور اس بنا پر میں اپنی ناچیز محنت کو زیادہ قدر و قیمت کا مستحق خیال کرتا ہوں۔ شعر

در سفالین کاسۂ رنداں بخواری منگرید	کین حریفان خدمت جام جہان بین کردہ اند

خاکسار محمد حفیظ الرحمن حفیظ حفیظ منزل بہاولپور

۲۰ اگست ۱۹۲۷ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۴۶ھ

سلسلہ عزیزیہ کی کتابوں کی فہرست

صبح صادق اس کتاب میں مخلص الدولہ۔ حافظ الملک۔ رکن الدولہ۔ نصرت جنگ۔ سیف الدولہ۔ نواب سر صادق محمد خانصاحب بہادر چہارم عباسی جی سی ایس آئی مرحوم مغفور سابق فرمانروائے ریاست بہاولپور کی زندگی اور عہد حکومت کے مفصل حالات اور انتظامات پر بحث کرنے کے علاوہ ریاست بہاولپور کا جغرافیہ اور حکمران خاندان کی دلچسپ قدیم تاریخ بھی بالاجمال درج کی گئی ہے شجرہ خاندان عباسیہ اور نواب صاحب مرحوم کی تصویر نے اس کی کتاب کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔

۲۔ مثنوی نور و نار یہ ایک شاہزادہ کا قصہ ہے جو فردوس آشیان نواب حاجی محمد بہاول خان صاحب بہادر عباسی پنجم مرحوم مغفور فرمانروائے ریاست بہاولپور نے تالیف فرمایا تھا۔ اور اس مختصر قصہ کو حضرت عزیز بہاولپوری نے نظم کی صورت میں لکھدیا تھا۔ آتش پرستی اور توحید کا دلچسپ مقابلہ پر اسلام کی خوبیاں ایک دلآویز طرز میں دکھلائی گئی ہیں۔

۳۔ الحبیب حضور پرنور سرور عالم فخر اولاد آدم علیہ السلام سید الابرار نبی المختار شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی مختصر مقبول عام سوانحعمری شریف ہے۔ اس کتاب کے تالیف کے صلہ میں مولف ناچیز کی سرکار ابد قرار دام اقبالہ و ملکہ فرمانروائے بہاولپور نے نہایت ہی قدردانی فرمائی ہے اور اصحاب علم نے اس کتاب کے متعلق نہایت ہی حوصلہ افزا اور اعلیٰ خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

۴۔ فرامین مقدس یہ مختصر رسالہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ الحبیب کا ایک ضمیمہ ہے۔ الحبیب میں دعوت اسلام کا ایک عنوان درج ہوا تھا۔ یہ رسالہ اسی عنوان کا تکملہ ہے اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات اور فرامین کو جمع کیا گیا ہے جو بسلسلہ دعوت حق شاہان عرب و عجم اور امرا عالم کے نام معرض تحریر میں لائے گئے تھے۔ خطوط عربی عبارت میں ہیں اور انکے ترجمہ اور حواشی اضافہ کرنے سے ان کو عام فہم بنا دیا گیا ہے۔ اعلیحضرت سرکار ابد قرار دام اقبالہ و ملکہ فرمانروائے ریاست بہاولپور نے اس کتاب کی نہایت قدر فرمائی ہے اور مولف ناچیز کو انعام خاص سے ممتاز فرمایا ہے۔

۵۔ تمدن بہاولپور اس مختصر کتاب میں ریاست بہاولپور کی صد سالہ تمدن اور طرز معاشرت پر جدید طرز تحریر میں تبصرہ کیا گیا ہے سرکار بہاولپور نے اس کے مطالعہ پر جن بیش بہا اور قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ ذیل کے ارشاد عالی سے ظاہر ہیں۔ جو یکم مارچ ۱۹۴۲ء کو صادر ہوا تھا۔

از پیشگاہ سرکار عالی

آج یہ کتاب موسوم تمدن بہاولپور بدولت کے ملاحظے سے گزری۔ مصنف مولوی حفیظ الرحمٰن نے

بھاولپوری تمدنی زندگی پر روشنی ڈال کر یہاں کے لٹریچر میں اضافہ کیا ہے۔

۶۔ نعت عزیز یہ کتاب فارسی۔ اردو اور بھاولپوری زبان کے بعض مولود شریف مناجات۔ اور نعتوں کا مجموعہ ہے بہ نعتیہ نظمیں حضرت قبلہ مولٰنا الحاج مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیز بھاولپوری مدظلہ العالی نے اپنے بعض دوستوں کی فرمائش اور تقاضے پر لکھکر ان کو دیں مولف ناچیز خاکسار محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ نے ان کو نہایت محنت اور تلاش سے جمع کرکے طبع کرایا ہے یہ مجموعہ ملک میں نہایت مقبولیت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے شاعرانہ نازک خیالی کے علاوہ ہر ایک زبان کے سلیس طرز ادا نے عجیب دلچسپی پیدا کر دی ہے بھاولپوری زبان میں سوز وگداز محبت اور محبوبیت کا لٹریچر اس چھوٹے سے مجموعہ میں جمع کیا گیا ہے اس کی قدر اہل ایمان اور عاشقان محبوب خدا ہی کر سکتے ہیں۔

۷۔ مختصر تاریخ تاجداران ریاست بھاولپور یہ کتاب ریاست بھاولپور کے بانی اور فرمانروا خاندان عباسیہ کی مختصر تاریخ اور موجودہ فرمانروا کیپٹن ہز ہائی نس رکن السلطنت نصرت جنگ مخلص الدولہ حافظ الملک سیف الدولہ عالی جناب نواب مستطاب حاجی سر صادق محمد خانصاحب بہادر خامس عباسی کے سی وی او تاجدار بھاولپور کی مختصر سوانحعمری مع تصویر و نقشہ ریاست بھاولپور و شجرہ خاندان عباسی پر مشتمل ہے۔

مولف ناچیز نے اس کتاب کو مرتب کر کے جب بندگان عالی متعالی دام اقبالہ و ملکہ کے حضور میں پیش کیا۔ تو حضور ممدوح دام اقبالہ و ملکہ نے اس کتاب کو مطالعہ فرما کر نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور مولف ناچیز کی حوصلہ افزائی کے لئے مندرجہ ذیل ارشاد صادر فرما کر عزت بخشی

از پیشگاہ سرکار عالی

اسوقت تک ریاست کے حالات پر کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں صرف سرسری واقعات کے سوا تاریخی نقطۂ نظر سے کوئی مکمل ذخیرہ موجود نہیں ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ اشاعت ملک کی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے اور تاریخی واقعات و روایات قومی عمارت کے سنگ بنیاد ہوتے ہیں محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بھاولپوری نے سلسلہ اشاعت تاجداران بھاولپور شروع کر کے دوسرے تعلیمیافتہ نوجوانوں کے لئے ایک عمدہ مثال قائم کی ہے اور حضور اینجانب خیال کرتے ہیں کہ بہترین دل و دماغ آئندہ نسلوں کے لئے ہر شعبہ میں مکمل ذخیرہ بہم پہونچانے کی ہرممکن کوشش کریں گے۔ لہذا حضور اینجانب مصنف مذکور کے لئے اس اشاعت کے صلہ میں..... انعام منظور کرتے ہیں۔ اصل ہذا بہر ادائیگی انعام از مسالگرہ بخدمت جناب چیف منسٹر صاحب بہادر مرسل ہو۔ تحریر ۹ رجب سنہ ۱۳۵۲ھ

اس کتاب کو سررشتۂ عالیہ تعلیم ریاست بھاولپور نے اپنے نصاب تعلیم میں بھی داخل فرما دیا ہے یہ بھی مولف ناچیز کیلئے مقام فخر ہے۔

۸۔ ذکر خیر درحالات حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ یہ کتاب سلسلہ مشاہیر ریاست بھاولپور کے ایک کڑی ہے جو حضرت خواجہ محکم الدین صاحب اویسی۔ قادری حنفی۔ شہید کھرل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں علاوہ حالات و سوانح عمری حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ کے ان کا شجرہ خاندان۔ اور نقشہ خانقاہ و تفصیل مزارات کا ایک خاکہ بھی دیا گیا ہے۔ اور تمہید کتاب میں تصوف کا فلسفہ بھی سپرد قلم ہوا ہے۔ معتقدان حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ میں یہ کتاب نہایت ہی پسند کی گئی ہے۔

خاکسار **محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ**۔ حفیظ منزل بھاولپور

نوٹ۔ یہ جملہ تصانیف ناچیز مع سلسلہ سی حفیظ منزل بھاولپور کے پتہ سے طلب کی جا سکتی ہیں اور بازار صادق گنج بھاولپور کے پتہ سے حضرت قبلہ مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب سوداگر سے منگائی جا سکتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر خیر

در حالات حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ حاجی پیر محکم دین صاحب اویسی قادری حنفی شہید حصرل صاحب السیر سیر فی بادشاہ علیہ الرحمۃ والغفران

کے حالات زندگی

مؤلفہ

ابو الحسنات مولینا الحاج مولوی محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز بہاولپوری

جسکو

خاکسار محمد حفیظ الرحمن حفیظ بہاولپوری نے ترتیب دیکر معہ اضافہ دیباچہ مورخہ ۱۵؍ فروری سنہ ۱۹۳۲ء اپنے مطبع

عزیز المطابع الیکٹرک پریس بہاولپور

میں چھپوا کر شائع کیا

بار دوم — قیمت ۸/ — تعداد ۵۰۰

Zikr-e-Khair
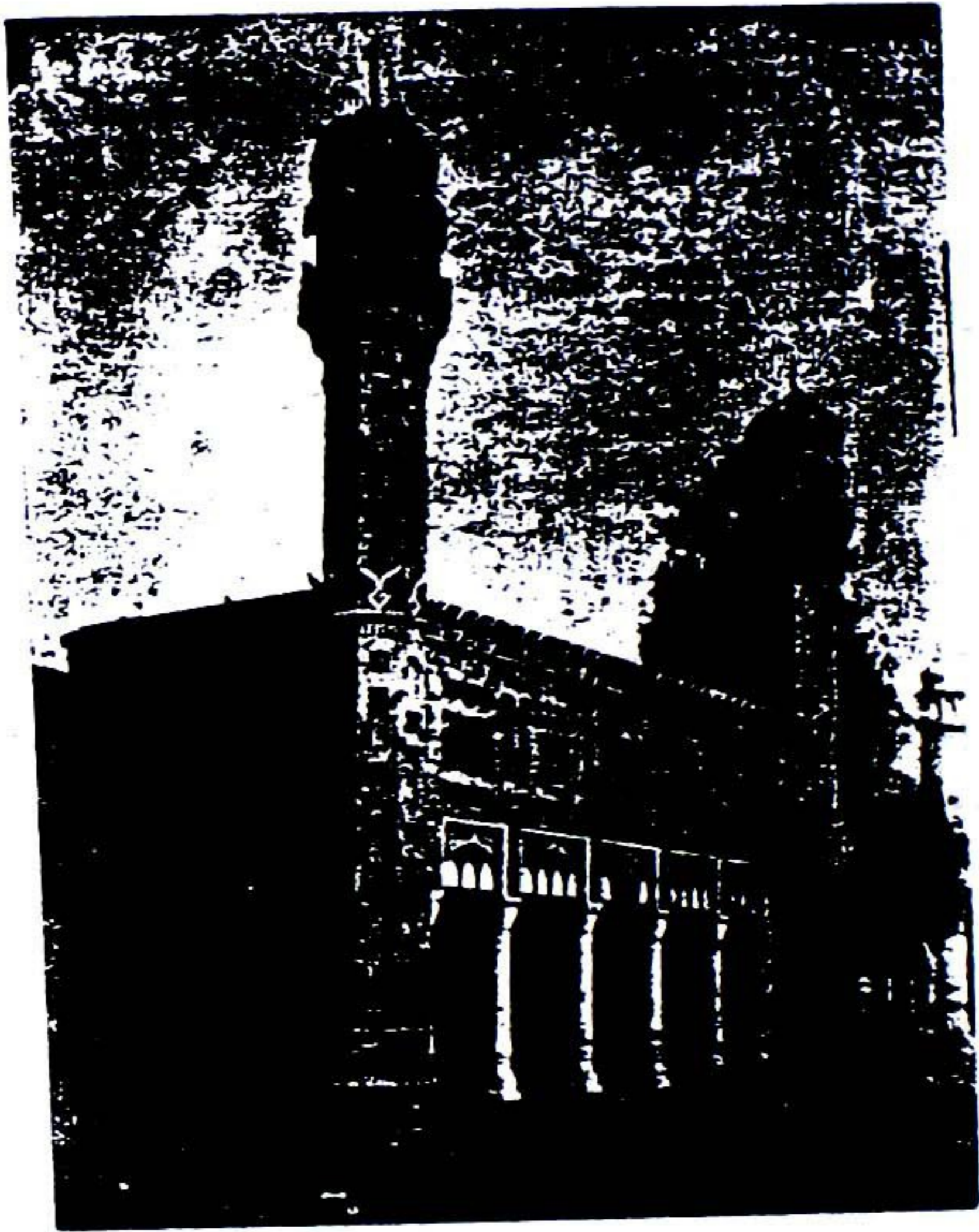
KHANQAH SAHIB-US-SAIR

دیباچہ طبع ثانی

دیباچہ طبع ثانی ۔ قمری سال ہجری ۱۳۴۴ھ (اگست ۱۹۲۵ء) میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میں نے لکھے جو دیباچہ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۲۵ء (۲۲ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ) کے ساتھ
طبع ہوا ۔ اس کے بعد مسلسل حدود مملکت خداداد بہاولپور کے کئی ایک بزرگان دین کے حالات شائع ہوئے پہلے یہ خیال بھی نہ تھا کہ ذکر خیر کی مطبوعہ کاپیاں جلدی ختم ہو
جائیں گی اور طبع ثانی کی ضرورت جلدی محسوس ہوگی سلسلہ عزیزیہ کی کتب بہت سی ہیں پہلے الحبیب سوانح مبارک حضور سیدنا و مولانا نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ ختم ہو گیا ابھی اس کی طبع ثانی
کا اہتمام ہو رہا تھا کہ ذکر خیر کے خریداروں کے جذبات شوق کو دیکھ کر اس کی طباعت ثانی کی کیفیت پیش آئی ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۶۶ھ تک جو حالات پیش آئے ان کا تذکرہ متن کتاب میں نہیں ہو سکتا
خاص ضرورت بھی تھی کہ دیباچہ طبع ثانی لکھ کر شامل کیا جائے کچھ عرصہ تک کتاب کا مسودہ کتابت کے بعد اس دیباچہ کے انتظار میں پڑا رہا کیونکہ میری طبیعت ناساز تھی اب حق تعالیٰ کے
فضل و کرم سے اچھا ہوں اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے مقابل میں خانقاہ دروضہ کا جو نقشہ دیا گیا تھا۔ وہ اس وقت کے لحاظ سے مکمل تھا۔ خانقاہ اس وقت زیر تعمیر تھی اور
اس کے مینار جیسا کہ نقشے سے ظاہر ہے چھت کی سطح سے بلند نہ ہوئے تھے اب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور ساتھ ہی مسجد شریف کی تعمیر بھی سجادہ نشین حضرت خلیفہ امام بخش صاحب
مدظلہ نے مسلسل کوشش اور کثیر المقدار مصارف سے نہایت شاندار و قابل دید مکمل کر لی ہے حضرت سجادہ نشین صاحب کی یہ مردانہ ہمت اور دنیا کو کوشش ہمیشہ کے لئے ان کی
یادگار رہے گی اور ان کے نام کو قیامت تک زندہ رکھے گی اللہ تعالیٰ جناب سجادہ نشین صاحب مدظلہ کی عمر دراز فرماوے اور ان کے مقاصد دینی و دنیاوی پورے فرماوے
خانقاہ پر زیادہ لاگت نقش و نگار کا کام ملتانی کاشی کا ہے فرش پر سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے مسجد شریف کی بھی اب تکمیل ہو چکی ہے خانقاہ پر انوار کے متعلق تو لاکھوں
بزرگوں کی زیارت و چلہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے لیکن مسجد شریف کی یادگاری عظمت اور تاریخی منزلت بھی کچھ کم نہیں بعض اولیاء امت نے اس مسجد شریف میں اعتکاف
فرمایا اور چلے کاٹے ریاضت و مجاہدات کے مشاغل جاری رہے ہزاروں علماء وقت نے اس کے منبر پر چڑھ کر اپنے فصیح و بلیغ وعظ و نصیحت سے خلق خدا کو
مستفید فرمایا۔

اس مسجد اور صحن خانقاہ میں سرپرستان خانقاہ خلفاء محترم کی عمریں گذریں کتب میں ہزاروں طلباء علم دین کے زیور سے آراستہ ہوئے ان حالات کے پیش نظر یہ ضروری
معلوم ہوتا تھا کہ بجائے دستی نقشے خانقاہ شریف کی عکسی تصویر شامل کر دی جائے چنانچہ قدرت نے اس ارادہ کی تکمیل میں مساعدت کی ۔ اور آج ہم اس متبرک
کتاب کا دوسرا ایڈیشن ناظرین کرام اور معتقدین محترم کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں لاکھ لاکھ سجدہ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے
ناچیز بندہ پر عصیاں کو ایک کامل ولی اور عارف باللہ کے حالات دوسری دفعہ شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی

۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو | وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

خاکسار:-
محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاولپور
مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء

(۶)
دو ازی چیہ آنے میں کتاب ہذا خریدی گئی۔ محمد حسن خاں میرانی
بہاولپور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرِ خیر در حالاتِ صاحب السیر علیہ الرحمۃ

دیباچہ

(از قلم مولانا حفیظ الرحمن حفیظ .... مہتمم سلسلہ عزیزیہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین
صاحب المعراج والکتاب المبین سیدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین

اما بعد ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سلسلہ تالیف کو یہ عزت حاصل ہے کہ ریاست بہاولپور کے علمی حلقات میں خاص پذیرائی رکھتا ہے۔ اعلیٰحضرت خدیوِ محترم فرخندہ آسمان جاہ سپہر پایگاہ حضور پرنور نواب بہاولپور نے اس سلسلہ کی سرپرستی فرمائی ہے اور ہر ایک کتاب کے متعلق ایسے حوصلہ افزا اور نوازش آمیز الفاظ ثبت فرمائے ہیں کہ خود بخود طبیعت میں جوشِ عقیدت پیدا ہو کر ایسی کتابیں لکھنے اور ترتیب دینے کی طرف مائل کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور فیض گنجور کو اپنی قدر دانی و ذرہ نوازی سمیت صحت و عافیت کے ساتھ سلامت و برقرار رکھے اور عمر و دولت میں روز افزوں ترقی مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔ محکمہ جلیلہ تعلیم ریاست بہاولپور نے بھی اس سلسلہ کی تالیفات کو خاص قدر دانی کی نظر سے دیکھا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی کتابوں کو مدارس میں درج نصاب کیلئے تو درجہ منظوری عطا فرمائی ہے۔ انعامِ طلباء میں بیشتر حصہ اس سلسلہ کی کتابوں کا قبول فرمایا ہے۔ اس سلسلہ کی تازہ ترین تالیف مختصر تاریخ تاجداران بہاولپور کو نصاب تعلیم میں رائج فرمایا ہے۔ اور دوسری کتابوں کے متعلق بھی اسی قسم کے حوصلہ افزائی کی تدابیر در پیش ہیں۔

اس لیے میں عالی جناب مستطاب حضور مولانا المحترم مولوی غلام حسین صاحب بہادر ہوم منسٹر (وزیر تعلیم) ریاست بہاولپور کا خاص طور پر ممنونِ الطاف ہوں جن کی ذرہ نوازی اور مردم شناسی کے ذریعہ ریاست بہاولپور کے بہترین توقعات ذاتِ محمودہ سے وابستہ ہیں۔

یہ کتاب اس سلسلہ کی آٹھویں کڑی ہے۔ ریاست بہاولپور کے تمام طبقات میں حضرت خواجہ محکم الدین صاحب سیرانی بااحترام کے خاص عظمت کی جاتی ہے۔ خاندانِ شاہی اس بزرگ اور اس کے جانشینوں کے ساتھ دلی عقیدت اور نیاز رکھتے ہیں۔ عوام میں تو یہاں تک بھی مشہور ہے کہ حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم دین سیرانی بادشاہ نے فرمانروائے بہاولپور کے سر پر اپنے ہاتھ

سے دستار بند ہوا کر دعا فرمائی تھی۔ کہ فقیر کی یہ درویشانہ دستار قیامت تک اس خاندان میں قائم رہے گی۔ اور ہمیشہ ریاست۔ علم دولت۔ انصاف۔ اور دین پروری کے جذبات سے مالا مال اور آباد رہے گی۔

اس دستار کے متعلق بھی کئی ایک روایات مشہور ہیں۔ مگر ان کو تاریخی حیثیت سے معیار صحت پر لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بہر حال علاوہ شاہی خاندان کے تمام باشندگان بہاولپور کو حضرت خواجہ صاحب کے کمالات کا ہمیشہ اعتراف رہا ہے۔ عقیدت مند اصحاب نے حضرت خواجہ کے ذکر کو اپنے مجالس کا بہترین شغل بنایا ہوا ہے۔

میرے والد ماجد بزرگوار کو بہت عرصہ سے تمام ریاست بہاولپور کے مشاہیر کی ایک مکمل تاریخ لکھنے کا خیال تھا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے بہت کچھ ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ انہی ایام میں مولوی محمد انور صاحب فیروز چوہدری مرحوم مغفور نے جو ایک عالم نوجوان اور ریاست بہاولپور کے قابل ترین اشخاص میں سے تھے۔ اس سلسلہ کو اپنی جوان ہمتی سے لکھنا شروع کر دیا۔ مولوی صاحب کے اس ہمت کو دیکھ کر میرے والد جناب مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیز نے ان کا دلی محبت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اور اپنے مسودات کا بہت بڑا حصہ بھی انہیں تفویض کر دیا۔ مولوی صاحب مرحوم نے حضرت خواجہ حافظ ثانی **غلام فرید صاحب** فریدی کے حالات پر ۱۹۱۹ء میں ایک کتاب **گوہر شب چراغ** کے نام سے شائع بھی کرائی تھی۔ جس نے اہل علم طبقہ میں خاطر خواہ قبولیت حاصل کی تھی۔ مرحوم نے دوسرے بزرگوں اور مشاہیر کے سوانح کا سلسلہ جلد جلد شائع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ مرحوم نے نوجوانی میں افسوس ہے اپنے تمام عزیزوں اور تمام احباب کو داغ فرقت دے کر آرام کیا۔ اور یہ تمام یادگار ارادہ بھی ان کے ساتھ کچھ عرصہ کے لئے دفن ہو گئے۔

اگرچہ مرحوم مغفور کے بھائی منشی محمد اکبر صاحب بی اے کے علمی جذبات کچھ کم نہیں ہیں۔ اور وہ اس ارادے کی تکمیل بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ سرکاری خدمت اور اہم فرائض منصبی میں اس قدر منہمک اور مصروف ہیں کہ اس کام کے لئے فارغ وقت نہیں نکال سکتے۔

میں نے اس سلسلہ میں **حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ** کے سوانح کے متعلق جس قدر مسودات گھر میں موجود تھے جمع کر کے حضرت والد ماجد بزرگوار کے خدمت میں عرض کیا کہ ان کو ترتیب کر دیا جائے۔ تاکہ یہ شائع ہو جائیں۔ میرے والد ماجد بزرگوار کو بھی عدیم الفرصتی کی بڑی شکایت ہے۔ جیسے کہ جناب منشی محمد اکبر صاحب بی اے کی نسبت ظاہر کی ہے۔ مگر میں نے اس کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ جس وقت جناب موصوف گھر میں آرام کے لئے لیٹ جاتے تھے تو میں مسودہ کا ایک حصہ پڑھ کر سناتا جاتا تھا اور وہ مناسب ترمیم اور اصلاح کر دیتا تھا۔ اس طرح کئی مہینوں کی مسلسل محنت سے یہ مجموعہ کتاب کی صورت میں چھپنے کے قابل ہو گیا ہے۔

میں نہایت ممنون ہوں گا اگر دوسرے حضرات بھی تمام بزرگان عظام کے سوانح عمریوں کا ایک مکمل سلسلہ شائع ہو جائے اس کے متعلق میں اپنی سرگرم کوششوں کو جاری رکھنے کا وعدہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی امداد غیبی کا محتاج ہوں ۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

خاکسار محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاولپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

عاشقان جلوہ جمال جہاں افروز کا مذہب اور کشتگان خنجر جلال برق سوز کا مسلک ہر شخص کے اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے۔ نہ ہر ایک طبیعت۔ مذاق اور تخیل کا آدمی اس راستہ میں گامزن ہونے کی ہوس کو کامیاب کر سکتا ہے۔ یہ وہ جانگداز۔ دشمن۔ دشوار گذار۔ اور پرخطر راہ ہے کہ بڑے بڑے صاحب تاب و تواں۔ اہل دل۔ مرتاض اور مجاہد لوگ اپنی طاقتیں اور نام و نشان مٹا کر رہ گئے۔ پتہ بھی نہ چلا۔ کہ وہ سرفروش بزرگ کس آن پر فریفتہ ہوئے۔ اور فطرت کے کس شان پر قربان ہو گئے۔ اس راستہ پر چلنے کے واسطے خاص ہی لوگ منتخب کئے جاتے ہیں۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ‌ ‌ ‌ ‌ ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

یہ کھیل ہی ایسا مشکل ہے۔ کہ اس میں سرفروشی۔ جانبازی۔ دل دادگی۔ جنون۔ بیخودی کی منزلیں ابتدائی مشق سمجھی جاتی ہیں۔ دل جان و تمام دنیا کے سیم و طلا جن کو لوگ بڑی سے بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ مذاہب کا سنگ بنیاد سلطنتوں کے استحکام کا ذریعہ۔ جوانوں کی شجاعت اور ہمت کا مدار اسی پر خیال کیا جاتا ہے۔ علوم عقلی اور فنون تمدنی کی تمام کامیابی ان کے سکون اور طاقت پر منحصر سمجھتے ہیں جس دل کو زندگی کے تمام مقاصد کا مبنیٰ و مرکز خیال کیا جاتا ہے۔ وہی دل اس شاہراہ حقیقت میں ایک سنگ راہ سے زیادہ ہستی نہیں رکھتا۔ اور اس میدان پرشور میں پہلی چیز جو قربانی کے لئے پیش کی جاتی ہے وہ یہی دل ہے۔

درد رہ الفت لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ‌ ‌ ‌ ‌ شرط اول قدم آں است کہ مجنوں باشی

دل کی قربانی کے بعد جان پر کھیل جانے کا مرحلہ پیش آتا ہے۔ یعنی دل اور جان دونوں اس جنس بے بہا کا ابتدائی بیعانہ ہیں خدا معلوم اس میدان قیامت زار میں قدم رکھنے والوں کے سر میں کیا سودا سمایا ہوا ہے۔ اور ان کے پیش نظر کیا مقصد ہے۔ کہ تمام دنیا اور اس کی دلفریب نعمتیں۔ زندگی اور اس کی دلکش لذتیں ان دیوانوں کے لئے سامان وحشت بن جاتی ہیں۔ خوشیاں زہر آلود مصائب کی صورت میں ان کو نظر آنے لگتی ہیں۔ دولت۔ عزت اور جوانی کی تمام امنگیں جسکو عابد فریب سمجھا جاتا ہے۔ ان کی نگاہوں میں ان کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہ جاتی۔

آبادیاں ان کے لئے وحشت ناک جنگل کا نمونہ ہوتی ہیں۔ آسائشیں ان کے زخم دل پر نمک پاشی کا سامان مہیا کرتی ہیں شہروں کے نظر فریب نظارے۔ غنچہ و گل کے دلچسپ چہچہے چمنستان عالم کے عطر بیز فوارے۔ مال و دولت کی محبت۔ اہل و عیال کی الفت

میدان علم کی شہسواری ۔ کشورِ عمل کی شہریاری ان کی نگاہوں میں ذلیل ہو جاتی ہیں ۔ سنسان جنگل اور اس کی تنہائیاں ۔ پر جوش دریا اور اس کی گہرائیاں ۔ وحشی درندے اور ان کی ستم آرائیاں ان لوگوں کیلئے سامان تفریح بہم پہنچانے کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں ۔ اس وادیٔ پر خار کی حسرت انگیز منزلیں باوجود جانکاہ ہونے کے بھی ان طالبانِ حقیقت کو حوصلہ افزا سبق دیتی ہیں ۔ گو مشقت آمود ریاضت کے تواتر سے تھک تھک کر ہمتیں پست ہو جاتی ہیں ۔ شبانہ روز مراقبوں اور تنہائی کے افکار کی وجہ سے اعضاء اور جوارح ٹوٹ ٹوٹ کر جواب دیتے ہیں ۔ فاقہ کشی شب بیداری اور پیہم آہ وزاری کی وجہ سے مایوسیاں اور طرح طرح کی بیماریاں سنگ راہ ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور مقصد کے مشکلات کو زبانِ حال سے یوں بیان کرتی ہیں ۔

غافل مشو کہ تا در بیت الحرام عشق ۔ صد منزل است و منزل اول قیامت است

مگر سینے میں جو چنگاری موجود ہے وہ نہیں بجھتی ۔ یہ تمام مشکل افزا مصائب اس پر تیل ڈال ڈال کر مزید گرمجوشی کا موجب بن جاتے ہیں ۔

جب کبھی کوئی مشکل انہیں مایوسی کی تصویر پیش کرتی ہے ۔ اور تلخ کامی مقاصد جب کوئی ناکامی کا پیغام سناتی ہے ۔ تو فوراً حقیقت طلبی کا فرشتہ ان کے کانوں میں منزل مقصود کے قرب کا مژدہ پھونک دیتا ہے ۔

بس کہ عمر بہ بیہودہ بگذشت حافظ ۔ بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب

سرفروشان محبت اس راستہ میں مر مر کر نئی زندگیاں پاتے ہیں ۔ اور مشکلان دربارِ معرفت ان مصائب میں فنا ہو ہو کر بقائے دوام کا دُرِ مقصود حاصل کرتے ہیں ۔

حقیقت کا یہ مرتبہ راز اور حسنِ ازل کی یہ آشوب گرم بازاری عجیب شان رکھتی ہے ۔ اس کی امید فزا پیغام نے ہزاروں زندگیوں کو ختم کر دیا ۔ اور حسرت انگیز مایوسیوں نے لاکھوں مردوں کے جسم میں جان ڈال دی ۔ جس طرح یہ حوصلہ شکن تیشہ زنی اور خوشگوار بادیہ پیمائی کا حامی ہے ۔ بعینہٖ اسی جذب و جوش کے ساتھ دریا کا راز جبین فرسائی اور خرد آمیز جبہ سائی کا دشمن ہے ۔

امید و بیم کا یہ دلکش اور جگر گداز قانون صدیوں اور قرنوں سے دنیا پر حکومت کر رہا ہے ۔ اور ہم جیسے بے حس اور غافل ہستیاں اس سے ناآشنا ہیں ۔

کائنات کا صحیفۂ فطرت تمام دنیا کو ہر وقت اپنے مطالعہ کی دعوت دے رہا ہے ۔ مگر کتنی آنکھیں ہیں جو اس نظارہ کی تاب لا سکیں اور کتنے دل ہیں جو اس صحیفۂ فطرت کے مطالعہ کے اہل سمجھے جا سکتے ہیں ۔

ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی ۔ نے قانونِ فطرت کے صحیح مطالعہ کی تعلیم دی ہے ۔ اس کی بنیاد اسی خوف و رجا پر قائم ہے ۔ الایمان بین الخوف والرجاء کے معانی کو کچھ انہی رمز شناسان حقیقت نے سمجھا ہے کہ بے انتہا ریاضت ۔ متواتر صوم و صلوٰۃ کی پابندی ۔ شب بیداری ۔ حج ۔ زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات ایثار کے باوجود بھی دل کے اندر عبادت کا ناز پیدا نہیں ہوتا ۔ اور باوجود بے شمار گناہوں کے ارتکاب اور انہماک معاصی کے خوفناک طوفان کے بھی دل میں سے رحمت ایزدی کی آس نہیں جاتی

صوفی

اس ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں غلامانِ نبوی اور پیروانِ مصطفوی میں سے دنیائے اسلام میں ہزاروں ایسے اہل کمال پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی روحانی بصیرت اور خداشناسی کی شمع لے کر اسلام کے جہاز کو اس شبستانِ ضلالت میں اسطرح کامیابی کے ساتھ چلایا۔ کہ دنیا محوِ حیرت ہے۔

جسطرح خلفاء راشدین۔ صحابہ کبار۔ تابعین تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شریعت غرا کے صراط مستقیم کو واضح کرنے میں اپنی علمی اور عملی طاقت صرف کی اور مفسرین محترم نے کلام الہٰی کے غوامض و نکات پر روشنی ڈالی۔ اور محدثین محتشم نے اشتقاقات اور افعال نبوی صلعم پر تحقیق و تنقید کے تبصرے لکھے۔ اور استنباط اور تطابق کے گتھیاں سلجھائیں۔ فقہائے کرام نے اپنی نکتہ رس طبیعت اور دقیقہ سنج ذہن کے ذریعہ اپنے کمال تجربہ سے مسلمانوں کے تمدن۔ معاشرت اور عبادات اور معاملات کے لحاظ سے شرعی شاہراہ کو صاف اور روشن کردیا۔ بعینہ اسی خلوص اور دلی جذبات محبت کے ساتھ ایک نہایت برگزیدہ علماء باعمل کی جماعت مقدس نے اپنی روحانی کمالات کے ذریعہ باطنی انوار کے دریا بہائے۔ اور شریعت بیضاء کے صراط مستقیم پر چلکر شاہراہ حقیقت کے منازل کو روشناس طالبان صادق کردیا اور صحیفہ فطرت کے گہرے مطالعہ سے گنجینہ عرفان سے بجیاں پاکر محتاجوں کو مالا مال کردیا۔ شمع حقیقت کے یہ پروانے۔ محبوب ازلی کے دیوانے۔ گلستان معرفت کے یہ باغبان اور اسرار فطرت کے رازدان صوفی کہلاتے ہیں جنہوں نے سنسان خانقاہوں میں عمر بھر ریاضت۔ فاقہ کشی۔ عبادت و شب بیداری کے ذریعہ ہدایت کے چراغ روشن کئے جن کی شعاعوں نے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک نور معرفت پھیلا کر دنیا کو منور کردیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے علمی مراحل طے کرنے کے بعد میدان قال کو چھوڑ کر وادی حال میں قدم رکھا۔ علمی ثقاہت دنیوی وجاہت۔ حب جاہ و حشمت ہوس شہرت کے جذبات کے ساتھ ساتھ اپنی دستار فضیلت اور منبر تقدس کو بھی خیرباد کہی۔ دنیا و مافیہا کو صرف ایک دلی اور پیالے کے عوض فروخت کرکے ہادیہ پیمائی اور تنہائی کے خارزار کو اپنا نشیمن بنایا۔ اور عمر زمانہ کے شبانہ روز ریاضت شاقہ۔ متواتر مراقبات و مجاہدات کے ذریعہ بزم سلطانہ کا صحیح پتہ معلوم کیا۔

ان لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد یہی قرار دیا۔ اور اس مقصد تک پہنچنے کے لئے جن مشکلات کا ان کو سامنا ہوتا رہا ان کی داستانیں ہمارے اسلامی لٹریچر کا بہت بڑا ذخیرہ مہیا رکھتی ہیں یہ صائم الدہر قائم اللیل ہستیاں۔ یہ دنیا اور دنیا کے تمام دھندوں سے بے خبر اور آزاد افراد وہی ہیں جن کی قبریں مقاصد دنیا کے لئے کعبہ مقصود سمجھی جاتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آپ ہمیشہ اجمیر۔ سرہند دہلی لاہور۔ ملتان۔ پاکپتن۔ بہاراں۔ اوچ۔ تونسہ۔ کوٹ مٹھن اور سیہون شریف کے عرس پر تشنگان وصال مرشدی کے ہزاروں بے تاب دل جمع دیکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ ان گدڑی پوش فقراء کے مزارات پر خلق خدا کا ہجوم معائنہ کیا کرتے ہیں۔ ان شہروں کو بھی بزرگان محترم کے مزارات کی وجہ سے شرافت کا تمغہ حاصل ہے اور ہر شخص اجمیر کو اجمیر شریف اور سرہند کو سرہند شریف کے لفظ سے یاد کرتا ہے۔

آپ نے کبھی اس سوال پر بھی غور کیا۔ کہ ان فاقہ کش۔ کنگال۔ بے نام و نشان۔ بے کس و بے بس بزرگوں کی خاک میں کس

چیز نے یہ مقناطیس کا اثر ودیعت کر دیا ہے۔ بادشاہوں کے بھی عالیشان بیشمار مقبرے موجود ہیں حکام وقت۔ دانایان عہد طاقتوران زمانہ کی نشانیاں ہونگی۔ان کو تو کوئی دیکھتا تک نہیں۔ مگر یہ مٹی بلا کی کشش رکھتی ہے۔ یہ فقط زندگی کی ان کمائیوں کا پھل ہے۔ جو ان بزرگوں نے دنیا کے اندر اور دنیا سے بیزار رہ کر حاصل کی۔اسی مشغلہ کو تصوف کہا گیا ہے۔ اور ان جملہ بزرگوں کو صوفیائے کرام کے محبت آمود نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

علوم جدیدہ اور تصوف

جدید علوم کے سیلاب نے تصوف کی اصطلاح اور اس کے اغراض و مقاصد کو فلسفہ کا ایک پیچیدہ مسئلہ قرار دیکر تخیل کا جولانگاہ بنا دیا ہے۔یہ تمام بحثیں محض زبان اور قلم کے لیے دلچسپی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں رکھتیں۔ مگر مذہب اسلام کی خدمت اور اشاعت کے لحاظ سے علمبرداران تصوف نے جو جو کارنمایاں کئے ہیں وہ کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

نہایت فصیح اور بلیغ پیرایہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شریعت اسلام کی ظاہری حقیقت اور احکام کی پابندی کا نام ہے۔ اور تصوف روحانی اور باطنی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کا نام ہے۔ اس مجموعہ کو حقیقت اور مجاز بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دلچسپ اسلوب بیان ہے کہ شریعت ایک علم کا نام ہے اور تصوف اس کے عمل کا نام ہے۔ یعنی یہ مجموعہ علم و عمل اسلام کے دو بنیادی اصول ہیں۔ بہرحال اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صوفیائے کرام نے مذہب اسلام کے حقیقت کو روشن کرنے میں بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ آغاز اسلام سے لے کر بارہویں صدی ہجری کے آغاز تک تمام دنیائے اسلام میں ان بزرگوں کے روحانی برکات اور باطنی فیوض کی وجہ سے خلق خدا کے دلوں میں ایمان کی روشنی خاص طور پر جلوہ آرا رہی ہے۔ سینوں میں محبت اور محبت کے مقدس جذبات اور جذبات میں نور حقیقی کی جھلک ان کے انفاس زکیہ تصرف باطنی اور نمونہ علم و عمل کی وجہ سے رونما رہی ہے۔

اب بھی اس قسم کی شمعیں موجود ہیں۔ مگر طالبان حقیقت کی نگاہیں ایسی رسا نہیں رہیں کہ ان کو جلدی پہچان سکے۔ پھر بھی کوئی گوشہ آبادی ایسے بزرگوں سے خالی نہیں خیال کیا جا سکتا۔ چشم بینا اور نصیب یاور اور ذہن رسا کی ضرورت ہے۔

ریاست بہاولپور ہمیشہ اس قسم کے بزرگان حرم کے فیضان عام سے مستفیض رہی ہے۔ دنیائے اسلام میں سب سے بڑا مرکز روحانیات اور قدیمی مدرسہ معرفت ہندوستان میں **اوچ شریف** رہا ہے۔ جو اسی ریاست میں واقع ہے اور بھی متعدد مقامات مزارات اور خانقاہیں ریاست میں موجود ہیں۔ جن کو مرجع عوام اور ملجاء خواص سمجھا جاتا ہے۔ (ان تمام بزرگوں کے متعلق ایک علیحدہ رسالہ زیر تحریر ہے) گیارہویں صدی ہجری کے آخیر حصے میں بہاولپور کے گرد و نواح میں اسی قسم کے ایک بزرگ کا فیضان عام شہرت خاص رکھتا تھا۔ اور یہ خطہ ریاست اس بزرگ کی تجلیات شبانہ روز کی وجہ سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔

یہ مختصر رسالہ انہیں بزرگ والا کے حالات مبارک پر مشتمل ہے۔ اس بزرگ سے ہماری مراد حضرت خواجہ محکم دین صاحب

اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جن کو ہمارے ملک میں عام لوگ صاحب السیر اور سیرانی بادشاہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور
جنکا مزار مبارک بہاولپور سے چھ میل جانب جنوب واقع ہے۔

وجہ تحریک

اس رسالہ کی تحریر کا ارادہ اسوقت مجھے اپنے محترم اور قابل عزت مرحوم و مغفور دوست مولوی ابو سعید محمد
انور صاحب فیروز خیرپوری ثم بہاولپوری کے مساعی کی تکمیل کے خیال سے پیدا ہوا ہے۔

مرحوم علیہ الرحمۃ ہمارے بہاولپور کے علم دوست نوجوانوں میں ایک خاص مذاق رکھتے تھے۔ وہ علمی مشاغل میں اپنی عمر
کے آخری لمحہ تک منہمک اور معروف رہے تھے۔ لٹریری دنیا کا فرض ہے۔ کہ اس جوانمرگ عالم کی کوئی نہ کوئی یادگار قائم کرے
مرحوم ریاست بہاولپور کی تاریخ کے ہر ایک پہلو پر نہایت گہری اور وسیع نظر رکھتے تھے۔ وہ ریاست بہاولپور کے نوجوانوں
میں ایک علمی جذبہ پیدا کرنے کے دل سے متمنی تھے۔ وہ ریاست بہاولپور کی ایک نہایت مفصل تاریخ مرتب کرنا چاہتے تھے۔
مشاہیر ریاست کے سلسلہ میں انہوں نے سنہ ۱۹۱[illegible]ء میں ایک بزرگ صوفی۔ شاعر حضرت خواجہ حافظ حاجی غلام فرید
صاحب فریدؒ کے حالات پر اپنے احباب اور معتقدین صاحب کے متواتر تقاضہ پر ایک باتصویر خوشنما اعلیٰ طباعت و کتابت
کا ۸۰ صفحہ کا رسالہ گوہر شب چراغ کے نام سے شائع بھی کیا تھا۔ وہ اس سلسلہ میں تمام موجودہ اور گذشتہ بزرگوں
کے حالات زندگی لکھ کر شائع کرنا چاہتے تھے اور اس غرض کے لئے انہوں نے وسیع پیمانے پر حصول معلومات کا کام شروع کیا ہوا
تھا۔ مگر ان کی بے ہنگام موت نے اس کام کو ادھورا چھوڑوا دیا۔

نہایت افسوس ہے کہ اس بے نظیر باہمت عالم مورخ نے عین عالم جوانی میں صرف ۳۲ سال کی عمر بسر کر کے عرصہ
تک عارضہ بواسیر خونی میں مبتلا رہ کر ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۲[illegible]ء کو انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے دیکھا کہ مرحوم مغفور علیہ الرحمۃ کے وجود سے ہمارا بہاولپور خالی ہوگیا ہے۔ مگر علمی دنیا میں ان کے مساعی جمیلہ
سے جو تلاطم پیدا ہو چکا ہے۔ وہ کبھی نہیں مٹ سکتا۔ ایک مخلص دوست کا فرض ہے کہ اپنے دوست کے اعلیٰ مقاصد کو پورا
کرنے کی کوشش جاری کر دے۔ اور اسطرح سے ان کی بہترین یادگار کے علاوہ اس اعلیٰ تاریخی نظام کا سلسلہ بھی مکمل ہوتا جائیگا
جسکو مرحوم نے شروع کیا تھا۔ چنانچہ اس رسالہ کو میں ان کے سلسلہ مشاہیر کے مقصد کی تکمیل کے خیال سے مرتب کر رہا ہوں۔

۱؎ اگرچہ مرحوم مغفور کے حالات زندگی علیحدہ مرتب ہو کر شائع ہونگے۔ لیکن اس موقعہ پر میں مرحوم کے قطعات تاریخ انتقال میں سے ایک قطعہ
درج کرتا ہوں جو ہمارے محترم دوست مولوی شیخ محمد صاحب سلمہ نے جو محکمہ تعلیم ریاست بہاولپور کے ایک ممتاز افسر ہیں اپنے ایک دوست سے
لکھایا تھا۔

زہے اس خوش فاضل وہ عطارد پیکر — مرگیا آہ بواسیر کے صدمے سہکر — پنجشنبہ کے ہو کل سنے یہ فریاد و فغاں — التجا کی کہ لکھوں سال وصال دلبر
نہو ماتم کیلئے بزم عزا میں اتری — چرخ سرگشتہ ہوا چاک گریباں ہوکر — یخ کر وہ سے تاریخ ساوہ تحرید — سیر جنت کو گیا یار محمد انور ۱۳[illegible]ھ

دوسری وجہ تحریک جو میرے لئے اس رسالہ کی تکمیل کا بڑا باعث ہوئی وہ میرے سعادت مند نجستہ اطوار لخت جگر فرزند برخوردار محمد حفیظ الرحمن حفیظ کا متواتر تقاضہ ہے۔ برخوردار سلمہ ربہ کو تصنیف و تالیف کا بہت ہی شوق رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مضمون پر کوئی نہ کوئی رسالہ لکھنے کی کوشش میں محو رہتا ہے۔ اور ملک کے لٹریچر میں اس کی ہمت اور مصروفیت سے بہت مفید اضافہ ہو رہا ہے۔ اس نے میرے پرانے مسودات میں سے اس رسالہ کے متعلق تمام میٹر کو جمع کر کے مجھے صبح و شام تقاضہ کیا۔ کہ میں ان ٹکڑوں کو مرتب کر دوں۔ چنانچہ یہ رسالہ موجودہ صورت میں اسی کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے۔

ماخذ اس رسالہ کے تحریر میں مندرجہ ذیل کتابیں میری زیر نظر رہی ہیں۔ (۱) لطائف سیریہ مؤلفہ مولوی جیون صاحب دا جلی۔ د مولوی علی مردان صاحب ملتانی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھی ہوئی ہے۔

(۲) خزینۃ الاصفیا۔ مرتبہ مفتی غلام سرور صاحب لاہوری (۳) حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار۔ مرتبہ قاضی امام بخش صاحب جامپوری

(۴) انگریزی گزیٹر ریاست بہاولپور۔ مولفہ ملک محمد دین صاحب

ان کتابوں میں مختصر تذکرہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا درج ہے۔

(۵) پنجاب چیفس انگریزی۔ مؤلفہ سر لیپل گریفن صاحب بہادر۔ اس کتاب میں سے قوم کھرل کے حالات اخذ کئے گئے ہیں۔

ان کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ مصالحہ لطائف سیریہ سے حاصل کیا گیا ہے۔ جو سالم کتاب اسی بزرگ کے حالات میں لکھی گئی ہے۔ باقی حالات میں نے حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی خانقاہ مبارک سے معلوم کئے ہیں اور کچھ حالات کئی ایک سن رسیدہ بزرگوں سے بھی حاصل کئے ہیں۔

مگر حق یہ ہے کہ حضرت خواجہ بیرانی صاحب علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری لکھنے کے لئے جس قسم کے معلومات کی ضرورت تھی وہ نہیں میسر آئی بہرحال ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ جو کچھ بھی مل سکا ہے اس کو اپنے مذاق اور مروجہ طریق کے موافق ترتیب دیا گیا ہے۔ ناظرین رسالہ کی عام اطلاع اور اہل ارادت معتقدین سلسلہ کی روحانی ضیافت اور استحکام تصور کے لئے میں نے خانقاہ مبارک کا ایک مرقع ٹائیٹل پر بنوا دیا ہے۔ اور اندرونی مزارات کی تفصیل ظاہر کرنے کے لئے ایک نقشہ بھی بنظر وضاحت منسلک کر دیا ہے۔ شجرہ خاندان بھی شامل کیا گیا ہے۔

اور اس کے متعلق میں اعلحضرت مخدوم محترم شیخ خواجہ میاں امام بخش صاحب مدظلہ اویسی خلیفہ و سجادہ نشین دربار ویسی کا نہایت ہی مشکور ہوں۔ کہ جناب موصوف نے کمال دلچسپی اور مہربانی کے ساتھ میری التماس پر تمام حالات اور اصل شجرہ سے مجھے مستفیض فرمایا۔ (خاکسار محمد عزیز الرحمن عزیز حفیظ منزل۔ ۱۸ اگست ۱۹۲۵ء ۸ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ بہاولپور

(بقیہ ص) مرحوم کی حسرت بھری زندگی کا نظارہ ان کے ایک شعر سے ہو سکتا ہے۔

یا من صبر میں آئے تو کیا جا ہم نے   بڑا پایا ہاتھ جو گل کی طرف پہنچے کانٹے

۔۔ قبر کے کتبہ کے متعلق ان کی وصیت تھی کہ لوح تربت پر حیات نصب اور لکھا جاوے۔ اللھم اغفرہ وارحم علیہ ۱۲ عزیز

نام محکم الدین نام تھا بوجہ سلسلہ حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے ان کو خواجہ کہتے تھے۔ یہ لفظ آج تک تمام اولاد اور سجادوں کے ساتھ بولا اور لکھا جاتا ہے۔ اپنی عام سیاحت اور عمر بھر کے سفروں کی وجہ سے سیرانی بادشاہ مشہور تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کو صاحب السیر بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ زہر خورانی کی وجہ سے انتقال ہوا تھا۔ اس لئے شہید بھی کہا جاتا ہے۔

بلحاظ سلسلہ بیعت و ارادت قادری حنفی تھے مگر چونکہ ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ رسول حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی بیعت حاصل تھی اس لئے حضرت کو اویسی کہا جاتا تھا۔ ذات کے کھرل[1] تھے۔

ان تمام خصوصیات کو شامل کرنے کے بعد حضرت کا پورا نام یہ ہے۔ صاحب السیر حضرت خواجہ حاجی پیر محکم الدین اویسی قادری حنفی شہید کھرل سیرانی بادشاہ علیہ الرحمۃ والغفران

ولادت جس قدر تذکرے نظر سے گذرے ہیں ان میں ولادت کی کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ مگر حضرت سجادہ نشین صاحب اور دیگر سن رسیدہ اصحاب نے حضرت کی عمر مبارک ساٹھ برس کے قریب بتلائی ہے۔ اگر اس عمر کو مدنظر رکھ

---

[1] راجپوت قوم کی ایک مشہور شجاع دلیر اور یہی شاخ ہے۔ اس قوم کا شجرہ نسب چندر بنسی خاندان کے مشہور راجہ کرم فرمانروائے ہستنا پور سے ملتا ہے۔ یہ قوم اضلاع گوگیرہ۔ لاہور۔ جھنگ۔ ساہیوال۔ کوٹ کمالیہ ملتان اور بہاولپور میں پھیلی ہوئی ہے۔ ریاست بہاولپور میں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ اور حضرت صاحب السیر علیہ الرحمۃ اس خاندان سے ہیں۔ اور ان کے جانشین بہت بڑی زمین اور جاگیروں کے مالک ہیں۔ اس خاندان کے بعض لوگ ریاست کے بڑے ملکی مذہبی عہدوں پر ممتاز رہے ہیں۔ مثلاً قاضی مفتی وغیرہ میرے محترم دوست مولوی محمد مشتاق صاحب بی اے اسسٹنٹ سیکرٹری سرکار بہاولپور بھی اسی قوم کے ممتاز ممبر ہیں۔ مؤلف،

لیا جائے۔ اور تاریخ رحلت ۱۱۹۶ھ کو مدنظر رکھ لیا جائے تو سن ولادت قریب قریب ۱۱۳۷ھ کے ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم مہاروی علیہ الرحمتہ فرمایا کرتے تھے کہ محکم الدین اور میں لاہور میں اکٹھے پڑھا کرتے تھے محکم دین مجھ سے عمر میں بڑا تھا چونکہ حضرت مہاروی کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں ۷ ذی الحجہ شریف ۱۲۰۵ھ کو ہوا۔ اور ولادت ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کو ہوئی تھی۔ تو اس لحاظ سے بھی قریباً پانچ سات سال ان سے عمر میں بڑے ہونے کی صورت میں ۱۱۳۵ھ کے قریب سن ولادت قیاس کیا جا سکتا ہے۔

بچپن اور تعلیم

لطائف سیریہ میں لکھا ہے کہ حضرت نے ۱۰ سال کی عمر میں معمولی درسی کتابوں کا دور ختم کر لیا تھا۔ اور اس عمر میں شرح عقاید علامہ تفتازانی تک کی کتابیں پڑھ ڈالی تھیں۔ حضرت کا بچپن اور تعلیم کا زمانہ حضرت کے مرشد اور عم زاد بھائی حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ دہلی میں بسر ہوا۔ اس لئے یہ یقینی نتیجہ ہے کہ حضرت کو حضرت مولانا مولوی خواجہ فخر الدین صاحب فخر جہاں دہلوی علیہ الرحمتہ سے شرف تلمذ[1] حاصل رہا۔ اور تکمیل علوم عربی اسی جگہ ہوئی۔

علم ظاہری اور باطنی کے متعلق جیسا کہ آئندہ لکھا جائیگا۔ حضرت اپنے عم زاد مرشد اور استاد خواجہ عبدالخالق صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے فیضیاب کمال ہوئے تھے۔ مگر تعلیم دستی دینی دہلی میں حاصل کی تھی۔ مولوی محمد[2] صاحب کوٹ مٹھن والے جو بہاول پور کے مدرسہ عربیہ میں پڑھاتے تھے شرح عقائد نسفی کے مشکل مقامات کا حل حضرت سے کرایا کرتے تھے۔ اور حکیم غلام[3] مرتضیٰ صاحب نے شرح چغمینی کا ایک نہایت مشکل مقام حضرت کے فیض سے حل کیا تھا۔

سراپا

حضرت سرو قد بلند و بالا تھے۔ رنگ گندم گوں۔ سر کے بال نہ زیادہ گھنے اور نہ بالکل کم۔ پیشانی نہ زیادہ کشادہ نہ تنگ۔ چہرہ مائل بفراخی۔ آنکھیں متوسط۔ پلکیں نوکدار۔ آنکھ کی سفیدی بہت سفید۔ اور سیاہی نہایت سیاہ۔ ناک لمبی۔ ابرو غیر پیوستہ۔ ڈاڑھی چھوٹی۔ لب معتدل۔ دانت باریک۔ آواز نحیف و ملیح۔ کان ذرا لمبے اور گوشت دار۔ تمام اعضاء خوشنما اور سڈول۔ کانوں میں سوراخ بھی تھے۔ دائیں ہاتھ کے دنبالہ پر ایک تل بھی تھا۔ لمبی گردن۔ سینہ کشادہ۔ پیٹ اور سینہ برابر تھے۔ انگلیاں نازک۔ ناخن سرخ۔ ایک انگلی (بنصر) کا ناخن ٹوٹ کر پھر اگا ہوا تھا۔ اسی لئے وہ ممتاز طور پر محسوس ہوتا تھا۔ رانیں کسی قدر گوشت دار۔ پاؤں لمبے ۱۶ سولہ انگل لمبی جوتی پہنا کرتے تھے[4]۔

چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی

لباس

حضرت صافہ باندھتے تھے۔ کبھی کبھی صوفیائے کرام کی مخصوص ٹوپی قادری بھی پہنا کرتے تھے۔ شلوار بھی پہنتے تھے

---

[1] انہیں مولانا کی خدمت میں حضرت کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم مہاروی بھی تعلیم ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے تھے۔ یہ بزرگ استاد بزرگان وقت اور مرجع خلق اللہ تھے۔

[2] لطائف سیریہ صفحہ ۲۳ [3] لطائف سیریہ صفحہ ۲۵ [4] لطائف سیریہ صفحہ ۳۹

اور سونے چاندی کے زیورات کو بھی نہ چھوتے تھے۔ قلت طعام۔ قلت منام۔ قلت کلام عادت[1] ہو گئی تھی۔ حج شریف کا سفر پاپیادہ فرمایا۔ ہمیشہ پیادہ اور اکثر تنہا اس سفر میں رہتے[2] تھے۔

ہمیشہ مجرد رہے۔ اس لئے حضرت کی اپنی اولاد نہیں ہوئی۔ بھتیجی اور بھتیجوں کی اولاد وارث اور سجادہ نشین ہوئی۔ اپنی تجرید کے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ "بر فقیر از تجرید و بے تعلقی و وحشت و تفرید در اوائل عمر چناں حال بود کہ اگر فقیر از تاب آفتاب بسوئے درختے میل رفتن میکرد درخت از من میگریخت"۔

بے تعلقی کی یہ انتہائی منزل ہے۔ کہ انسان دھوپ کی تمازت سے درخت کے سائے میں جانا چاہے۔ تو درخت اس کے لئے وحشت کا سبق آموز ہو۔ اور انسان کو اس سے متمتع ہونے سے باز رکھے[3]۔

ملتان کے ایک خدا رسیدہ بزرگ خاتون حضرت مائی سپوراں نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں اپنی لڑکی کی نسبت کے لئے عرض کیا۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا۔ کہ "مائی سپوراں! فقیر کی منی جل گئی ہے۔ یہ ایک ذو معنی لفظ تھا۔ منی بمعنی انانیت و تکبر . . . . اور منی بمعنی مادہ تولید و تناسل اس فصیح فقرے کے جواب سے اپنے عقد کرنے سے معذرت[4] فرمائی۔ اس تجرد کی وجہ سے اب تک مزار شریف کے اندر عورتوں کا جانا ممنوع[5] ہے۔

ابتداء عمر سے چونکہ اپنے عم زاد بھائی کے ساتھ دہلی میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ اور عمر کا دوسرا حصہ بھی بالعموم سیاحت و سفر میں بسر ہوا تھا۔ اس لئے حضرت کی زبان ہندوستانی (اردو) ہو گئی تھی۔ اور آخر عمر تک یہی زبان بولتے رہے تھے۔ سفر میں ہمیشہ۔ کوزہ۔ رسی۔ مصلیٰ۔ مسواک۔ سرمہ۔ کنگھی ہمراہ رہتی تھی[6]۔

سواری ایک گھوڑا بھی زیر سواری رہا کرتا تھا۔ اس گھوڑے کا نام توکل تھا۔ اسی طرح ایک اونٹ بھی سواری کے لئے حضرت نے رکھا تھا۔ اس اونٹ کا نام درگاہی تھا۔

عادت مبارک یہ تھی۔ کہ جب کبھی سفر میں سواری ساتھ ہوتی۔ تو اس کے لئے گھاس خود بھی کھودتے تھے۔ اگرچہ گھوڑے کا سائیس میاں یوسف مامور تھا۔ لکھا ہے کہ گھوڑا توکل بھی فقیری وجہ سے اکثر گریہ کی حالت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ گھوڑا اپنی حالت وجد میں مست تھا۔ کہ میاں یوسف سائیس نے دیر تک اس کے گلے میں باہیں ڈال کر اظہار محبت کیا۔ اس عمل سے میاں یوسف پر بھی ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس نسبت سے میاں یوسف کو عام طور پر میاں توکل کا مرید کہا جاتا[7] تھا۔

اونٹ کی نسبت بھی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ چنانچہ سفر میں ایک دفعہ درگاہی اونٹ ہمراہ تھا۔ ایک مقام پر مسجد شریف میں حضرت فروکش ہوئے۔ تو خدام نے اونٹ کو مسجد کے احاطہ میں ایک درخت جال کے ساتھ چرنے کے لئے

---

[1] لطائف صفحہ ۹ [2] لطائف صفحہ ۹ [3] لطائف صفحہ ۱۵ [4] لطائف صفحہ ۱۵ [5] لطائف صفحہ ۱۱ [6] لطائف صفحہ ۳۶ [7] بہاولپور گزیٹر انگریزی صفحہ ۱۸۲

[8] لطائف صفحہ ۱۵ [9] لطائف صفحہ ۹

سردی کے موسم میں ایک دُھسّہ اکثر کندھے پر رکھ کر سفر فرماتے تھے۔ مسنون لباس سے عمر بھر تجاوز نہیں فرمایا۔ سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہتی تھی[1] ایک دفعہ ایک مرید نے خلدار توسیلہ کی شلوار پیش کی۔ اس کو قبول فرما کر استعمال فرمایا[2]

غذا

بہت سادہ غذا پسند فرماتے تھے۔ کبھی تکلف نہ خود کرتے تھے اور نہ کسی تکلف کرنے والے میزبان کے ہاں مہمان ہوتے مریدوں، مہمانوں، میزبانوں اور خدام کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ ابلے ہوئے چاول (خشکہ) اکثر کھایا کرتے تھے غذا میں گھی برائے نام ڈالا جاتا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ میاں مقبول محمد نے خشکے میں ذرا گھی زیادہ ڈال دیا۔ تو اُس پر ناراض ہوئے[3] کھانا بہت ہی کم کھاتے تھے۔

مسوڑہ (عدس) کی بے روغن دال بھی حضرت کی پسندیدہ غذا تھی۔ ایک دفعہ گھر میں دال کچھ مرغن پکی ہوئی سامنے لائی گئی دال چکھ کر فرمایا۔ کہ کھانے میں اگر تحفت کی یہی حالت رہی۔ تو فقیر آئیندہ گھر میں نہ آیا کریگا[4]۔ بھنے ہوئے دانے بہت پسند کرتے تھے

ایک مرید دادیوترہ نے حضرت کے لئے اپنی زراعت میں جسکا ابھی تک سرکاری محصول ادا نہ کیا جا چکا تھا۔ کچھ خوشے زراعت سے توڑ کر حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک کھونی (جوار طرف گلی) میں چھپا رکھے تھے۔ افسران سرکاری کو اس سرقہ کا پتہ مل گیا۔ انہوں نے جب آکر اس کھونی کی تلاشی لی۔ تو اس میں کچھ بھی نہ تھا[5]۔

ایسا بھی اتفاق ہوا۔ کہ دو مریدوں نے ایک ہی وقت کے کھانے کی دعوت کی تو حضرت دونوں مریدوں کے ہاں ایک ہی وقت میں ماحضر تناول کرنے میں مصروف دیکھے گئے[6]۔

ایک دفعہ ایک کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زمیندار نے کنوئیں پر گاجروں کا ٹوکرا لاکر دھویا۔ اور صاف کر کے چلا گیا۔ خلیفہ محمد وارث صاحب نے پس ماندہ پتوں میں سے چھوٹی چھوٹی افتادہ گاجریں چن کر پیش کیں۔ تو بہت مزے سے اُن کو کھایا۔ اور فرمایا۔ محمد وارث، وقت تو اس طرح بھی گذر جاتا ہے۔ کیوں انسان تکلف اور تکلیف برداشت کرے[7]۔

عام بزرگوں کا طریق ہے۔ کہ ریاضت اور سلوک کے مراحل میں اعلیٰ قسم کے کھانے اور ٹھنڈے پانی سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو منجملہ اسباب تنعم سامان آسائش اور مانع تقویٰ سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت ہمیشہ ٹھنڈا پانی استعمال فرماتے تھے۔ اور اس کے متعلق ایک لطیف پیرایہ ظاہر فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ ٹھنڈا پانی پی کر بے اختیار زبان سے شکر الٰہی کے کلمات نکلتے ہیں اور ایسے کلمات دلی جذبات کا اظہار کرتے ہیں[8]۔

عام حالات

سنت نبوی صلعم کی ہمیشہ پابندی کرتے تھے۔ علماء کے مجالس میں ہمیشہ خوشی کے ساتھ شریک ہوتے تھے سادات کے ساتھ بہت ہی نیاز سے پیش آتے اور ادب کرتے تھے۔ روپیہ پیسہ کو کبھی ہاتھ نہ لگاتے تھے

---

۱ لطائف صفحہ ۲ ۲ لطائف صفحہ ۱۲۳ ۳ لطائف صفحہ ۳ ۴ لطائف صفحہ ۲۳ ۵ لطائف صفحہ ۴۴ ۶ لطائف صفحہ ۱۹۰
۷ لطائف صفحہ ۱۳۳ ۸ لطائف صفحہ ۱۴۴

چھوڑ دیا۔ حضرت نے جب اونٹ کو مسجد شریف کے جال کے ساتھ دیکھا۔ تو فرمایا۔ میاں رہا ہی یہ جال مسجد شریف کی ہے اونٹ نے فوراً جال کھانا چھوڑ دیا۔ اور اپنا منہ پھیر کر دوسری طرف کر لیا۔

معراج کمال

حضرت کے کمالات کا یہ عالم تھا۔ کہ جب دہلی میں حضرت قبلہ خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر و مرشد سے وطن واپس آنے کے لئے اجازت طلب کی۔ تو ان کو حضرت مرشد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مزید قیام کرنے کا ایماء کیا۔ اور نماز مغرب کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ فلاں محلہ میں ایک مخفی بزرگ کا مزار مبارک ہے۔ اس پر جا کر زیارت اور حصول سعادت کا شرف حاصل کرو۔ اس بزرگ کا حال کسی کو معلوم نہیں ہے حضرت قبلہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیل ارشاد کی۔ مگر جب اس مخفی بزرگ کے مزار پر پہنچے تو وہاں پہلے ایک شخص کو موجود پایا۔ حضرت نے زیارت کے بعد واپس جا کر پیر مرشد سے ذکر کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس مزار اقدس پر حضرت خواجہ محکم الدین صاحب سیرانی پہلے پہنچ چکے تھے۔[1]

ایک اور ذکر بھی عام طور پر زبان زد ہے۔ کہ جس وقت قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ کے ارشاد و ہدایت سے ان کے دو خلفاء اعظم یعنی حضرت خواجہ سلیمان علیہ الرحمۃ تونسوی اور حضرت خواجہ عاقل محمد صاحب کوٹ مٹھن والے فارغ ہو کر اجازت لے کر اپنے مساکن کو واپس آئے۔ تو حضرت خواجہ سیرانی علیہ الرحمۃ نے ان دونوں بزرگوں سے دریافت فرمایا۔ کہ ہمارے بھائی صاحب (حضرت قبلہ مہاروی علیہ الرحمۃ کو بھائی کہا کرتے تھے)۔ انہوں نے آپ کو کیا کیا تبرک عطا فرمایا ہے۔ ان حضرات نے تمام عملیات کا ذکر فرمایا۔ اور ایک ایک نقش کے متعلق بھی کہا۔ کہ ایک نقش بھی مرحمت ہوا ہے اس نقش کو دیکھ کر حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ اگر اس نقش میں ایک نقطہ یہاں (ایک موقعہ پر اشارہ فرما کر) بڑھا دیا جائے۔ تو صاحب نقش دولت دنیا سے ہمیشہ کے لئے مستغنی ہو جائیگا۔ اور اگر ایک نقطہ اس موقع پر بڑھا دیا جائے۔ تو صاحب نقش مرجع سلاطین رہے گا۔ چنانچہ دونوں بزرگوں کی استدعا کے مطابق حضرت خواجہ نے وہ نقاط نقوش میں اپنے ہاتھ سے بڑھا دیئے۔ چنانچہ اسی کی وجہ سے بارگاہ تونسہ شریف میں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں ہے لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہے۔ اور کوٹ مٹھن شریف کے سجادہ کے عموماً رئیس اور نواب مرید ہوتے رہے ہیں۔[2]

---

[1] لطائف صفحہ ۲۵ [2] لطائف صفحہ ۴۸

باب دوم

درسِ معرفت

جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ حضرت اپنے عمزاد[1] بھائی استاد اور مرشد حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق صاحب اویسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دہلی میں حضرت مولانا فخرالدین فخر جہاں دہلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں شامل درس ہوا کرتے تھے۔ اور انہیں کے اسی سلسلہ میں جب حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا رشتہ بھی منسلک ہو گیا۔ تو اس کی وجہ سے حضرت کے مجاہدے اور ریاضت میں اور بھی سرگرمی پیدا ہو گئی۔ اب ہمتوں تنہائی اور فاقہ کشی میں گذارنے لگے۔ انوار قدسیہ کے فیوض سے ہمارا شہسوار اپنے میدان میں بہت تیزی سے گامزن ہو کر منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگا۔ سالوں کی منزلیں اپنی محنت شاقہ اور پیر و مرشد کی توجہ کرامت سے دنوں میں طے ہونے لگیں۔

اب حضرت مرشد نے مرید کی ہمت کو بلند اور خوف خانی کو وسیع دیکھ کر سخت سے سخت ریاضت کا ارشاد فرمایا۔ اور حکم دیا کہ حضرت صاحب چاولیا[2] علیہ الرحمۃ کی خانقاہ مبارک پر جا کر چلہ کرو۔ اس چلہ کے شرائط جوان ہمت مرید کو

---

[1] حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اویسی رحمۃ اللہ [illegible] حضرت خواجہ محمد دین صاحب [illegible] بھائی تھے [illegible] صاحب وجد و سماع ذوق و شوق [illegible] تھے [illegible] بیعت حضرت کی [illegible] حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] علوم ظاہری [illegible] تمام عمر [illegible] ارشاد [illegible] حضرت شیخ عبدالحکیم صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے [illegible] حضرت شیخ عبدالحکیم صاحب نے میاں گلشن محمد صاحب کو اپنے حلقہ بیعت میں لیا [illegible] باطنی کا حصہ حضرت [illegible] تصوف کی جناب میں ہے۔ وہاں حاضر ہو کر اپنا حصہ حاصل کرو۔ اور خواجہ عبدالخالق صاحب کو فرمایا کہ تم اپنے مسکن پر جاؤ [illegible] تمہارا حصہ اس بزرگ کے سپرد ہوا ہے وہ وہیں آ کر تم کو تمہارا حصہ عطا فرمائیں گے۔ یہ کہہ کر رخصت فرما دیا۔ [illegible] خواجہ عبدالخالق صاحب اس ارشاد کی تعمیل میں اپنے مسکن پر واپس آ کر وظائف و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ اویس بن عامر قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت اور بیعت سے مشرف کیا۔ اسی وقت خواجہ صاحب پر عالم بے خودی طاری ہو گیا۔ تین روز تک برابر اسی حالت مستی میں رہے۔

عام طور پر حضرت پر حالت وجد [illegible] کی طاری رہتی تھی لیکن اسم ذات سن لیتے تو تڑپ جاتے۔ اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی بے ہوش ہو جاتے بعض اوقات تو نماز کے ارکان بھی ادا کرنے مشکل ہو جاتے حضرت کی وفات [illegible] میں ہوئی مزار حضرت کا ایک بستی مبارک پور نامی میں جو بخشن خان ریلوے سٹیشن (سمہ سٹہ پنجاب ریلوے) کے قریب ریاست بہاولپور میں واقع ہے اور مرجع عوام ہے۔ (خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ [illegible])

[2] شیخ چاولیا بزرگ علیہ الرحمۃ اولیائے متقدمین میں سے ہیں لکھا ہے کہ شیخ چاولیا علیہ الرحمۃ راجہ دیپال کے لڑکے تھے [illegible] ابتدائے اشاعت اسلام میں ملتان اور اس کے نواح کا [illegible] راجہ دیپال کا ایک بیٹا چاؤ اور ایک بیٹی رانی کنگن بس کے نام سے موسوم تھی کنگن بس کے نام پر اس نے ایک قصبہ ککن پور نام آباد کیا تھا جو آج تک چونیاں کی تحصیل میں مشہور ہے۔ خلفائے عباسیہ کے [illegible] سندھ کے ملک میں [illegible] تو اس وقت راجہ دیپال کی حکومت تاراج ہو گئی۔ راجہ چاؤ نو عمری میں مسلمان ہو گیا۔ اور حکومت دنیاوی کو ترک کر کے عالم باطنی کی سلطنت حاصل کی۔ تاج خسروی کو خیرباد کہہ کر [illegible] اور معاملہ باطنی [illegible] میں ممتاز ہوا۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت سے فیض کامل حاصل کیا۔ [illegible]

سال وفات حضرت چاولیا علیہ الرحمۃ [illegible] ہے اور خانقاہ چاولیا شریف میں [illegible] مرجع عوام ہے۔ (خزینۃ الاصفیا صفحہ [illegible])

مفصل بجا دی گئیں۔ اپنے پیر روشن ضمیر کا ارشاد حاصل کر کے حضرت فوراً روانہ دربار چاولیاں شریف ہو گئے۔ اور بزرگ محترم کے مزار مقدس پر چالیس روز تک اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق بے خور و بے خواب معتکف رہے۔ یہ نہایت ہی سخت امتحان تھا ریاضت کی یہ اہم ترین منزل حضرت نے اپنی ہمت اور پیر و مرشد کی ہدایت کے بل پر فضل الٰہی کی امداد سے کامیابی کے ساتھ طے کی۔ ہم ان تجلیات ربانی اور انوار یزدانی کی کیفیت سے خود نابلد ہیں اس لئے نہیں بتلا سکتے کہ حضرت نے اس چلہ میں کیسے کیسے انوار روحانی اپنے مرشد کے فیض باطنی سے حاصل فرمائیں سعادت ازلی نے تائید کی۔ اور بخت بیدار نے حوصلہ افزائی کی حضرت نے اس چلہ کو پوری محنت۔ فاقہ کشی۔ ریاضت اور مجاہدہ کی حالت میں پورا فرمایا اور چلہ سے فارغ ہو کر جب حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ تو روزہ کے افطار کے لئے طبیعت نے بیر کے پھل کی خواہش کی۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنے بزرگانہ لباس میں اسی وقت نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت کی خدمت میں بیر کا میوہ پیش کیا جس سے حضرت نے چلہ کا روزہ افطار کیا۔ اس سخت امتحان کی کامیابی کا یہ پہلا نتیجہ تھا کہ کائنات کی تمام ہستیاں اس بزرگ عالی ہمت کے لئے منتظر ارشاد تھیں۔ لکھا ہے کہ مراحل روحانی اور منازل عرفان کے طے کرنے میں کبھی آپ کو حالت قبض سے واسطہ نہیں ہوا۔ چلہ سے فارغ ہو کر حضرت سیدھے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ حافظ عبدالخالق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے اس امتحان کی کیفیت بتفصیل عرض کی اور وہاں سے سیاحت کا ارشاد حاصل کیا۔ چلہ کے ایام میں بھی حضرت کو کئی دفعہ قبل سیر دانی الارض کا خوش آہنگ پیغام گوش زد ہوا تھا۔ اب مرشد کے جناب سے بھی یہی ارشاد ہوا۔ اس وقت سے حضرت نے سیاحت اور سیر کا بہترین مشغلہ اختیار فرمایا۔

سیر و سیاحت

صوفیائے کرام اور واقفان اسرار لم یزلی کی جماعت میں مراحل مقصود کے حاصل کرنے کے دو جداگانہ طریق زیر عمل رہے ہیں۔ ایک جماعت ان بزرگوں کی ہے جو طریقہ مقصود سے آشنا ہو کر ایک ہی مقام پر بیٹھ گئے۔ اور اسی عزلت نشینی کی حالت میں اپنے مدارج روحانی کو طے کرتے رہے۔ اس جماعت کے بزرگوں کا نام قطب اور اوتاد وغیرہ بھی ہے یہ لوگ بہت ہی کم سفر کرتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے لوگوں کے سرتاج تھے دوسری جماعت کے لوگ خرقہ فقر کے ساتھ ہی سیاحت۔ بادیہ پیمائی اور سفر کے مشکلات میں ڈالے جاتے ہیں۔ اس طرح سے وہ اپنی عبادت کا لطف اور غربت کی چاشنی پردیس کی پژمردگی کے عادی بنائے جاتے ہیں۔ ان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا میں ان کا کوئی وطن نہیں ہے۔ کوئی ہمدرد۔ کوئی رشتہ دار۔ کوئی تعلق دار نہیں ہے۔ وہ صرف خدا کے پیارے بندے ہیں اور خدا تعالیٰ ہی ان کا مونس و غمخوار ہے۔ اس جماعت والے ابدال اور سیرانی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب اسی دوسری قسم کے بزرگوں میں ممتاز تھے۔ آنکھ کھلی تو دبستان علم و عمل دہلی میں دیکھا۔ درس معرفت شروع کیا۔ تو مزار مبارک حضرت شیخ چاولیاں پر جانے کا ارشاد ہوا۔ اس چلہ میں اور اس سے پیشتر بارہا سیروا فی الارض[1]

---

[1] لطائف صفحہ ۳۰

کا پیغام جاں نواز سنا۔ اب جو چلہ سے فارغ ہوکر پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں سے بھی یہی ارشاد ہوا۔ تعمیل ارشاد کی تو ایسی کی کہ موت بھی وطن میں نہ آئی۔

اگرچہ صحیح تعداد کسی کتاب سے نہیں معلوم ہو سکتی مگر حضرت نے پا پیادہ کئی حج فرمائے۔ حج شریف کے کئی سفروں کا ذکر لطائف میں بھی مذکور ہے۔ اس زمانہ میں تمام سفر پا پیادہ ہی ہوا کرتے تھے۔ ریلیں نہ تھیں۔ مگر اس وقت بھی خراسان۔ دہلی۔ ملتان۔ حاجسل جیسلمیر کاٹھیاوار سندھ۔ کوٹ مٹھن۔ بھٹڈی۔ ڈیرہ۔ اور بہاولپور ان کے روزمرہ سفروں کے مقامات تھے۔

سفر کی عادت یہاں تک استوار ہو گئی تھی کہ کسی ایک مقام پر ایک شب سے زیادہ قیام نہ فرماتے تھے۔ اگر کہیں ایک ہی مقام پر دو راتیں ٹھہرنے کا اتفاق پیش آجاتا۔ تو میزبان سے کہکر مکان تبدیل فرمالیتے۔ تاکہ ایک ہی مکان میں دو شب ٹھہرنا نہ پایا جائے۔ چنانچہ گوٹھ صدر خان کے ایک رئیس نے ایک دفعہ دو رات کے لئے اصرار دعوت کیا۔ تو اس کو بمشکل اس شرط پر قبول فرمایا۔ کہ ایک رات ایک ڈیرہ میں اور دوسری رات دوسرے ڈیرہ میں ٹھہرونگا۔ اس رئیس کا نام عبد الحکیم خان پیرجانی تھا۔ موصوف کا فرزند تھا۔ نہایت نیک منش۔ پاک باطن ضعیف العمر بزرگ تھا۔

مشاغل ذکر و فکر صبح بہت سویرے جاگتے اور ذکر جہر میں اور مراقبہ میں مصروف رہتے۔ جہر کے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ذکر جہر اگر کیا جائے تو کم از کم اس طرح ہو۔ کہ ہر مسام جان سے ذکر کی آواز سنائی دے۔ یا خون کے قطرے ٹپکیں۔[1]

نماز صبح کے بعد حضرت پیر چشت رضی اللہ عنہ کا ختم پڑھتے۔ قصیدہ آمانی۔ دعائے مغنی کا وظیفہ کرتے۔ ظہر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی منزل معمول کی تلاوت فرماتے۔ وظائف مغرب کے بعد صلوۃ اوابین سے فارغ ہوکر قصیدہ غوثیہ پڑھا کرتے تھے۔ رات کا اکثر وقت نوافل میں گذار دیتے تھے۔ تہجد کبھی قضا نہ کی۔ ہر وقت با وضو رہا کرتے تھے۔ علمائے کرام میں اکثر گرم صحبت دیکھے جاتے تھے۔[2]

حضرت کی نسبت بزرگان وقت کی رائے ریاضت اور مجاہدہ کے استقلال اور مدارج روحانی کے حصول کے متعلق حضرت پیر و مرشد خواجہ عبد الخالق صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تو خواجہ محکم الدین کو نقد (تعلیم روحانی) کا ایک چاول (قلیل المقدار) دیا تھا۔ مگر آپ نے اپنی محنت سے اس ایک چاول سے ہزاروں من کا خرمن بنا لیا ہے۔[3]

حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم مہاروی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ حضرت کو ابتدا سلوک سے انتہا مدارج تک کبھی حالت انقباض واقع نہیں ہوئی ہمیشہ بیش از بیش بسط رونما ہوتے چلے گئے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔[4]

---

[1] لطائف صفحہ ۱۱۳ [2] لطائف صفحہ ۱۱۳ [3] لطائف [4] گزٹیئر ریاست بہاولپور [5] لطائف صفحہ

کیف کے بہانے

اہل اللہ کو مستی اور وجد کے لئے ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ مل جاتا ہے۔ اور وہ اس سے متاثر ہو کر فوراً اپنی حالت سکر میں بے خود ہو جایا کرتے ہیں۔ جوش و خروش طبیعت میں موجزن ہو جاتا ہے۔ دل بیقرار اور طبیعت بے تاب ہو جاتے ہیں۔ اور مرغ بسمل کی طرح تڑپ اٹھتے ہیں۔ صبر و تحمل جواب دے دیتا ہے فرشتہ فطرت کانوں میں کچھ ایسا منتر پھونک دیتا ہے کہ معمولی سی بات ان کے لئے تازیانۂ عبرت کا کام دکھاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب اپنی حقیقت آشنا جس کی وجہ سے حالت وجد میں رہتے تھے۔ خزینۃ الاصفیا میں راضی کے ایک تالاب میں بحالت وجد عرصہ تک پڑے رہنے کا واقعہ حیرت انگیز درج ہے[1]۔

اصحاب باطن بزرگ ہمیشہ شاعروں کے پر معنی سخن دانی گانے والوں کی خوش الحانی باجوں کی باقاعدہ آواز۔ موسیقی کی جان اور نہ ساز حسن صوت اور حسن معانی کے ہمیشہ دلدادہ رہتے ہیں۔ مگر اس زمرہ کے بعض معانی آفریں طبیعتیں معمولی باتوں پر آشفتہ ہو جاتی ہیں۔ کبھی کنوئیں کے چلنے کی آواز ان کے جگر پر آرہ کا کام کرتی ہے۔ کبھی گلی میں گذرنے والے فقیر کی آواز یا سبزہ فروش کی آواز ان کے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بن جاتی ہے۔ اور گھنٹوں تک ان کی طبیعت کو وارفتہ رکھتی ہے۔

یہ روایت زبان زد عوام ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً گلی میں ایک سبزی فروش نے سبزی کے فروخت کا آواز دیا۔ اس کے پاس سوئے۔ پالک۔ اور چولائی کا ساگ تھا۔ جسے وہ فروخت کرتا پھرتا تھا۔ آواز اس کی یہ تھی "سویا۔ پالک۔ چولا" آپ اس آواز پر اچھل پڑے۔ اور بیتابانہ وجد میں آکر فرمانے لگے کہ ہائے رے سونے والا چوکا رنا کام۔ ہائے یعنی پلک سویا چوکا۔ ہائے کیا انجام ہو گا۔ کہ رات اور دن کو دیر دیر تک سوتے رہتے ہیں۔ اور ذکر خدا سے غافل رہتے ہیں۔[2]

حضرت کے مریدوں کی یہ حالت تھی کہ میاں نور محمد کا ایک مرید دودھ کے دوہنے کی آواز سے بے قرار ہو جاتے تھے۔ اور گھنٹوں بے تاب و بیخود رہتے تھے۔ ایک مرید مندی کے کپڑے پیٹنے کی آواز پر مست ہو جاتے تھے۔ دوسرے ٹھٹھیرے کے ہتھوڑے کی آواز پر حق حق کرنے لگ جاتے[3]۔

فیضان عام

حضرت خواجہ صاحب کے روحانی کمالات کے فیضان عام کی داستان نہایت حیرت افزا۔ دراز اور پر جوش ہے۔ اور اس کے سپرد قلم کرنے کے لئے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب مطلوب ہوتی۔ سلسلہ اویسیہ کی ریاضتیں اور پابندیاں اگرچہ دوسرے شیوخ سلاسل کی ریاضتوں کی طرح مشکل اور دشوار نہیں ہیں۔ مگر چونکہ خود خواجہ صاحب نے ان نعمتوں کو نہایت ہی شدید ریاضت۔ اور سخت محنت کے بعد حاصل کیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اس قدر محنت ہر شخص کے بساط سے بالاتر ہے۔ اس لئے وہ اس دولت جاوید کو اپنے روحانی اثر کے ساتھ دنیا میں پھیلانا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے جس قدر لوگوں کو وہ اپنے نظر کیمیا اثر سے فائدہ پہنچاتے تھے۔ اسی قدر ان کے لئے خوش ہوتے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال کا عرصہ حضرت

---

[1] خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۱۰۱ [2] لطائف صفحہ [illegible] [3] لطائف صفحہ [illegible]

خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ کے انتقال کو ہو گیا۔ مگر اس علاقہ میں ان کے فیضان عام کی داستانیں اس طرح زبان زد عوام ہیں یہ گمان ہوتا ہے۔ کہ کل کی بات ہے۔ خانقاہ کی عظمت اور جلال کا نور اسوقت بھی لاکھوں سینوں میں چمک رہا ہے۔ مریدوں کا سلسلہ تو شمار سے باہر ہے۔ اسوقت بھی جو کیفیت عرس مبارک کے دن لوگوں کی وارفتگی کی نظر سے گذرتی ہے۔ اس کو دیکھ کر تمام خیالات جو سنے جاتے ہیں۔ ان کے لئے نہایت ہی وسعت کے ساتھ خلوص اور عقیدت کا میدان پیدا ہو جاتا ہے ہم نے علوم باطن کے سیکھے طلبا (خلفاء خاص) کا علیحدہ عنوان میں ذکر کیا ہے۔

مگر اس عنوان کے تحت میں ہم بعض ایسے واقعات درج کرنا چاہتے ہیں جن کو باقاعدہ ریاضت اور مسلسل محنت سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ صرف نگاہ حق آگاہ اور توجہ باطنی سے جو لوگ مستفید ہوئے ہیں۔ ان کا شمار بھی ہزاروں تک وسیع ہے۔ روحانی کمالات کیوجہ سے حضرت خواجہ صاحب کی مخفی طاقتوں کے خزانے اس طرح شب و روز لٹائے جاتے تھے کہ اہل دنیا اہل دوست و دشمن جو نظر کیمیا اثر کے اڑے پر چڑھا۔ آسمان ہدایت و عرفان کا ستارہ بنکر چمکنے لگ جاتا تھا۔

ایک بزرگ نے فیضان حضرت کو دریا کے سیلاب سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی غرض یہ تھی کہ جسطرح سیلاب دریا کناروں سے اچھل کر تمام نشیب و فراز کو زیر آب کر دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ صاحب کا فیض باطنی بلا کسی امتیاز کے ہر شخص کو پہنچنے کے لئے بیتاب ہوتا تھا۔ ایک دوسرے صاحب الرائے نے ان کے عام فیضان کیحالت دیکھ کر ان کے روحانی فیض کو باران رحمت سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بھی اسی خیال کو مدنظر رکھ کر رائے قائم کی گئی ہے۔

خوش اعتقاد مریدوں طلباء حقیقت اور متلاشیان معرفت کے لئے تو اس قسم کے فیضان کا عام ہونا۔ ایک صفت فیاضی سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضرت خواجہ صاحب کا فیض عام تو ناشناس گنواروں اور نااہل بے عقلوں پر بھی حاوی ہوتا تھا۔ دنیا طلب کو دنیا کے لئے سہولیت پیدا کرنے کا راستہ تلقین فرما دیتے تھے۔ اور بوالہوس کو نگاہ کیمیا اثر میں ایسی منزل پر پہنچا دیتے تھے۔ کہ دین و دنیا اس کی سنور جاتی تھی۔

بسا اوقات صبح ایک گنوار کو اپنی جاہلانہ حالت میں اپنے مویشیوں مزارعوں اور بچوں کو غلیظ گالیاں دیتے بسر ہوتی اور شام کو بوجہ گذر حضرت خواجہ صاحب کے ان کی نظر کیمیا اثر کے باعث اس کی جھونپڑی میں سے اِلّا اللہ کی آواز سے نور کا عالم پیدا ہو جاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب جس راستہ سے گذر جاتے۔ اس راستہ میں بیشمار اہل حاجت کے مقصود پورے ہو جاتے۔ مرادیں بر آتیں۔ اس لئے لوگ مدتوں تک ان کی تشریف آوری کے انتظار میں منتظر رہا کرتے تھے۔

اس فیضان عام سے صرف انسان ہی متمتع نہ ہوتے تھے۔ جانوروں پرندے اور درختوں تک پر یہ فیض عام آبیاری کرتا تھا۔ میاں صالح محمد صاحب متوطن اوچ کی زبانی روایت ہے۔ کہ کبھی میں ماد و پوتروں کے ایک باغیچہ میں حضرت فروکش تھے۔ باغبان جب باغ میں گیا۔ تو اس کے باغ کے ہر ہر پتے سے اسم ذات کا ذکر سنائی دیا۔ حیرت زدہ ہو کر اس نے

لہ لطائف صفحہ ۳۷

دیکھا کہ حضرت ایک درخت کے نیچے مراقبہ میں مصروف ذکر اسم ذات ہیں[1]

ایک مرتبہ کوے کی کائیں کائیں سن کر ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ اللہ کہو۔ چنانچہ کوا اسی وقت اللہ اللہ کا ذکر کرنے لگ گیا[2]

ملتان میں پٹھانوں کی مسجد میں موجود تھے کہ چڑیوں کی چل بل سن کر فرمایا۔ کہ اللہ اللہ کہو چنانچہ چڑیاں اسی وقت ذکر

اسم پاک کرنے لگیں[3]۔

اسی طرح خلیفہ میاں محمد حصار جو داجل کا باشندہ تھا۔ اور مہاران شریف کی زیارت سے اپنے وطن کو واپس جاتا تھا

حضرت کی خدمت میں جو ایک درخت جال آتن والی کے نیچے فرو کش تھے۔ مشرف ہوا۔ اور حضرت کی خدمت میں اپنے بھائی

محمد پناہ کے لئے دعا کرائی۔ میاں محمد پناہ کی حالت اسی برکت دعا سے فوراً تبدیل ہو گئی۔ یا تو پہلے ایسی حالت تھی کہ ذکر

الٰہی کی طرف رجوع ہی نہ ہوتا تھا۔ یا یہ حالت ہو گئی کہ درزی کپڑا سی رہا ہے سوئی کی آواز پر میاں محمد پناہ وجد میں آجاتے

ٹھٹیرے ظروف بنا رہے ہیں۔ ان کے ہتھوڑوں کی آواز پر حق حق کر کے وجد میں مست ہو جاتے تھے[4]۔

ایک اور مرید میاں نور محمد کا سبی کا ذکر ہے۔ کہ دودھ دوہنے کی آواز پر ان کو وجد آجایا کرتا تھا[5]۔

غلام داؤد لودرا ایک مشہور چور اور رہزن تھا۔ دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیا کرتا تھا حضرت کا بھی دوران

سیاحت میں اس راہ سے گذر ہوا۔ غلام داؤد نے پیچھے سے دوڑ کر حضرت کے کندھے سے کمبل کھینچ لیا۔ حضرت نے

جو پلٹ کر نگاہ کی۔ تو فوراً یہ نگاہ کیمیا اثر اس کے جگر کے پار اتر گئی۔ اور بسمل کبوتر کی طرح تڑپنے لگ گیا۔ شام کو جب وہ

گھر پہنچا۔ تو گھر والوں نے سر راہ اس مستی کی حالت میں دیکھ کر اسکو اٹھایا۔ اور ایک گانے والے فقیر کی آواز سنکر دیر کے

بعد اس کو ہوش آیا[6]۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک کھیت میں سے حضرت کا گذر ہوا۔ تو دہقان نے حضرت کو کھیت میں سے گذرنے سے روکا

اور بھڑوا کہکر اس طرح للکارا۔ کہ بھڑوہ رڑھدا چوں۔ لنگھ آپ ٹھہر گئے اور ایک خادم سے پوچھا کہ بھڑوا کس کو

کہتے ہیں۔ خادم نے بیان کیا۔ کہ اس زبان میں بھڑوا دلال اور دو کے ملانے والے کو کہتے ہیں۔ اس پر حضرت پر ایک وجد

کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور فرمایا۔ کہ اس زمیندار نے مجھے بھڑوا سمجھکر بھڑوا کہا ہے۔ میرا بھی یہی فرض ہونا چاہیئے۔ کہ

میں دو کو ملا دوں۔ یہ کہکر اس دہقان پر ایک نظر کیمیا اثر ڈالی کہ اسکو آشنائے اسرار حقیقت کر دیا۔

شجاع آباد کے رئیس نواب نے حضرت کے ایک مرید (نساج) کی لڑکی پر عاشق ہو کر اس کو طلب کیا۔ حضرت کا قیام بھی

وہیں تھا۔ وہ بے چارہ غریب ڈر کے مارے حضرت کی خدمت میں دوڑ کر آیا۔ اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے جوش میں آکر فرمایا

کہ تم اپنی لڑکی کو فوراً رئیس کے پاس بھیج دو۔ ہرگز تامل نہ کرو۔ دیکھو اللہ کیا کرتا ہے۔ اس نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل کی۔ نواب

---

[1] لطائف صفحہ ۳۷ [2] لطائف صفحہ ۱۵ [3] لطائف صفحہ ۱۵ [4] لطائف صفحہ ۷۶ [5] لطائف صفحہ ۹۴ [6] لطائف صفحہ ۱۰۲

شجاع خان نے دیکھ کر یہ کہا۔ کہ یہ لڑکی میری دختر ہے۔ اور بزرگانہ سلوک کے ساتھ اسکو خلعت دے کر اپنے والدین کے پاس واپس کیا۔ اور ہمیشہ اس کی اپنی لڑکیوں کی طرح خبر لیتا رہا[1]۔

رنگ پور کے قریب ایک ہندو نے پانی کی سبیل جاری کی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت کا گذر ہوا۔ ہندو مذکور تو پانی بھرنے گیا ہوا تھا۔ دو گھڑے پانی کے علیحدہ رکھے ہوئے تھے۔ حضرت نے ان میں سے پانی پی لیا۔ اس اثنا میں وہ ہندو بھی واپس آگیا۔ اس نے دیکھتے ہی شور کیا۔ کہ فقیران گھڑوں میں سے پانی نہ پیا۔ یہ ہندوؤں کے لئے ہے۔ حضرت نے تبسم فرما کر نظر عنایت اس پر ایسی ڈالی۔ کہ معاً اس کے زبان سے کلمہ طیبہ کا ذکر جاری ہوگیا۔ اور وہ بے تابانہ مسلمان ہو کر ذکر جہر میں مشغول ہوگیا[2]۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک کنوئیں کی اڈ (نالی) پر وضو فرمایا۔ اور وضو سے فارغ ہو کر پانی کو اچھال رہے تھے۔ کہ کسان نے اس فعل کو ناگوار سمجھ کر حضرت کو اس سے منع کیا۔ اور منع بھی کیا تو اس شان سے کہ ایک لٹھ حضرت کے سر پر مارا اور کہا کہ کیوں پانی خراب کر رہے ہو۔ اتفاقاً اس ضرب سے حضرت کے سر سے خون جاری ہوگیا۔ جب خون بہہ کر کپڑوں پر اور چہرے پر آیا۔ تو حضرت پر یہ معلوم کر کے ایک حالت جذب پیدا ہوگئی۔ اور اس حالت میں اس زمیندار کو فرمایا۔ کہ تم نے مجھے رنگین کر دیا ہے۔ آہ! میں تجھے رنگ دوں۔ یہ کہہ کر نگاہِ دلِ سوز سے اس کے تمام انانیت کو جلا کر کندن بنا دیا فوراً اس کا قلب جاری ہوگیا۔ اور وہ ایک صاحب بصیرت بزرگ ہوگیا[3]۔

ارشادات خاص

عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ فقر کی بات کہنے کی نہیں اس میں ہمیشہ اپنے سلسلہ کے اعلے مدارج کی عظمت اور اہمیت کا اشارہ ہوا کرتا تھا[4]۔

ایک دفعہ حضرت بافرید (نواح بہاولپور) کی ایک مسجد شریف میں موجود تھے۔ مولوی محمد عابد صاحب امام مسجد نے اپنے طالب علموں کو سکھلا کر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ حضرت سے کوئی وظیفہ دریافت کریں۔ طالب علموں نے جب حاضر ہو کر دریافت کیا تو ان کو حضرت نے جواب دیا کہ پہاڑ کو پہاڑ ہی اٹھا سکتے ہیں۔ یعنی تم بچے ہو۔ اس بوجھ کو تم اٹھانے کے قابل نہیں ہو۔ پاک پتن شریف میں ایک عرس کے موقع پر قلندر فقیروں کو وجد کی حالت میں دیکھ کر فرمایا۔ دھمال کھیلتا ہوا دیکھ کر) کہ نقل میں یہ جوش ہے۔ اصل تو کیا ہوگا[5]۔

حضرت میاں شمس الدین نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کامل کی خانقاہ دریا کے صدمہ میں آگئی۔ ان کا تابوت دوسرے مقام پر لے جانے کی غرض سے نکالا گیا۔ تو بزرگ کی صرف ہڈیاں موجود تھیں۔ اس پر خیال ہوا۔ کہ بزرگان کامل کا جب یہ حال ہے۔ تو عوام کا برزخ میں حال کیا ہوگا۔

---

۱ لطائف صفحہ ۱۱۹ ۲ لطائف صفحہ ۱۷۳ ۳ لطائف صفحہ ۲۲۹ ۴ لطائف صفحہ ۲۲۰ ۵ لطائف صفحہ ۲۲۳

یہ خیال حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میاں شمس الدین عالم قبور میں جسد (بدن) کی سلامتی حضور پُر نور پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع سنت پر موقوف ہے۔ جو شخص اتباع سنت میں پورے استقلال کے ساتھ مداومت کرتا تھا اسکا تمام بدن بعینہٖ سلامت رہتا ہے۔ ورنہ جس قدر اتباع سنت نبوی میں کمی ہو گی۔ اسی قدر بدن میں کمی عائد ہو گی۔[1]

احمد خان صاحب حاجی پوری نے حضرت میاں دین محمد صاحب و میاں صدیق محمد صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے ارادہ کی تکمیل کے سلسلہ میں حضرت کا خط حاصل کیا۔ خط کا مضمون حسب ذیل ہے

"از فقیر حکم الدین بعد از سلام سنت اسلام محمد صدیق و میاں دین محمد را معلوم شود کہ میاں احمد افغان بطرف فقیر سوال نسبت ہمشیرہ شما نوشتہ بود۔ اندیشہ بسیار کردم کہ بغیر معلوم رضا مندی ایشاں مشکل است۔ اگر موجب رضامندی برادران باشد۔ و پسند شود۔ خوب۔ الٰہی عاقبت محمود باد"۔

یہ اصل نامہ مبارک ۱۲۳۳ھ میں میاں دین محمد کے پاس موجود تھا۔ اور صاحب مولف تحفت سیریہ نے اپنی آنکھ سے یہ مراسلہ دیکھ کر اسکا نقل کیا ہے۔ اگرچہ یہ ارشد میاں احمد خان نے حضرت میاں دین محمد صاحب کی خدمت میں وقت پر نہ بھیجا اور اس خط کے علم سے بھی پہلے اس لڑکی کی نسبت ہو گئی۔ مگر میاں دین محمد صاحب ہمیشہ قسم کھا کر کہتے رہے تھے۔ کہ اگر بروقت یہ والانامہ پہنچ جاتا۔ تو گو اس میں ارشاد نہ تھا۔ مگر منشاء مبارک کی تعمیل کی جاتی۔[2]

حضرت سجادہ نشین صاحب حال مدظلہ کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ ایک ارادتمند نے حاضر ہو کر بڑی تمنا کے ساتھ وظیفہ (ورد) دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا "فقیر تکلیں نہیں جانتا" تکا چلانا جانتا ہے۔ تکا جیبی۔ وہ پاپ پہنچا دیا۔ انکل یا وظیفہ کسی اور سے پوچھو۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مسجد شریف میں نماز پڑھی۔ تو امام صاحب کو فرمایا۔ کہ حضرت نماز بھی پڑھی ہے۔ لیکن اس کو سنت نبوی صلعم کے مطابق ادا فرماتے۔ تو اس سے بھی زیادہ عمدہ ہوتی۔ ملا صاحب نے (جس طرح خام ملانوں کی عادت ہوتی ہے) کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں اور اعتراض کر کے ٹال دیا۔ اور حضرت کے ارشاد کی کچھ پروا نہ کی۔ اسی طرح دوسری دفعہ حضرت کو اس مسجد میں اتفاق نماز ہوا۔ تو اس وقت بھی حضرت نے سنت نبوی کی پھر تعلیم فرمائی۔ پھر تیسری دفعہ جب مولوی صاحب نے دیکھا۔ کہ آج حضرت خواجہ صاحب پھر مسجد میں موجود ہیں۔ تو اس نے حضرت کی توجہ سے مستفیض ہو کر نماز کو سنت نبوی کے مطابق نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کیا۔ اس کا بیان ہے کہ نماز میں مَیں نے بیت اللہ شریف کو اپنے سامنے دیکھا وہ حسرت کرتا تھا۔ کہ میں نے حضرت کے پہلے ارشاد کی فوراً تعمیل کیوں نہ کی۔ کہ اس طرح نماز میں حظ حاصل کرتا۔[3]

ایک دفعہ خلیفہ نور محمد صاحب نارووالہ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت! بعض فقراء کا حلقہ

---

[1] لطائف صفحہ ۲۲۴ [2] لطائف صفحہ ۱۸۱ [3] لطائف ۵۲

اثر روحانی بہت جلد پھیل جاتا ہے۔ حالانکہ ابھی تک ان کے مقامات سلوک کے مرحلے باقی ہوتے ہیں۔ اور وہ ابھی تک ترک فضولیات پر بھی پورے قادر نہیں ہوتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ بھائی نور محمد! سالک کے طلب کی بھی کچھ تاثیر ہوتی ہے لیکن جب عشق حقیقی مرید کی طبیعت میں رچ جاتا ہے۔ اس وقت دو چند ہو جاتی ہے۔ یعنی مرید کی تاثیر عمل پیر کے کمالیت پر منحصر ہے۔ اسی وجہ سے بعض مبتدی سالک اپنے پیر کی توجہ سے انتہائی منازل کے کرشمے ظاہر کرتے ہیں[۱]۔

حضرت ایک دفعہ سوار چلے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے دوڑتے ہوئے پیچھے سے آکر سوال کیا۔ کہ یا حضرت! میں فلاں ملنگ کا مرید ہوں مجھے پیر نے وظیفہ آیۃ شریف لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد ارشاد فرمایا ہے میں ان کے فرمان کے مطابق وقت مقررہ پر یہ وظیفہ مدت سے پانچسو بار روزمرہ پڑھ رہا ہوں۔ مگر کوئی نتیجہ ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہوا۔ حضرت کوئی وظیفہ فی سبیل اللہ عنایت فرما دیں۔ حضرت نے سنکر دو تین دفعہ اس وظیفہ کا تکرار فرمایا اور پھر اس شخص کو ارشاد فرمایا۔ کہ پیر بھی تم کو اسی وظیفہ کی تلقین کرتا ہے۔ اسی وظیفہ کو اسی مقدار میں بعد از نماز مغرب پڑھا کرو۔ اور جو کچھ اس وظیفہ کی برکت سے فیض حاصل ہو وہ اپنے پیر کی طرف سے سمجھو[۲]۔

خیر محمد خان داؤد پوترہ سکنہ خیر پور کو آتشک کی بیماری تھی۔ اس نے بہت علاج کئے۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی ایک خاص تعداد پڑھ کر اپنے بدن پر دم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ شفا بخشیگا۔ اس کے رفع وسوسے کے متعلق یہ نکتہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ یہ کلمہ طیبہ ایسا عظیم الشان عمل ہے۔ کہ ایک مرتبہ اس کے پڑھنے سے ساٹھ سالہ کافر ابدی دوزخ کی آتش سے بچ جاتا ہے۔ اور آتشک تو دنیا کی بیماری کی معمولی آگ ہے۔ یقیناً کلمہ طیبہ کی برکت سے یہ آگ بجھ جائے گی[۳]۔

علمی نکات

ایک مجلس میں حضرت ایمان کی تعریف کا فلسفہ بیان کر رہے تھے۔ ذکر اس حدیث کا تھا اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ فرمایا کہ خوف مذکر ہے۔ اور رجاء مونث ہے۔ جس طرح ذکور کو اناث پر شرعی اور قدرتی تفوق حاصل ہے۔ اسی طرح بندہ بھی اپنی ایمانی حالت میں رجاء کے جذبات کو خوف کے ماتحت رکھے۔ جیسا مرد عورت پر غالب ہوتا ہے۔ اسی طرح خوف کو بھی رجاء پر غالب رکھنا چاہیئے[۴]۔

رسول کی تعریف

گوٹھ بخشا رجھان (اب مزار پر انوار ہے) کی ایک مسجد شریف میں موجود تھے۔ حالت جذب میں دریافت فرمانے لگے۔ کہ رسول کس کو کہتے ہیں؟ پھر آپ ہی اسی حالت میں فرمانے لگے۔ کہ رسول وہ ہے کہ جناب باری عز اسمہٗ میں کوئی عرض کرے۔ اور وہ قبول ہو جائے[۵]۔

دہلی کی ایک مسجد کا ذکر مشہور ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اس میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ امام مسجد ایک طالب علم

---

۱ لطائف صفحہ ۱۴۹ ۲ لطائف صفحہ ۱۱۶ ۳ لطائف صفحہ [illegible] ۴ لطائف صفحہ ۱۳۱ ۵ لطائف صفحہ [illegible]

کو کوئی کتاب پڑھا رہا تھا۔ معراج شریف کی حقیقت کے متعلق امام صاحب کی گفتگو کو غیر محققی سمجھ کر خواجہ صاحب نے بنظر اعتراض
بھول چوک کی آواز سے روکا۔ اس اعتراض پر امام صاحب بگڑ گئے۔ اور طالب علم کو حکم دیا کہ اس گستاخ فقیر (سر تراشیدہ
بزرگ) سے اس کی حقیقت جاکر سمجھ لو۔ استاد کا ایماء پاکر طالب علم حضرت خواجہ صاحب کے روبرو آکر دو زانو بیٹھ گیا۔ اور
معراج کی حقیقت آسمان کے دروازہ آمد و رفت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بعض سوالات کئے۔ حضرت نے پہلے تو
عام طور پر ذہن نشین کرانے کے واسطے پانی کا کٹورا منگا کر اس کے پانی میں ایک کنکرہ ڈال کر طالب علم سے دریافت کیا۔ کہ
دیکھو یہ کنکرہ پانی کی تہ میں پانی کو عبور کر کے چلا گیا ہے۔ پانی میں کوئی دروازہ یا شگاف یا پتھر کے جانے کا کوئی راستہ نظر آتا
ہے۔ اسی طرح حضور سرور عالم فخر بنی آدم آسمانوں سے گذر کر اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

طالب علم خوش نصیب تھا۔ اس نے مزید توضیح کے لئے بعض سوالات کئے۔ حضرت اٹھ کر مسجد شریف کے اندر چلے گئے۔
اور طالب علم کے آواز دینے پر دیوار میں سے باہر نکل آئے۔ طالب علم حیران تو ہو گیا۔ مگر نصیب یاور تھا۔ کہنے لگا۔ کہ اگر میں
اس طرح بغیر کسی دروازہ کے اندر جا سکوں اور باہر آؤں تو یہ کیفیت میری چشم دید ہو جائے گی۔ وہاں کیا دیر تھی۔ طلب صادق
تھی۔ ظرف کو اپنی تعلیم اور فیضان کے قابل معلوم کر کے ایک نظر کیمیا اثر اس پر ڈال دی۔ جس سے طالب علم کا سینہ بھی
منور ہو گیا۔ اب کیا تھا۔ حضرت کے حکم سے وہ مسجد شریف کے اندر چلا گیا۔ اور حضرت کے بلانے پر بغیر کسی راستہ کے باہر
بھی آگیا۔ پھر اس طالب علم کو سمجھایا کہ ہم درویش امتیوں کی اس وقت یہ حالت ہے کہ میں بلاتا ہوں اور تم اس کامیابی
کے ساتھ باہر آگئے ہو۔ جہاں پروردگار عالم اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریب بلائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل
وکرم اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے سامنے یہ کیسا مشکل ہے۔ طالب علم پورا صاحب معرفت درویش بن گیا

انکسار طبع

حضرت خواجہ صاحب پر ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ روحانی مکتب کے تمام علماء کے انکسار کی حالت اس درجہ
بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ بمشکل اپنی ہستی کو قابل نمود خیال کرتے ہیں۔ تمام بزرگان اہل عرفان کی
سوانح اس صفت کے متعلق بہت بڑا ذخیرہ رکھتے ہیں۔ حضرت کی سوانح بھی اس سے مملو ہے۔

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت یہ مدارج جناب کو کس طرح حاصل ہوئے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ ایک سخت
قحط کے زمانہ میں ایک بھوکے کتے کو نہایت پریشان دیکھ کر میں نے اپنے سات حج کا ثواب سات روٹیوں کے معاوضہ
میں فروخت کیا تھا۔ اور وہ سات روٹیاں کتے کو کھلا کر اس کی خدمت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مرحمت فرمائی ہے۔

بوستاں میں ذیل کی حکایت اس کے مطابق ہے۔

شنیدم کہ در دشت صنعا جنید   سگے دید برکندہ دندان صید   شنیدم کہ میگفت و خون میگریست   کہ داند کہ بہتر ز ما ہر دو کیست
ز نیروے سرپنجہ شیر گیر   فرو ماندہ عاجز چو روباہ پیر   بظاہر من امروز ازیں بہترم   دگر تا چہ راند قضا بر سرم
چو مسکین و بے طاقتش دید و ریش   بدو داد یک نیمہ از زاد خویش   رہ این است سعدی کہ مردان راہ   بعزت نکردند در خود نگاہ

ازیں بر ملائک شرف یافتند ۔۔۔ کہ خود را بہ از سگ نپنداشتند

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔ کلہ دلو کرد آں پسندیدہ کیش

چو حبل اندراں بست دستار خویش ۔۔۔ بخدمت میاں بست و بازو کشاد

سگ ناتواں را دمے آب داد ۔۔۔ خبر داد پیغمبر از حال مرد

کہ داور گناہان او عفو کرد

یکے در بیاباں سگے تشنہ یافت ۔۔۔ بروں از رمق در حیاتش نیافت

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خلیفہ حاجی محمد اعظم صاحب آنٹوال علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ نے اپنے فرزند صاحبزادہ میاں نور الصمد علیہ الرحمۃ کو بیعت کے لئے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بھجوایا صاحبزادہ صاحب جب حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنا مقصود پیش کیا۔ تو حضرت خواجہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ فقیر کے یہاں تو انگاروں کی انگیٹھی دہک رہی ہے۔ اگر حوصلہ اور طاقت ہو۔ تو حاضر ہے۔ لیکن اگر دین و دنیا کی کامیابی و اعزاز کی ضرورت ہو۔ تو اپنے والد ماجد صاحب سے بیعت کر لو۔ صاحبزادہ صاحب اس جواب سے ڈر گئے اور بغیر بیعت کے واپس چلے آئے اور جب اپنے والد حضرت قبلہ مہاروی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ذکر کیا۔ تو حضرت قبلہ عالم نے تاسف کیا۔ اور اپنے صاحبزادہ کی کم نصیبی ظاہر کی۔ اور فرمایا کہ لوگ تو ایک چنگاری کے لئے عمر بھر خراب اور مضطرب رہتے ہیں۔ تمہیں دہکتی ہوئی انگیٹھی ملتی تھی۔ تمہاری قسمت نہ تھی[1]

مسئلہ وحدت وجود ایک دفعہ حضرت کے ممتاز ارادتمندوں اور باعلم مریدوں نے جمع ہو کر حضرت کی خدمت میں مسئلہ وحدت وجود اور مسئلہ ہمہ اوست کے حل کی التجا کی اور عرض کیا۔ کہ فخر المشائخ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے منتہی شاگردوں اور معتقد مریدوں کو ان نازک مقامات کا حل ارشاد فرماتے تھے اور اس کے مراحل کی تعلیم کرتے تھے۔ حضرت بھی غلاموں کے لئے اس بحث پر کچھ ارشاد فرمادیں۔ حضرت نے جوش میں آ کر ارشاد فرمایا۔ کہ اکابر صوفیاء کرام و بزرگان واجب الاحترام کا مسلک کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر فقیر کا مذہب ہمہ اوست نہیں بلکہ ہمہ از دست ہے۔

یہ ارشاد سنکر سارے طالبان حقیقت خاموش ہو گئے۔ مگر صاحب لطائف البیہ نے مسائل ہمہ اوست اور ہمہ از دست کے متعلق ایک دلچسپ تحقیقات کے درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگرچہ ہمہ اوست بعض کامل اولیاؤں کا اعتقاد رہا ہے لیکن ہمہ از دست کا مسلک اخص الخواص اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا رہا ہے۔ اس طرح پر حضرت خواجہ صاحب کا ارشاد بالاتر مقصد پر مبنی ہے۔

اس سلسلہ میں صاحب لطائف نے حضرت محی الدین عربی قدس سرہ کی کتاب فصوص الحکم کی شرح کے مباحث کا خلاصہ[2]

---

[1] لطائف صفحہ ۱۲۱ [2] لطائف صفحہ ۱۲۲

لکھا ہے۔ مگر ہماری اس کتاب کے اندر ایسے مباحث کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ رسالہ اس قسم کے مباحث کے لئے موزون ہے۔ اس عنوان کے تحت میں ہم کو صرف یہ دکھلانا ہے کہ حضرتِ خواجہ صاحب کا مسلک عام صوفیاء کرام کے مسلک سے علیحدہ ہمہ از دست کا تھا۔

ہدایت و تعلیم کے موثر طریقے

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں آکر اکسیر کا نسخہ پیش کر کے عرض کیا۔ کہ حضرت کے لنگر میں کار آمد ہوگا۔ آپ نے وہ نسخہ اکسیر تو نہ لیا۔ اور فرما دیا کہ اپنے پاس رکھو۔ شام کو اتفاق سے قضائے حاجت کے لئے گئے۔ تو وہ کیمیا گر ساتھ تھا۔ استنجے کا ڈھیلا جو زمین پر مارا تو زمین طلاء سرخ ہو گئی۔ اس کیمیا گر کو فرمایا۔ بھائی فقیر کو تو اکسیر کی ضرورت نہیں۔ کیمیا گر دیکھ لوٹ کر قدموں میں گر پڑا۔ اور طالب راہِ الٰہی ہوا۔ حضرت نے اس کو فرمایا۔ تُو تو اکسیر کا عاشق ہے۔ یہاں روٹی کے لئے بھی خدا کا محتاج ہونا گوارا نہیں کرتا جب ایسی حالت ہے تو تم کو خدا کس طرح مل سکتا ہے۔ اس پر اس کیمیا گر نے بوالہوسی (ہوس) سے توبہ کی۔ اور حضرت سے فیض حاصل کیا۔[1]

ایک دفعہ مولوی محمد اعظم صاحب اٹھوال خلیفہ سفر میں ہمراہ تھے۔ یہ بزرگ نفلیہ میں مصروف تھے اور روزہ ہمیشہ دودھ کے ساتھ افطار کرتے تھے۔ ایک مقام پر ایسی جگہ قیام ہوا کہ وہاں دودھ میسر نہ آسکا۔ حضرت کو علم ہوا تو ارشاد فرمایا۔ کہ اگر لوگوں کو تکلیف دی جائے تو دودھ میسر ہوا۔ تو ایسا روزہ کیا فائدہ دیگا۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت دودھ کے ساتھ افطار کرنے پر منحصر نہیں ہے۔ لوگوں کی تکلیف کا باعث نہ بننا چاہیئے۔[2]

مجذوبوں کی صحبت کا ایک دفعہ تذکرہ ہوا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ اس جماعت کے ساتھ زیادہ اختلاط درست نہیں ہے یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ بظاہر پابند شرع شریف نہیں ہیں۔ مصری اور قند کے شیریں اور مفید ہونے میں کس کو کلام ہے۔ لیکن اگر مصری کا ٹکڑا گندگی سے آلودہ ہو جائے۔ تو نجس اور ناپاک ہو جاتا ہے۔[3]

اسی طرح تعویذ باغراض ناجائز کے لئے بھی ممانعت فرماتے تھے۔ ایک سید صاحب نور شاہ نام تعویذ عمل حب میں کافی اثر اور بہت شہرت رکھتے تھے۔ بلکہ یہاں تک لوگوں کا اعتقاد تھا۔ کہ خواہ کیسے ہی مشکل ہو۔ ان کا تعویذ زیادہ سے زیادہ آٹھ پہر کے اندر اندر کامیابی کا نتیجہ پیدا کر دیتا ہے۔ انہوں نے خود میاں محمد اکرم صاحب خلیفہ سے ذکر کیا۔ کہ حضرت نے مجھے فرمایا کہ میاں نور شاہ تو خلق خدا میں فساد کا باعث ہے ایک ناجائز فعل کے واسطے ایک حقدار کو پریشان اور مجبور کرتا ہے۔ در غیر محرم کیلئے ایک شخص کو مبتلا کر کے بہت برا کام کرتا ہے۔ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ کیونکہ گناہ ہے۔

نور شاہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کے رعب سے اسی وقت توبہ کی۔ اور پھر جو کئی دفعہ بتقاضائے بشری اس عمل کے آزمانے

---

[1] لطائف صفحہ ۱۷ [2] لطائف صفحہ ۱۱ [3] لطائف صفحہ ۱۷

کا ارادہ کیا تو بالکل بے اثر پایا[1]

لطائف و مزاح حضرت روہڑی میں ایک دن بازار میں گذر رہے تھے۔ اتفاقاً وہ ہولی کے دن تھے۔ اہل ہنود ایک دوسرے پر مٹی اور خس وخاشاک پھینک رہے تھے۔ حضرت نے اس حالت کو دیکھ کر فرمایا۔

محمد عربی کا بر روئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او[2]

ایک دفعہ اپنے گھوڑے کیلئے خود گھاس کرنے کو تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک غلام نے دریافت کیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ زمین کی حجامت کرنے کو جا رہا ہوں[3]

تجرد کی بحث میں آپ نے ایک روایت پڑھی ہے کہ ملتان کی ایک مشہور درویش عورت مائی سیوراں نے حضرت کے ساتھ اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہا ہے۔ تو حضرت نے یہ فرما کر کہ "مائی سیوراں فقیر کی منی جل گئی ہے۔ انکار کر دیا تھا۔ منی کے جل جانے میں صنعت ذومعنین ملحوظ تھی۔ اول انانیت دوسرا مادہ تولید[4]

حافظ لعل نامی ایک شخص (درویش) نے حضرت کی صحبت میں ایکدفعہ خوان نعمت پر کھانا کھا کر دعا کی۔ اور کہا کہ حضرت میاں صاحب کا لنگر قیامت تک جاری رہے"۔ حضرت نے فرمایا۔ اے احمق۔ لنگر تو ایسی بری چیز ہے۔ کہ چلتے ہوئے جہاز کو بھی منزل مقصود سے باز رکھ کر روک دیتا ہے۔ تو یہ کیا کہتا ہے۔ فقیروں کو لنگر اور دنیا کے نود سے کیا تعلق[5]

استغناء و توکل مولوی ابوالحسن قریشی مجاور خانقاہ حضرت محمد غوث بندگی گیلانی اوچ شریف سے روایت ہے کہ حضرت ایک دفعہ مخدوم حامد محمد گنج بخش صاحب کے ملنے کے لئے آئے۔ مخدوم صاحب نے روپیوں کی ایک تھیلی حضرت کے پیش کی۔ روپیہ کے لینے سے انکار کیا۔ صرف مخدوم صاحب کے اصرار سے ایک روپیہ اٹھا لیا جو خانقاہ پر جاتے ہوئے آستانۂ خانقاہ پر نذر رکھ دیا[6]

علماء اور طلباء سے قدرتی محبت تھی۔ کبھی کبھی ایک ملا صاحب کے پاس اس کی علمی لیاقت کیوجہ سے تشریف لے جاتے اور وہ بے چارہ اپنی توفیق کے موافق کوئی نہ کوئی کپڑا نذر کے طور پر پیش کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس کوئی کپڑا ایسا موجود نہ تھا جو نذر گذارتا۔ جب حضرت واپس تشریف لے گئے۔ ملا صاحب کو یہ امر شاق گذرا۔ کہ حضرت خالی جائیں۔ ایک ستار لے کر پیچھے دوڑا۔ اور راستہ میں پہنچکر عرض کیا۔ کہ حضرت معمول لایا ہوں قبول فرمایا جاوے۔ حضرت اس معمول کے لفظ اور اس کی اس حرکت سے جلال میں آگئے۔ اور فرمایا "معمول بھانڈوں اور میراسیوں کے لئے ہوتے ہیں۔ فقیر ایسے معمول سے معذور ہے اگر تم میرے آنے کو معمول کا باعث سمجھتے ہو تو فقیر پھر تمہارے پاس نہ آئیگا[7]۔

---

[1] لطائف صفحہ ۱۴۴ [2] لطائف صفحہ ۴۳ [3] لطائف صفحہ ۱۲۱ [4] لطائف صفحہ ۱۶۰ [5] لطائف صفحہ ۱۴۶ [6] لطائف صفحہ ۹۳ [7] لطائف صفحہ ۱۶۰

آج کل کے بزرگان اور پیر اس ارشاد سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک قابل تقلید ارشاد ہے۔

شرعی احترام اور کفایت شعاری

ایک دفعہ اپنے عزیزوں میں جب بھنڈی تشریف رکھتے تھے آپ نے وضو کے پانی کو وزن کرا کر اطمینان کیا کہ شریعت کے مطابق پانی صرف کیا جاتا ہے یا اسراف ہوتا ہے۔ جب وزن پورا اترا تو شکر الٰہی ادا کیا۔

اسی طرح چراغ کی بتی بھی ضرورت سے زیادہ اونچی نہ کرتے تھے۔ اور جب آگ سے روشنی کافی ہوتی۔ تو چراغ بنظر کفایت شعاری گل کر دیا کرتے تھے۔

آگ بھی بقدر ضرورت روشن رکھ کر جب بجھائی جاتی تو انگاروں پر تہجد کے وضو کے لئے پانی گرم کرنے کو آفتابہ رکھ دیتے تھے۔ تاکہ آگ کا پسماندہ بقیہ ضایع نہ جائے[۱]

ایک شخص گل شاہ نام گل امام کے نام مشہور ہو کر اوچ شریف میں حضرت مخدوم صاحب سجادہ نشین حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں آیا۔ اور اس نے کچھ نازیبا کلمات کہے۔ علماء نے اس کو برا مانا۔ اور اسکو حکومت کی طرف سے دھمکایا۔ تو وہ چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد قریب ہی عرصہ میں حضرت بھی اوچ تشریف لے گئے۔ اور گل امام کے حالات معلوم فرما کر جوش اسلامی میں فرمانے لگے کہ اگر میں اسوقت موجود ہوتا تو ایسے بد نفس کی گردن اڑا دیتا[۲]

کلام الٰہی کی جب کبھی تلاوت فرماتے۔ یا گلے میں حمائل کرتے تو ہمیشہ سر کے مقام پر رکھتے۔ اس سے نیچے کبھی کلام اللہ شریف بنظر ادب نہ لے جاتے[۳]

اسی طرح احیاناً تلاوت کے وقت پاؤں کو ہاتھ لگ جاتا تو ہاتھ دھو کر پھر کلام اللہ شریف کو مس کرتے[۴]

قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھوکتے تھے اور نہ ہی ایسی بے ادبی کو روا داری کی نظر سے دیکھتے تھے[۵]

بزرگان سلسلہ کا ادب اور محبت

ان بزرگوں کو جو روحانیات کی بادیہ پیمائی میں سرگرم تگ و تاز رہتے ہیں اپنے بزرگوں کا ادب اس قدر ملحوظ رہا کرتا ہے کہ اس کی مثال بمشکل ملے گی۔

حضرت کی بھی اپنے پیر و مرشد اور بزرگان سلسلہ کے ساتھ ادب اور محبت اخلاص اور عقیدت کی یہی حالت تھی۔ اور ان کے حالات کے بیان کا بیشتر حصہ اس دلچسپ عنوان کے تحت میں آ سکتا ہے۔

(۱) خلیفہ محمد صدیق صاحب واصلی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک وقت حاجی پور شریف گیا ہوا تھا۔ عصر کا وقت تھا۔ میں نے اپنا کمبل نماز کے لئے حضرت کے آگے بچھا دیا۔ مگر حضرت نے یہ فرما کر کمبل اٹھا لیا کہ تم نے میرے حضرت (پیر و مرشد) کی زیارت کے وقت یہ کمبل پہنا ہوا تھا۔ اور حضرت کی نگاہ اس کمبل پر پڑ چکی ہے۔ میں اس پر قدم رکھنا سوء ادب سمجھتا ہوں[۶]

---

۱ لطائف صفحہ ۱۳۰ ۲ لطائف صفحہ ۲۱۹ ۳ لطائف صفحہ ۲۲۲ ۴ لطائف صفحہ ۲۳۵ ۵ لطائف صفحہ ۲۳۹ ۶ لطائف صفحہ ۱۰۶

(۲) پاک پتن شریف پر عرس کی تقریب سے گئے ہوئے تھے کہ حضرت کو اپنے پیر و مرشد (حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب) کے انتقال پر ملال کی اطلاع ملی۔ فوراً وہاں سے روانہ ہو پڑے اگرچہ عرس ابھی تک ختم نہ ہوا تھا۔ اور حضرت قبلہ بہاولدی نے بھی استدعا کی۔ کہ ختم کے بعد تشریف لے جائیں۔ مگر نہ رہا گیا۔ اور فوراً روانہ ہو پڑے[1]

(۳) اپنے پیر حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب علیہ الرحمتہ کے مزار کے لئے بہاولپور سے ایک غلاف تیار کرایا تھا۔ اور خانقاہ پر چڑھانے کے لئے لے جا رہے تھے ہر روز صبح کو اٹھ کر خاص طور پر اس غلاف کی ادب سے زیارت کرتے تھے[2]

(۴) حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خدام (جو قوم کے لکڑے تھے) حضرت کی خدمت میں آئے حضرت نے ان کی خدمت کے لئے مطبخ کے منتظم کو ہدایت کی کہ ان کی منشا کے مطابق ان کی خدمت کی جائے۔ جیسا کہ عام دستور ہے خدام نے سلسلہ پیری کو مدنظر رکھ کر ایسی فرمائشیں کیں کہ منتظم مطبخ نے تنگ آ کر حضرت کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ جو کچھ یہ لوگ مانگیں ان کی منشا کے مطابق دے دیا جائے۔ اور ہرگز انکار نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تو حضرت کے غلام ہیں۔ لیکن اگر حضرت کا کتا بھی آئے تو بھی اس کی بے انتہا عقیدت کے ساتھ تعظیم کرنا میرا فرض ہے[3]

(۵) ایک دفعہ اپنے گھوڑے کے سائیس میاں گدان کو اپنے پیر کی خدمت میں کسی غرض کے لئے بھیجا تھا جب وہ واپس آیا۔ تو خود اس کے استقبال کے لئے کچھ فاصلہ تک گئے اور بڑی عزت و احترام سے اس کو لائے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میرے پیر کی طرف سے آیا ہے۔ اس لئے اسکا احترام واجب ہے[4]

(۶) ایک ندی کے کنارے وضو فرما رہے تھے کہ ایک بھڑ (زنبور) آ کر پانی پر بیٹھ کر پانی پینے لگ گیا۔ مولوی صالح محمد خلیفہ نے اس بھڑ کو اڑانا چاہا۔ تو حضرت نے یہ کہہ کر منع فرمایا۔ کہ نہ اڑاؤ۔ یہ اُتّجے (مشرق) کی طرف سے آیا ہے۔ یعنی میرے مرشد کی طرف سے اڑتا ہوا آیا ہے۔ اس کو نہ اڑاؤ[5]

(۷) ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر پاکپتن میں ایک ٹیلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے آ کر سوال کیا۔ کہ حضرت یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص حضرت بابا فرید گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کی خانقاہ مبارک کے اس دروازہ سے ایام مقررہ کے اندر گذر جائے تو وہ بہشتی ہے۔ اس خیال کی حقیقت کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! فقیر کا اعتقاد تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اس ٹیلہ سے (جہاں خود فروکش تھے) بھی گذر جائے وہ بہشتی ہے[6]

(۸) ایک اور مرتبہ کا واقعہ عام طور پر مشہور ہے۔ کہ حضرت ایک مرتبہ شہر فرید کے ایک ٹیلہ (ریگ) پر نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس سفر میں مولوی علیمردان صاحب بھی ہمرکاب تھے۔ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمتہ کی ملاقات کے واسطے تشریف لے جا رہے تھے۔ بستی کا ایک شخص جو وہاں سے گذرا تو حضرت کو نماز میں مشغول دیکھ کر تعریف کے طور

---

[1] لطائف صفحہ ؟ [2] لطائف صفحہ ۱۶۲ [3] لطائف صفحہ ۱۶۲ [4] لطائف صفحہ ۱۶۲ [5] لطائف صفحہ ۲۳۳ [6] لطائف صفحہ ۲۲۸

پر کہنے لگا کہ یہ بھی تو فقیر ہیں مصلی اور کوزہ ہمراہ ہے پانی بھی وضو کے واسطے کسی سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ بھی فقیر ہیں۔ کہ کل سے حضرت صاحب (حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ کا نام لے کر) کے ہمراہیوں کے گھوڑوں کے بچے گاڑتے گاڑتے لوگ عاجز آگئے ہیں۔ یہ اس شخص نے بطور گلہ حضرت صاحب مہاروی کے ظاہر کیا۔ نماز سے فراغت حاصل کر کے حضرت نے اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ جلدی اٹھو۔ اور اس بستی سے نکل چلو۔ یہاں ابھی ایک آدمی نے ایک فقیر کا گلہ کیا ہے۔ اس بستی کی خیر نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت بستی کے باہر نکل گئے اور بستی کو آگ لگ گئی۔

(۹) حضرت سے اگر کوئی خواجہ عبدالخالق صاحب علیہ الرحمۃ سے تعلق رشتہ داری کی نسبت دریافت کرتا تھا۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ میں تو حافظ صاحب کا غلام ہوں۔ اور ان کے برادری کے بزرگ ان کے بھائی ہیں[1]۔

(۱۰) حافظ حسن جامپوری فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے پیر حضرت صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ کی زیارت کیلئے جا رہا تھا۔ راستہ میں اوچ شریف کے قریب مقام تیبری جب پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب یہاں ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے اس مسجد میں چلا گیا۔ اور میرے دل میں یہ ارادہ کر لیا کہ میں جناب قبلہ مہاروی علیہ الرحمۃ سے اپنا رشتہ بیعت توڑ کر حضرت خواجہ صاحب قبلہ کی جناب میں توسل اختیار کر لوں۔ میں جب حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں قدمبوس ہوا۔ تو حضرت نے میرے خیال پر اپنے کشف کے ذریعے مطلع ہو کر تبسم فرمایا اور مجھے ارشاد کیا کہ حافظ صاحب! فقیر کا تعلق ایک مرید کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جیسے پتھر میں میخ گھس جائے اور مستحکم ہو جائے یہ پیری مریدی کا تعلق ایسی میخ کا سا نہیں جو مٹی میں گاڑ دی اور جس طرف چاہا اس کو پھیر لیا۔ میں دل میں نادم ہوا۔ اور اپنے پیر حضرت مہاروی علیہ الرحمۃ کے فسخ بیعت کے ارادے سے توبہ کی[2]۔

حکام وقت اور امرا کیساتھ برتاؤ

مفتی محمد ظریف صاحب ملتانی سے روایت ہے کہ حضرت ایک دفعہ ملتان میں رونق افروز تھے۔ بہت لوگ زیارت کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے اسی اثناء میں نواب مظفر خان گورنر ملتان بھی زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ حضرت والا کے چہرۂ مبارک پر آثار وحشت نمودار ہوئے۔ اس کے ساتھ بہت ہی کم التفات فرمایا۔ اور نہایت ہی مختصر گفتگو کے بعد اس کو رخصت فرما دیا[3]۔

قاضی گشکوری مبارکپوری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نواب محمد بہاول خان صاحب بہادر والئی بہاولپور حضرت مخادیم صاحبان اوچ کی کسی دیوار کے تصفیہ تنازعہ کے متعلق اوچ شریف میں تھے۔ حضرت کی موجودگی کا حال معلوم کر کے حضرت کی خدمت میں اس مسجد شریف میں گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ سلسلہ گفتگو میں حضرت نے نواب صاحب بہادر کو ارشاد فرمایا۔ کہ میاں بہاول خان! یہ ملک پہلے دوسروں کے پاس تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کیا ہے

---

[1] لطائف صفحہ ۱۲۹ [2] لطائف صفحہ ۱۴۷ [3] لطائف صفحہ ۱۶۹

خبردار، خلق خدا کی آسائش کا خیال رکھو۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے۔ یہ یقین رکھو کہ تمہارے اہلکار خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے۔ جو ظلم کریں گے ان کا حساب تم سے لیا جائے گا۔[1]

ایک سردار (غالباً مبارک خان داؤد پوترہ) نے حضرت کی خدمت میں وظیفہ طریق الٰہی پوچھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا" کہ آپ لوگ ہم فقیروں سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہو اور ہم جماعت فقرا۔ آپ اہل دنیا سے حق تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔[2]

اسی طرح ایک دفعہ نواب محمد بہاول خان صاحب بہادر کو یہ ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کا وظیفہ یہی ہے" کہ خلق خدا کے ساتھ عدل کرو۔ اور ظلم کسی پر نہ ہو۔[3]

مجلس سماع

حضرت خواجہ صاحب سماع کے بیحد دلدادہ تھے۔ صاحب لطائف سیر یہ نے سماع کے متعلق ایک لمبی بحث کی ہے اور کوشش کی ہے کہ اس کو شرعی طور پر جواز کی منزلت سے بھی گذار کر عبادت کے درجہ پر پہنچا دے اور یہ روایات لکھ کر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محظوظ ہوئے تھے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ سماع اور غنا کو حرام اور ناجائز کہنے والے اور مباح نہ اعتقاد کرنے والے لوگ فاسق کافر ہیں۔

یہ کتاب مذہبی مسائل کے بحث کے لئے نہیں لکھی گئی۔ یہاں صرف اسی قدر لکھدینا تاریخی حیثیت سے کافی ہے کہ حضرت صاحب غنا اور مزامیر کے دلدادہ تھے۔

بعض علماء نے جب ان کو اس سے منع فرمایا۔ تو حضرت نے یہ الفاظ فرمائے کہ فقیر دریں امر لاچار است۔ اگر کسے سر ببرد بازنہ خواند۔[4]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کا قوالی سننا بعض ناچاری امور کی وجہ سے تھا اور یہ ظاہر ہے۔ کہ صوفیائے کرام کو حالت استغراق اور وجد میں یکسوئی کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ اور سماع اور مزامیر اس مقصد میں امداد کافی بہم پہنچاتے ہیں اور یہی ضرورت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی لاحق تھی۔ حظ نفسانی یا لہو و لعب کے لئے تو وہ سماع کی مجلس منعقد نہ کراتے تھے

اسی سلسلہ میں حضرت کے کئی ایک مجالس سماع کا ذکر بھی درج ہے اور کئی ایک کرامات بھی لکھے گئے ہیں۔ مثلاً حضرت کا غیب سے قوالوں کو روپیہ کی مٹھی بھر بھر کر دینا۔ اور پھر ارشاد فرمانا۔ کہ حضرت خواجہ اویس قرنی علیہ الرحمۃ اس مجلس میں موجود تھے۔ جو ویلیں کے روپے مرحمت فرماتے تھے۔[5]

---

[1] لطائف صفحہ ۱۹۷، [2] لطائف صفحہ ۹۸ [3] لطائف صفحہ ۱۷۷ [4] لطائف صفحہ ۲۰۳ [5] لطائف صفحہ ۱۹۶

خزینۃ الاصفیا میں درج ہے۔ کہ ایک دفعہ شہر راملی میں وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ تو حضرت ایک تالاب میں گر کر غائب ہوگئے۔ دیر کے بعد جو نکالا گیا۔ تو حضرت خواجہ صاحب اسی حالت استغراق میں مست تھے۔ گانے والے بلائے گئے۔ ان کی آواز سے حضرت ہوش میں آئے[1]

یہ بھی لطائف سیریہ میں درج ہے کہ حضرت کی سواریاں توکل اسپ اور درگاہی اونٹ سماع کے وقت وجد اور حال میں آجاتے تھے اور گریہ کرتے تھے[2]

علمائے وقت اپنی عادت کے مطابق حضرت خواجہ صاحب کو سماع سے منع بھی کرتے تھے۔ مگر حقیقت معلوم کرنے کے بعد ان کو معذور سمجھتے تھے چنانچہ حضرت مولانا مولوی جمال محمد صاحب جلالپوری علیہ الرحمۃ ایک دفعہ سخت جوش اور جذبہ امر معروف نہی منکر سے حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو سماع سے منع کرنے کے لئے تنبیہ کرکے گئے۔ راستہ میں پھر کچھ خیال غالب ہوا۔ واپس چلے آئے۔ مگر گھر میں بھی چین نہ آیا۔ دوبارہ کسی غیبی کشش کی وجہ سے مجلس سماع پہنچکر زور سے آواز دی۔ حاضرین مجلس دوڑے کہ مولانا احتساب کرنے کو تشریف لائے ہیں۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کے لئے دروازہ کھول دو۔ اور ان کو اندر آنے دو۔ چنانچہ جب دروازہ کھلا۔ تو حضرت مولانا صاحب کی وجد میں [illegible] بیخودی کی حالت میں [illegible] پڑھتے جاتے تھے۔ اور اسی ذوق کی وجہ سے [illegible] مجلس میں [illegible] نعرہ لگاتے ہوئے بے خود ہوگئے۔ آخیر وقت تک مجلس میں بحالت وجد مست رہے[3]

اسی طرح کا یہ واقعہ نہایت مشہور ہے۔ کہ کہروڑ تحصیل لودھراں ضلع ملتان کے مولوی قادر بخش صاحب ناظم تھے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ مولوی صاحب کو خاص تعلق ارادت و نیاز تھا۔ حضرت خواجہ صاحب جب ملتان جایا کرتے تھے۔ تو دوران سفر آپ جب کبھی وقت ہوتا۔ ضرور مولوی صاحب کے یہاں مہمان ہوا کرتے تھے۔ اور مولوی صاحب بھی ہر طرح سے حضرت خواجہ صاحب کی تواضع و مدارات کا خیال کرتے تھے۔ علاقہ کہروڑ میں حضرت صاحبان ججّہ کے حکام شرعی جاری تھے۔ یہ خاندان نہایت ہی متشرع اور امر معروف نہی منکر میں بہت مشہور گذرے ہیں۔ مولوی صاحبان نے شرعی احکام کی وجہ سے علاقہ میں خلاف سامان سماع و مزامیر کا نام تک بھی نہ رہ گیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی دعوت کا بہترین تحفہ مجلس سماع ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ مولوی غلام محمد صاحب نے جو ناظم کہروڑ کے بھائی اور حضرت کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کی ضیافت کی۔ اور

[illegible] یہ خاندان کہروڑ میں بہت مشہور علماء پابند شریعت کا خاندان ہے۔ کہروڑ اور علاقہ مضافات کہروڑ میں عرصہ دراز تک اس خاندان کے بزرگان دین نے شرعی امر معروف کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ اب تک اس خاندان کے بزرگوں میں علم و برکت کی عام شہرت موجود ہے۔ مولوی غلام محمد صاحب حضرت خواجہ صاحب کے خاص خلفاء معتقدین میں سے تھے اور ان کا خاندان دنیائے ریاست میں خاص امتیاز رکھتا ہے یہ خاندان تاجداران ریاست بہاولپور کا ہمیشہ [illegible] رہا ہے۔ موجودہ تاجدار بہاولپور دام اقبالہ و ملکہ کے محترم اتالیق عالیجناب مولوی غلام حسین صاحب بہادر مرحوم مشیر وزیر تعلیم ریاست بہاولپور اسی خاندان کے [illegible] اس خاندان کو تاجداران ریاست بہاولپور کے مسلسل اتالیق رہنے میں شہرت اور امتیاز ہے۔ بلکہ اس خاندان کے روایتی صفحہ ۱۴۲

دلچسپی کے لئے دور سے کوئی گویا اور ایک ڈھولک کا انتظام کر دیا۔ علماء جبلہ کو بھی اسکا پتہ مل گیا۔ وہ فوراً احتساب شرع کی غرض سے ناظم صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ ان کی آمد کا حال سنکر حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے شرع شریف کے احترام کے لحاظ سے ساز سماع و مزامیر کو ایک حجرہ میں بند کر رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ ڈھولک ایک حجرہ میں بند کر دی گئی حضرت خواجہ صاحب کے اس احترام شرع شریف کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب خاموش رہے۔ اور کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ جسقدر وقت مولوی صاحب موجود رہے۔ ان کے ہیبت اور جلال سے ڈھولک والا میراثی دم خشک رہا۔ حضرت خواجہ صاحب نے نہایت مودبانہ احترام کے ساتھ کچھ دیر تک مولوی صاحب کو بٹھلا کر رخصت کیا۔ مگر مولوی صاحب حضرت خواجہ صاحب کے رعب کمال روحانی کے سبب سے اس امر کے متعلق کچھ بھی نہ فرما سکے اور جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح تھوڑی دیر بیٹھکر واپس تشریف لے گئے

خوارق

حضرت خواجہ صاحب کی تمام زندگی سادگی، درسخن میں گذری۔ اس تمام علاقہ میں جو پنجاب اور سندھ کے حدود پر مشتمل ہے حضرت خواجہ کو لوگ اس محبت و اعتقاد کے ساتھ دیکھتے تھے۔ جسطرح کوئی اپنے مرشد اور رہنما کی عزت کرتا ہے۔ اگرچہ حضرت کے مریدوں کا سلسلہ بھی اس علاقہ میں بہت ہی وسعت پذیر تھا مگر جو لوگ مرید بھی نہ تھے وہ بھی حضرت خواجہ صاحب کا پورا احترام و عزت کرتے تھے۔

رؤسا اور اعلیٰ زمینداروں سے لیکر ادنی طبقہ کی مستورات کے ساتھ بھی حضرت کا جو خلوص اور ملنے جلنے کا طریقہ مروج تھا وہ مساوات حقیقی کا بہترین نمونہ تھا۔

خوش اعتقاد مریدوں کے لئے ہر ایک واقعہ پیر اور رہنما کی ایک کرامت سمجھا جاتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ایک باطن اپنے روشن ضمیر پیر میں کسی مافوق الفطرت اور خرق عادت پر اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ تو وہ اس زمانہ میں حلقہ ارادتمندی میں داخل ہونے کے ناقابل سمجھا جاتا ہے

کتاب لطائف سیریہ میں اس قسم کے بیشمار واقعات ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) حضرت کو رجال الغیب کھلاتے تھے[1]۔ (۲) مریدوں کے مصائب اور مشکلات میں حضرت خود پہنچکر امداد فرماتے تھے[2]۔ (۳) حضرت کی دعا میں خوبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) سرست اعلیٰ حضرت مولوی محمد عبدالرزاق صاحب علیہ الرحمۃ شہنشاہ ہندوستان کے اتالیق تھے۔ اور سوقت شاہان دہلی کیطرف سے اس خاندان کو جو جاگیر ملی ہوئی تھی۔ وہ اب تک اس خاندان میں چلی آتی ہے۔ اس خاندان کے مفصل حالات اور ناجلدان سیاہ پوشی کی تعلیم کے سلسلہ کے تمام مناظرہ تیقہ تالیف کے ہے بحث ہوئے ہیں۔ [1] لطائف صفحہ ۵۳ [2] لطائف صفحہ ۵

لعاب۔ یا دست شفقت۔ یا ارشاد و وظیفہ یا نظر کیمیا اثر سے خفقان جاتا رہا[1]۔ عقیمہ کو بچہ ہوا[2]۔ بہت سا سفر جلدی طے ہو گیا[3]
درد سر جاتا رہا[4]۔ ڈاکو چور تائب ہو گیا[5]۔ کافر مسلمان ہو گیا[6]۔ زخم اچھے ہو گئے[7]۔ زبان کی لکنت درست ہو گئی[8]۔ غیب سے مدد
سے روزگار ملنے لگ گیا[9]۔ بچھو کے کاٹے کا آرام ہو گیا[10]۔ کنکرے اور چڑیاں ذکر الٰہی میں مست ہو گئے[11]۔ باغ کے درختوں
اور پتوں سے ذکر جہر کی آواز آنے لگی۔ درخت کے نیچے آرام کرنے سے درخت سبز اور خوشبو دار ہو گئے[12]۔ تھوڑے سے
طعام میں ایسی برکت ہوئی کہ وہ بہت عرصہ تک بکار رہا۔ یا بہت لوگوں میں تقسیم ہو کر وافر رہا[13]۔

علوم مبارک کے مشہور بزرگ محمد کامل صاحب نے عصر کے وقت حضرت کو [illegible] تسبیح کے زیور [illegible] حضرت
نے مکہ مکرمہ سے [illegible] شام کو تسبیح خرید فرما کر معہ [illegible] کے واپس لوٹا دیئے[14]

اس قسم کے روحانی جذبات اور تصرفات کی وجہ سے حضرت مرجع خواص ہو گئے تھے اور دور دور سے بندگان حق آپ کی
تلاش کرتے ہوئے لطف زیارت اور سعادت صحبت حاصل کرتے تھے۔

اکثر جیند اور اہل عزت [illegible] لسان صادق حضرت کی راہ تکتے رہ جاتے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو
کر مقصود دین و دنیا حاصل کرتے تھے۔

اگرچہ کرامات اولیاء اور خوارق خاصان خدا کے لئے ایک بسیط مضمون کی ضرورت ہے۔ لیکن جو شخص حضرت خواجہ
صاحب کی زندگی کے حالات پر بنظر غور کرے گا۔ تو اس کو حضرت کی تمام زندگی کے لمحات کرامات سے بھرے ہوئے نظر
آئیں گے۔ حضرت کی زندگی کا ہر ایک شعبہ ان کی [illegible] کی ایک روح نظر آتا ہے۔ ہدایت اور ارشاد کے جو چشمے
روحانی حضرت نے اس علاقہ میں تقسیم فرمائے ہیں۔ اور اب تک حضرت کے حرم پاک کے انوار سے بہرہ مند ہو رہے ہیں [illegible]
حصہ مل رہا ہے۔ اس کا نظارہ کوئی شخص جب خواجہ پر حاضر ہو کر اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس وقت وہ کچھ اندازہ کر
سکتا ہے۔ قلم اس کے صحیح بیان اور اندازہ ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔

ایک دفعہ جہاز میں سوار تھے۔ بیت اللہ شریف کا سفر تھا۔ ایک حاجی پر جو معیت میں تھا ملازمان کی تنگ دلی کے سبب سے
جوش پیدا ہوا تو اس کو سمندر سے دو موتی نکال کر دیئے۔ اس واقعہ کی خبر جب دوسرے ملازمان جہاز کو ہوئی۔ تو انہوں نے
اس درویشانہ لباس میں حضرت خواجہ کو جواہرات کا سوداگر سمجھ کر تنگ کرنا شروع کیا۔ اور تقاضا کیا کہ تمام مال کو دکھلاؤ
تاکہ سرکاری محصول لیا جائے۔ حضرت کو جب ملازمان جہاز نے سخت تنگ کیا تو حضرت نے جلال آمیز خاموشی اختیار کی۔ فوراً

لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ ۱۰۰ لطائف صفحہ [illegible]

لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible]

لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible] لطائف صفحہ [illegible]

سمندر میں طوفان کے آثار نمودار ہوئے اور اس قدر پریشانی لاحق حال ہوئی۔ کہ تمام مسافر اور منتظم پریشان ہوگئے۔ آخر کسی صاحب دل نے منتظمین جہاز کو یہ بتلایا۔ کہ یہ تمام واردات اس خرقہ پوش فقیر کی نارضامندی کا نتیجہ ہے۔ ملازمان جہاز نے جمع ہوکر حضرت کی خدمت میں معافی مانگی اور معذرت کی اور حضرت کی دعا سے طوفان کا جوش رک گیا۔

کچھ دن ہوئے کہ بہاولپور میں عرب شریف کے بعض محترم بزرگ شیخ ابوسعود حماد مدنی خطیب مدینہ طیبہ شیخ احمد و شیخ حسن خادم و موذن مدینہ طیبہ آئے تھے وہ بھی زیارت مزار کے لئے خانقاہ شریف پر تشریف لے گئے تھے۔ اور روحانی کیفیات سے مستفید و متاثر ہوئے کہ واپسی پر انہوں نے اعتقاد ظاہر فرمایا۔ کہ ہم مدینہ میں بھی حضرت کا عرس کریں گے۔ اس قسم کے واقعات علاوہ لطائف میریہ کے زبان زد عام بھی ہیں۔ مگر جو شخص حضرت خواجہ کی تمام زندگی کے کردار کو ہدایت و ارشاد سے معمور و خوارق سے وابستہ دیکھتا ہو اس کے لئے ان واقعات کا جمع کرنا یا ان پر بحث کرنا تحصیل حاصل ہے

باب سوم

معاصرین اور خلفاء

بارہویں صدی کا آخری حصہ ہندوستان کے صوفیائے کرام اور علمائے عظام کی آخری جلوہ ریزی کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد بھی اگرچہ اس شمع نور الٰہی کی لو ہمیشہ روشن رہی اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت رہے گی ... دنیا کے لیے باعث بصیرت ہوں گے مگر جو شان قدما اس زمانہ میں نظر آ گئی پھر اس کے بعد وہ تجلیات عام نہیں رہیں۔ اب اس قسم کے لوگ بہت ہی کم دیکھے جاتے ہیں۔ وقت تھا کہ طبائع میں تلاش حق کی طلب صادق تھی۔ ارشادات میں مقناطیس کا سا جذب تھا۔ مقصود کے حاصل کرنے کے سبب انتہا مشقت اور ریاضت کرنے والے بہت لوگ موجود تھے۔ نمود نام کو نہ تھا۔ خلوص سراپا موجود تھا۔ کہنے والوں کی زبان میں تاثیر اور سننے والوں کے کانوں میں اور دلوں میں ہدایت کے لیے رجوع کا جذبہ موجود تھا

دہلی میں حضرت مولانا فخر جہاں علیہ الرحمۃ کے علم و فضل کا وہ بازار گرم تھا کہ ہندوستان کے باہر تک اس کی شہرت اور عظمت قائم تھی۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ صاحب کے استاد تھے۔ حضرت مولینا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولینا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی زمانہ میں حدیث و تفسیر کے علم و عمل کا سبق ایک زمانہ کو دیتے تھے جن کی روشنی سے اس وقت تک دنیا کی علمی مجلسیں منور ہیں۔ تونسہ شریف میں حضرت خواجہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ محمد عاقل صاحب علیہ الرحمۃ کا دور دورہ تھا۔ یہ دونوں بزرگواران حضرت خواجہ نور محمد صاحب[1] قبلہ مہاروی علیہ الرحمۃ کے دلربا تھے جو حضرت خواجہ سیرانی صاحب کے کمالات باطنی کے عاشق تھے[2] ملتان میں بھی متعدد بزرگ موجود تھے۔ پیر جیون سلطان علیہ الرحمۃ بھی اسی زمانہ میں تھے۔ بہاولپور کے بڑے قبرستان کو جن بزرگوار کے نام سے منسوب کیا جا رہا ہے وہ بھی بحالت مجذوبی اسوقت زندہ تھے۔ یعنی حضرت موکن[3] شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی اس وقت زندہ

---

[1] حضرت خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

[1] حضرت خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری زیر ترتیب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اس کتاب کی اشاعت کے بعد بہت جلد یہ سوانح شائع ہوگی۔ مؤلف

[2] لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب ایک مرتبہ عرس سے فارغ ہو کر واپس چلنے لگے تھے تو حضرت قبلہ مہاروی صاحب علیہ الرحمۃ نے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر وداع کی اور جب تک حضرت خواجہ صاحب وہاں سے آپ کو نظر آتے رہے برابر کھڑے رہے۔ لطائف صفحہ

[3] حضرت موکن شاہ صاحب کی خانقاہ بہاولپور میں مرجع عوام و خواص ہے۔ جمعرات کو حضرت کے مزار پر قوالی کی مجلس اور ختم ہوا کرتا ہے۔ ان کے حالات کے متعلق علیحدہ ایک کتاب زیر تالیف ہے جن کی اکثر کرامات زبان زد عوام ہیں۔

موجود تھے۔ اور حالت جذب وکیف میں ہر وقت سرمست رہا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کا ان کے ساتھ بسا اوقات عجیب عجیب حالات میں مکالمہ اور تبادلہ خیالات ہوتا تھا۔

ان تمام بزرگواروں کی عموماً ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت بلھے شاہ صاحب بھی اسی زمانہ کے قریب قریب موجود تھے۔ یہ تمام بزرگ فیضان روحانی کے حصے۔ سعادت مند طبائع میں تقسیم کر رہے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب اگرچہ ہر وقت سفر میں رہا کرتے تھے۔ لیکن ان کے فیضان خاص سے بعض خلفاء کو نعمتِ ابدی کا وافر حصہ نصیب ہوا تھا۔ جن کا مختصر ذکر اس عنوان کے تحت میں کیا جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل نو خلفاء حضرت خواجہ صاحب کے یہاں گنے گئے ہیں[1]۔ جو انوار باطنی سے آراستہ تھے۔

(۱) حافظ قمر الدین علیہ الرحمۃ سکنہ موضع قائم پور (گوٹھ قائم رئیس) یہ بزرگ نواب سرفراز خان حاکم ملتان کے پیر تھے۔

(۲) شیخ محمد سلیم صاحب علیہ الرحمۃ قریشی ملتانی۔

(۳) شاہ ابو الفتح علیہ الرحمۃ ساکن موضع مئو مبارک تحصیل رحیم یار خان۔ ریاست بہاولپور۔

(۴) خواجہ سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ۔ اس بزرگوار کا مزار۔ حضرت شیخ کے مزار سے متصل ہے۔

(۵) شیخ محمد انوار صاحب ملتانی علیہ الرحمۃ۔ یہ بھی اپنے شیخ خواجہ صاحب کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔

(۶) شیخ اللہداد صاحب علیہ الرحمۃ جن کا مزار مبارک ملتان میں ہے یہ بزرگ ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے

(۷) دیوان محمد غوث صاحب علیہ الرحمۃ جالپوری۔ اولاد پیر لال قتال صاحب علیہ الرحمۃ۔

(۸) شیخ دوست محمد صاحب علیہ الرحمۃ جہانگڑہ میں ان کا مزار مرجع خواص اور زیارت گاہ عوام ہے۔

(۹) حافظ عبدالکریم صاحب غازی علیہ الرحمۃ اس بزرگ کی قرأت کا جواب اس وقت تمام پنجاب میں موجود نہ تھا۔

(۱۰) ان کے علاوہ شیخ عبدالسلام صاحب جوگی کو بھی حضرت کے خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس بزرگ کے اسلام سے مشرف ہونے کا قصہ[2] اس طرح لکھا ہے کہ دوران سیاحت میں حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا گذر اتفاقاً کوہستان سہنگل گنڈہ میں ہوا۔ رات کو جہاں حضرت کا قیام تھا۔ وہاں ایک جوگی استدراجی بھی مدت سے تپسیا کر رہا تھا۔ اس نے حضرت سے کرامت دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہم فقیر مسافر لوگ ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے دروازے کے گداگر ہیں۔ کرامت اور خوارق کا اظہار ہمارا کام نہیں۔ ہاں اگر آپ کوئی تماشہ دکھائیں۔ تو آپ کو اختیار ہے۔ جوگی اپنے استدراج کے زور پر بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا۔ اور پھر نمودار ہوا۔ اسی طرح کئی دفعہ متواتر نظر سے غائب ہوتا رہا اور پھر ظاہر

---

[1] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۱۰ [2] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۱۰

ہو جاتا رہا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس کے کمال کی نسبت دریافت فرمایا۔ کہ یہ مرتبہ آپ کو کیونکر حاصل ہوا۔ جوگی نے جواب دیا کہ خلاف نفس ہے جو کچھ جی نے چاہا۔ میں نے اس کی پیروی نہیں کی۔ اور اس کے خلاف کیا۔ اور عمر بھر کی ریاضت کے بعد یہ درجہ حاصل کیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس پر جوگی کو فرمایا۔ کہ میں مسلمان فقیر ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح مسلمان ہو جاؤ۔ اس امر کے متعلق تمہارا نفس کیا کہتا ہے۔ جوگی چپ بھی ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ میرا نفس اس امر کو قبول نہیں کرتا اس پر حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس جوگی کو فرمایا۔ کہ اپنے اصول کے مطابق جس کی پیروی آپ نے عمر بھر کی ہے اب تم کو مسلمان ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ نفس کا خلاف اسی میں ہے۔ جوگی نے اس استدلال پر کچھ توجہ نہ کی۔ مگر معاً جوگی نے اپنے کمالات استدراج کو مفقود پایا۔ اور چاہا کہ پھر کوئی شعبدہ دکھائے۔ مگر اس کی طاقت جاتی رہی۔ اور کسی امر پر بھی وہ اپنے استدراج کے ذریعہ عمل نہ کر سکا۔ بہت تنگ آگیا۔ اور اپنی تمام عمر کی کمائی کو اس طرح جاتا ہوا دیکھ کر حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ اور معذرت چاہی۔ اسلام کے نور سے حضرت نے اپنی پوری توجہ کے ذریعہ اس کے دل و دماغ کو روشن کر دیا۔ اور نظر کیمیا اثر سے کمالات باطنی بھی ظاہری اسلام کے ساتھ مرحمت فرمائے۔ اس جوگی کا اسلامی نام عبدالسلام رکھا گیا۔ ان بزرگوار نے بھی اسلام کی نعمت حاصل کرنے کے بعد تبلیغ کا کام کیا۔ اور اس قدر مقبول ہوا۔ کہ ان کو بھی خاص خلفاء حضرت میں شمار کیا جاتا ہے

(۱۱) مولوی غلام محمد صاحب کا نام بھی فہرست خلفاء میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ یہ بزرگ ریاست بہاولپور کے اتالیق خاندان خسروی کے قابل احترام ممبر تھے اور صاحب دل تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ ان کا ایسا ربط نیاز تھا کہ حضرت خواجہ صاحب نے ان پر اپنی خاص عنایت مبذول فرمائی ہوئی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار مبارک کا اندرونی خوبصورت اور عالی شان کٹہرہ انہیں بزرگوار نے بنوایا تھا۔ بہت سی کرامتیں ان کی ذات سے منسوب ہیں جن کا بیان کسی علیحدہ تالیف میں مفصل ہوگا۔

(۱۲) خلیفہ محمد صدیق صاحب داجلی۔ (۱۳) خلیفہ محمد وارث صاحب۔ (۱۴) خلیفہ محمد اعظم صاحب اٹھوال۔ (۱۵) خلیفہ محمد مقبول صاحب کھوکھر (۱۶) خانصاحب مہرو خانصاحب ہرجانی (رئیس وبانی گوٹھ مہرو خان تحصیل بہاولپور) میاں سلطان محمود صاحب برنڈی؟ بھی حضرت کے خلفاء کی فہرست میں داخل کئے جا سکتے ہیں۔ ان کے کمالات کا ذکر بھی جا بجا لطائف سیریہ میں موجود ہے

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ

حافظ یعقوب صاحب

|

حافظ محمود صاحب

|

صفحہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو

حافظ محمود صاحب
حافظ طاہر صاحب
حافظ محمد عارف صاحب
حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب علیہ الرحمۃ (خواجہ صاحب کے پیر)
حضرت امان اللہ صاحب
حضرت خواجہ حاجی شہید محکم الدین صاحب
سیرانی بادشاہ
لاولد
خواجہ ہدایت اللہ
حضرت صالح محمد صاحب
حضرت ملی محمد صاحب
حضرت قطب الدین صاحب
محمد دین صاحب
سلطان احمد دین صاحب
خلیفہ اول
نظام الدین صاحب
خدا بخش صاحب
محمد عارف صاحب
خواجہ محمد بخش صاحب
خلیفہ دوم
قادر بخش صاحب
فیض بخش صاحب
لاولد
خواجہ محمد یار صاحب
خلیفہ سوم
قادر بخش صاحب لاولد
حضرت عثمان نوری صاحب
حضرت سلطان بالا دین صاحب
نور احمد صاحب
حضرت غلام اویس صاحب
حضرت سلطان بالا دین صاحب
خواجہ نبی بخش صاحب
خلیفہ چہارم
نا کتخدا
محمود الدین صاحب
حضرت صالح محمد صاحب
حضرت محمد یعقوب صاحب
فیض محمد صاحب
مسند نشین حال (متوفی ۱۹۷۵ء)
احمد یار صاحب
عطا محمد صاحب
طفلی میں فوت ہوئے
صالح محمد صاحب
سلطان بالا دین صاحب
شہاب الدین صاحب
محمد دین صاحب
احمد دین صاحب
نور احمد صاحب
محمد قاسم صاحب
محمد عارف صاحب

حالات وفات

انتقال سے کچھ عرصہ بیشتر خراسان کی طرف روئے سفر تھا۔ اس سلسلۂ سفر میں مقام تلیری[1] تک پہنچ گئے تھے کچھ باطنی مکاشفات کی وجہ سے خراسان کا ارادہ تبدیل فرماکر اسی مقام سے واپس جانب جنوب روانہ ہوتے۔ اور کچھی[2] میں پہنچکر کسی بستی میں ایک شیشم کے درخت کے نیچے قیام فرماکر قیلولہ بھی وہیں فرمایا۔ اور اسی مقام پر حضرت دیوان محمد غوث صاحب (خلیفہ حضرت) آکر مشرف ہوئے اور یہیں ایک مجلس سماع منعقد ہوئی۔ پھر یہاں سے تنہا روانہ ہوکر ملک کاٹھیاواڑ کی طرف چلے گئے اور دُھراجی بندر پہنچے۔

اس خطہ میں بھی حضرت کے مرید خدام اور معتقدین کی تعداد بہت وافر تھی۔ کئی دن تک اس علاقہ میں سیاحت کرتے ہوئے ابتدائے ربیع الآخر ۱۱۹۷ھ میں واپسی کا ارادہ فرمایا۔

سندھ کے لوگوں کی نسبت جو روایات مشہور ہیں۔ ان کی تصدیق اس سے ہوتی ہے۔ کہ وہاں[3] کے معتقدین نے اس خیال سے کہ آپ بعد از وفات کاٹھیاواڑ ہی کے علاقہ میں دفن ہوں۔ اور ہم لوگ دور دراز مسافت طے کرنے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہیں حضرت کے وہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور حافظ محمد ککی نے حضرت کو واپسی کے ارادہ سے یہ عرض کرکے باز رکھا۔ کہ ایک شب تو میرے ہاں قیام فرماکر دعوت قبول کی جائے۔ اس کے عاجزانہ اصرار درخواست دعوت پر حضرت نے ایک شب کا قیام مزید منظور فرمالیا۔ حافظ مذکور نے رات کے کھانے میں حضرت کو زہر دیدیا۔ زہر نے حلق سے اترتے ہی اپنا عمل شروع کردیا۔ بے تابی۔ قلق کے آثار نمایاں ہوئے اسی حالت کرب میں نماز عشا ادا فرمائی۔ تشنگی نے غلبہ کیا۔ تو حضرت نے حافظ محمد ککی سے پانی مانگا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ پانی پینے سے زہر کا اثر بدن میں سرعت سے پھیل جائیگا۔ اور زہر دینے کے بعد کچھ اپنے دل میں پشیمان بھی ہوگیا تھا۔ اسلئے اس نے پانی دینے میں کچھ تامل کیا۔ حضرت نے اس کو پس وپیش کرتا ہوا دیکھ کر فرمایا تم نے جو کرنا تھا وہ تو کرگذرے۔ لوگوں کو گرمی میں ڈال کر اب پیاسا ہونے سے کیا بنتا ہے۔ لاؤ پانی لاؤ۔

حافظ مذکور نے پانی لادیا۔ پانی پیتے ہی استفراغ ہوا۔ جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر قے کے ذریعہ نکلنے لگ گیا۔ فقیر ابوطالب جس کے حجرہ میں حضرت کا قیام تھا۔ اس نے مادہ استفراغ کو ایک برتن میں لے لیا۔ دوبارہ پھر استفراغ ہوا متواتر استفراغ سے طبیعت نڈھال ہوگئی۔ شہر میں حضرت کی اس ناگہانی تکلیف کی شہرت ہوئی اور فوراً شہر

---

[1] تیری ایک بستی ہے۔ جو ملتان سے ڈیرہ اسمٰعیل خان کیطرف جاتے ہوئے راستہ میں دریائے چناب کے کنارے پر واقع ہے [2] سندھ کے اس حصہ کو جو ریاست بہاولپور کے مقامات اوچ شریف وغیرہ پر مشتمل ہے۔ پہلے کچھی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا [3] گزیٹیر بہاولپور سٹیٹ صفحہ ۸۲ حصہ اول شاید جملہ حالات انتقال پرملال لطائف سیرہ صفحہ ۳۶۷ ... انقلاب صفحہ ... سے ماخوذ ہیں۔

کے بیشمار معتقدین جمع ہو گئے۔ حضرت نے اپنی بے تابی کی حالت کو مد نظر فرما کر لوگوں کو رخصت فرمایا

نقیر ابو طالب حضرت کے قریب موجود رہا۔ کچھ دیر کے بعد حالت غنودگی کو دم آخرین سمجھکر میاں ابو طالب نے مسنون طور پر آنکھوں پر ہاتھ رکھے۔ حضرت کو کچھ افاقہ تھا۔ ارشاد فرمایا۔ ابو طالب ابھی وقت نہیں آیا۔ حضرت جذبہ کی اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چھت کی کڑیوں کو پکڑ کر کھڑے رہے۔

ابو طالب نے اس موقعہ پر بعض سوالات آخری کئے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا۔ جنکا ذکر آگے آتا ہے۔ ابو طالب نے جب پوچھا کہ حضرت صاحبزادگان والامقام کو کس طرح اطلاع دی جائے۔ اس پر حضرت کو اپنے متعلقین کے خیالات سے رقت طاری ہوگئی۔ اور وفور شفقت کے باعث گریہ فرمایا۔ اور مندرجہ ذیل وصیتیں فرمائیں۔

اول (حافظ) محمد کوکی قاتل کی نسبت ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی شخص اس کو کسی قسم کا آزار نہ پہنچائے۔

دوم حافظ محمد کوکی مذکور کو مبلغ دس روپے نقد اپنی گرہ سے دے کر وصیت کی۔ کہ پانچ روپے میرے کفن پر صرف کرنا۔ اور باقی پانچ روپیہ خیرات کر دینا۔

سوم۔ قبر کے متعلق فرمایا کہ کسی جگہ ایک گڑھا کھود کر میری نعش کو دفن کر دینا۔

چہارم ایک درویش نے (جسکا نام شیخ نتھو تھا) حضرت کا مادہ استغراق کو پہنچ لیا تھا۔ اس کی نسبت فرمایا۔ کہ اس کو شہر میں نہ رہنے دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ وہ بے ساختہ اور بیخودی کی حالت میں شہر سے نکل گیا۔

اس کے بعد حضرت نے مراقبہ کی صورت میں بیٹھ کر ذکر ارّہ[1] کرنا شروع کیا۔ وہ کچھ دیر تک نہایت ہی پرجوش آواز میں یہ ذکر فرما کر لیٹ گئے۔ اور ابو طالب کو یاد فرمایا۔ اس کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ابو طالب اب وقت آگیا ہے۔

یہ سنکر ابو طالب آب دیدہ ہوا۔ اور قریب آیا۔ تو حضرت کے سینے اور زبان سے آخری الفاظ ھو حق سنی اور آواز کے ساتھ مرغ روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ عاش حمیداً و مات شہیداً۔ فرحمۃ اللہ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

شہر میں چونکہ حضرت کی اس حالت کا شہرہ ہو چکا تھا۔ اس لئے عام طور پر مسلمانان خوش عقیدت اور مریدان با ارادت جمع ہو گئے۔ اسی وقت غسل کی تیاری کی گئی۔ تجہیز تکفین سے فراغت کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اگرچہ بیگاہ رات کو جنازہ پڑھا گیا تھا مگر ہجوم خلق اس وقت بھی حیرت انگیز تھا۔

نماز جنازہ کے بعد آدھی رات کے قریب شب ۱۷ ربیع الآخر ۱۱۹۶ھ آپ کے جنازہ مطہر کو سپرد خاک کیا گیا کہ

---

[1] ذکر ارّہ ایک خاص قسم ذکر الٰہی ہے جس میں سانس میں اس طرح آواز کو جذب کر کے نکالا جاتا ہے کہ آواز ارّہ کی طرح چیرتی ہوئی حلقوم سے گذرتی ہے۔ یہ ایک مشکل ریاضت کا ہے۔ عزیز

کہ اسی شب اتفاق سے چاند گہن بھی تھا۔ معتقدین کے لئے اس شہید علیہ الرحمتہ کے واقعہ جانکاہ پر چاند کا بھی متاثر ہونا نہایت ہی
چنانچہ واقعہ تاریخی بیان کیا گیا ہے۔

اگرچہ حافظ محمد کوئی نہ چاہتا تھا مگر میاں ابو طالب اور شیخ منظور نے حضرت کی وفات حسرت آیات کی اطلاع
بذریعہ ایک مراسلہ کے بہاولپور کی طرف روانہ کی۔ یہ مراسلہ منزل بمنزل بہت ہی توقف کے ساتھ چھ ماہ گذر جانے کے بعد ماہ
شوال میں بہاولپور پہنچا۔

بہاولپور میں حضرت کا قیام مبارک میاں محمد حسن صاحب مرحوم والی مسجد میں رہتا تھا۔ یہ مراسلہ بھی اسی مسجد شریف میں پہنچا
نماز عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ جس وقت یہ مراسلہ بہاولپور میں پہنچا۔ اسی وقت تمام شہر میں شور قیامت برپا ہو گیا۔ بہاولپور
کا تمام شہر حضرت کا مخلص اور معتقد تھا۔ اور ہر شخص کو حضرت خواجہ صاحب کی ذات بابرکات سے خاص انس تھا۔ اور اب
چونکہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ کا دیدار دیکھے ہوئے ان کو بہت عرصہ گذر گیا تھا۔ یہ لوگ منتظر زیارت تھے کہ ناگہاں یہ
وحشت خیز خبر پہنچی۔ تمام شہر میں تہلکہ برپا ہو گیا۔

صاحبزادہ حضرت میاں اویس بخش صاحب اور حاجی محمد اعظم صاحب [illegible]۔ اس اطلاع کے بعد بہت جلد
ڈھرچی بند کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور جب یہ اطلاع حضرت خواجہ صاحب کے اعزہ کو سیدی شریف میں پہنچی۔ تو وہاں سے
حضرت خواجہ سلطان احمدی صاحب بھی مع خدام بہاولپور پہنچے اور خلیفہ محمد حسن صاحب بہاولپوری۔ میاں محمد لکھن
خدا بخش مرحوم کی معیت میں سامان سفر مہیا کر کے روانہ ڈہراچی ہوئے۔

جب یہ جماعت بند کان ڈہراچی بند کو پہنچی تو وہ چوتھی تاریخ ماہ صفر المظفر ۱۱۹۵ھ کی تھی۔ ان سے پہلے صاحبزادہ
میاں اویس بخش صاحب و حاجی محمد اعظم صاحب پہنچ چکے تھے۔

بیس دن تک متواتر یہ حضرت کا تابوت منتقل کرنے بہاولپور لانے کے متعلق مشورہ ہوتا رہا۔ حافظ محمد حسن کا ذکر
پہلے ہو چکا ہے اس تجویز کی ہمیشہ مخالفت کرتا رہا۔ کبھی شرعاً عدم جواز ظاہر کرتا۔ کبھی دور دراز کی مشکلات بتلاتا۔ کبھی اپنے حقوق جتلا کر
جنازہ لے جانے سے منع کرتا اور کبھی دھمکی دے کر بھی کام نکالنا چاہتا۔ آخر کار یہاں تک بھی آمادگی ظاہر کی کہ خانقاہ اسی جگہ رہنے دی
جائے۔ میں تین ہزار روپیہ سالانہ ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ اس کی یہ باتیں حضرت صاحبزادہ سلطان احمدی صاحب علیہ الرحمتہ سنتے رہے
مگر اس نے آخری حیلہ لایعنی پیش کیا تو اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی جوش آگیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں
حضرت خواجہ صاحب کے ارشاد کی تعمیل کر رہے ہیں حضرت خواجہ کا تابوت لینے کے لئے گھر سے آئے ہیں۔ اور لے کر جائیں گے
تم بے فائدہ رکاوٹیں پیدا کر رہے ہو۔

۲۰ صفر کی شب کو قبر مبارک سے نہایت احتیاط کے ساتھ جنازہ نکالا گیا۔ پہلے یہ تجویز ہوئی کہ جنازہ کو صندوق میں ڈال
کر لے جانا چاہیئے۔ لیکن آخر کار صندوق کی تجویز رہ گئی اور ایک چارپائی کو لمبے بانس باندھ کر جنازہ اٹھایا گیا۔ اور جنازہ نکالنے

کے تین دن بعد روانگی ہوئی۔

نعش مبارک جس وقت قبر سے نکالی گئی۔ ایسی ہی سالم اور محفوظ تھی جیسا کہ بالکل تازہ دفن شدہ ہو۔ بدن نہایت نرم تھا۔ پیشانی مبارک پر پسینہ کے آثار نمایاں تھے۔ اور اسی طرح اعضاء میں بھی حرارت کا گمان ہوتا تھا خوشبو کی مہک تھی۔ سریر مبارک اسی طرح دوش بدوش رواں ہوا۔ شہر کے لوگوں نے پانچ چھ کوس تک ساتھ دیا۔ مگر آخر وہ واپس ہوئے۔ جہاں جہاں سے گذر ہوتا وہیں کے لوگ نہایت خلوص اور عقیدت سے کسی قدر فاصلہ تک رفاقت کرتے۔ منزل بمنزل جنازہ چلا آیا۔ اور آخر کار بستی گوٹھ بخشہ قسانی کے جنوب میں پانچ کوس کے فاصلہ پر گوٹھ جیا[1] پوستی ذادپوترہ میں پہنچے۔ یہاں حاملان تابوت نے صرف دم لینے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر بہت کچھ گفت وشنید کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اور دوسرے اصحاب کا اسی پر اتفاق ہوا۔ کہ مرقد مبارک یہیں تیار کیا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اسی دن سے بستی گوٹھ جیا پوستی کا نام خانقاہ مبارک ہو گیا۔ اور اب تک اس دل کش نام سے موسوم ہے۔

مزار مبارک مائی حلیمہ کی وہ جھونپڑی جس میں حضرت کا قیام ہمیشہ ہوا کرتا تھا۔ اسی میں حضرت کو دفن کیا گیا۔ نواب مظفر خان صاحب بہادر گورنر ملتان نے ایک چبوترہ اور ذی روح حوض تیار کرایا۔ اور مسجد شریف بھی بنوائی۔ اور خانقاہ کی ابتدائی تعمیر اس کے عہد میں ہوئی۔ پھر ریاست بہاولپور کے والی نواب محمد بہاول خان صاحب ثانی و نواب فتح خان صاحب بہادر عباسی کے عہد میں دوبارہ تیاری و مرمت خانقاہ عمل میں آئی۔ ازاں بعد جنت نشان نواب صادق محمد خان عباسی رابع کے عہد میں یعنی محرم شریف ۱۳۱۵ھ میں اس کی مکمل مرمت اندرونی و بیرونی ہوئی اور رنگ سازی کا نفیس کام اور چوبی رنگین کٹہرے اور چوبی رنگین چھت کا کام اسی زمانہ میں مکمل ہوا۔ اب خانقاہ مبارک کے روکار (سامنے کا حصہ) ایک سنگین بیل پایوں کا نہایت ہی عالیشان دالان تیار ہو رہا ہے۔ جو حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ تیار کرا رہے ہیں۔

تاریخ ہائی مولوی غلام سرور صاحب لاہوری مرحوم مغفور نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیا میں وفات حضرت کی چند تاریخیں بھی لکھی ہیں۔ جس میں سے حسب ذیل یہاں بھی نقل کی جاتی ہیں۔

پیر محکم الدین برفت افسوس شد ۔۔۔ روح پاکش طائر فردوس شد

از وصالش ہاتفم تاریخ گفت ۔۔۔ "لحد آں گل گلشن فردوس شد"

۶ ۱۱ ۹ ۲

---

[1] اس بستی میں حضرت اپنی زندگی میں بھی اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ یہاں ایک بڑھیا کو جس کا نام حلیمہ تھا ہمیشہ کہتے تھے اسی کی وجہ سے اکثر سفر کے دوران میں خود یہاں قیام ہوا کرتا تھا۔ ہی مائی حلیمہ نے حضرت کے ارشاد کو یاد دلا کر اصرار کیا۔ کہ مرقد مبارک یہیں بنایا جائے۔ لطائف صفحہ ۲۹۳

وَلہٗ

جناب محکم الدین صاحب سیر	کہ ذات پاک او منظور عشق است
بوصفش "شاہ فیاض" است تاریخ ١١٩٧ھ	دگر فرما کہ "عاشق نور عشق" است ١١٩٧ھ

اس سلسلہ تحریر میں ایک مادہ تاریخ فی البدیہہ راقم ناچیز کے ذہن میں بھی آگیا ہے۔ اس پر مصرع لگا کر درج کرتا ہوں

صاحب السیر خواجہ محکم دین	کرد روئے سفر سوئے بہشت
کلک زار عزیز سال وفات	"شیر جانباز شد شہید" نوشت ١١٩ھ

اس سلسلہ عنوان میں تاریخ رحلت کا وہ اختلاف بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ جو کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت چار کتابیں یہی زیر نظر ہیں جس سے اس کتاب کی تحریر میں امداد لی جا رہی ہے۔ خزینۃ الاصفیا۔ حدیقۃ الاسرار۔ فی اخبار الابرار۔ گزیٹیر ریاست بہاولپور۔ اور لطائف سیریہ۔ پہلی تین کتابوں میں سن وفات حضرت خواجہ صاحب ١١٩٥ھ درج ہے۔ اور لطائف سیریہ میں ١١٩٠ھ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤلف لطائف سیریہ کا سہو کتابت ہے۔ کیونکہ پہلی کتابیں زیادہ قدیم اور زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم نے بھی اس کتاب میں یہی سن درج کیا ہے۔

دربار سیرانی علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ صاحب کا مزار مبارک ریلوے اسٹیشن سمہ سٹہ[1] کے جنوب رویہ ڈیڑھ میل کے قریب فاصلہ پر واقع ہے ہر سال ہجری کی پانچویں ربیع الثانی شریف کو یہاں حضرت خواجہ کا عرس ہوتا ہے ہزارہا لوگ جمع ہوتے ہیں۔ یہ عرس اس علاقہ کے مشہور ترین میلوں میں سے ہے۔ بہاولپور میں اس عرس کی تقریب پر ایک دن تعطیل منائی جاتی ہے۔ ریاست بہاولپور کے شاہی خاندان کو اس خانقاہ کے متوسلین بزرگوں کے ساتھ خاص عقیدت اور نیازمندی آتی ہے۔ عرس کے لئے ریاست سے امدادی طور پر تین سو روپیہ سالانہ پہنچا کرتا ہے۔ اگر عرس کے موقعہ پر والئے ریاست دام اقبالہ خود بھی شامل ہوں تو نذرانہ کی امداد اس کے علاوہ ہوتی ہے۔

لنگر دربار سیرانی کے لئے چھ سو روپیہ سالانہ بطور انعام کے ریاست کی طرف سے تادوام مقرر ہے۔

خانقاہ شریف کے نام سے ایک بستی آباد ہے جس میں ایک مختصر سا بازار بھی موجود ہے۔ اور ایک سڑک کے قریب گھروں کی آبادی ہے۔ خانقاہ مبارک کے سجادہ نشین صاحب خانقاہ کے سامنے اپنے بہت پرانے طرز کی عمارت میں سکونت رکھتے ہیں۔ دیگر متوسلین کے مکانات خانقاہ شریف کے جنوبی جانب کچھ فاصلے پر واقع ہیں۔ یہ مکانات جدید طرز کے ہیں۔ اسی طرف باغ اور جامع مسجد بھی ہے۔ دینیات کا ایک مدرسہ بھی ابتدا سے جاری ہے گزشتہ ایام میں اس مدرسہ میں ایک نہایت ہی بزرگ صاحب حضرت علامہ مولینا مولوی عبدالرشید[2] صاحب علیہ الرحمۃ درس دیتے تھے اب بھی ایک جید عالم حضرت موصوف کے خاندان سے درس علوم دینی دیا کرتے ہیں۔ عرس کے ایام میں ضلع ملتان مظفرگڑھ۔ ڈیرہ غازی خان۔ ریاست بہاولپور اور سندھ کے لوگ یہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ اور کئی دن تک بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ قوالی کی مجالس عرس کے ایام میں خصوصیت کے ساتھ منعقد ہوتی ہیں اس سالانہ عرس کے علاوہ ہر جمعرات کو بھی یہاں قوالی کا شغل رہتا ہے۔

---

[1] سمہ سٹہ کا اسٹیشن محکمہ ویسٹرن ریلوے لائن پر لاہور سے کراچی کی طرف جاتے ہوئے ۲۵۷ میل پر واقع ہے۔ اسی اسٹیشن سے سدرن لائن پنجاب۔ ریلوے کھول دی گئی ہے۔ اس لئے یہ اسٹیشن جنکشن ہے۔

[2] [illegible] حضرت مولانا مولوی عبدالرشید صاحب کے حلقہ درس میں راقم ناچیز کے والد بزرگوار مولوی [illegible] صاحب علیہ الرحمۃ والغفران بھی کچھ عرصہ تک شامل رہے تھے اور [illegible] بہت شفقت فرماتے تھے [illegible] والد صاحب علیہ الرحمۃ والغفران کا ذکر نہایت ہی تعریف کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

خانقاہ شریف کے اندر تمام سجادہ نشین صاحبان اور حضرت خواجہ کے قریبی متعلقین کے مزارات موجود ہیں۔ جنکا علیحدہ نقشہ دیا گیا ہے۔ نقشہ کے ملاحظے سے معلوم ہوگا کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا مزار معہ چند دیگر مزارات کے ایک کٹہرے[۱] کے اندر محدود ہے۔ اس بڑے کٹہرے کے علاوہ دو تین اور بھی چھوٹے چھوٹے کٹہرے ہیں جن میں مزارات ہیں۔ خانقاہ مبارک کی تعمیر کا دو کنار ایک سنگین خوشنما برآمدہ ہے جو موجودہ سجادہ نشین صاحب تیار کرا رہے ہیں۔ اس برآمدہ میں قرآن مجید کا درس ہوتا ہے طلباء خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اور حفظ بھی کرتے رہتے ہیں۔ قمریاں پنجروں میں خاص طور پر نظر آتی ہیں ہر وقت مصروف رہتی ہیں خانقاہ کے تمام احاطہ میں کبوتروں کا عجیب نظارہ رہتا ہے

اندر کی تمام دیواریں چھتیں اور کٹہرے نہایت ہی نفیس کاشی کاری نقاشی کام سے خوشنما بنائے گئے ہیں۔ روغنی نقاشی کا یہ بلیک کام ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ عرس کے ایام میں اس برآمدہ میں خانقاہ کا بہت بڑا مجمع نہایت ہی شاندار معلوم ہوتا ہے۔ ختم مبارک کے بعد جو قوالی عرس کے دن یہاں ہوتی ہے اس میں متعدد رقیق القلب زائرین اور مریدوں پر عالم وجد طاری ہوتا ہے اور یہ موثر نظارہ ہوتا ہے۔ لنگر ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ہر ایک استفادہ کرنے والے مسافر اور مہمانوں کے کھانے کا انتظام دربار خواجہ سے ہوتا ہے۔ خوش اعتقاد لوگ منت کی چیزوں اور ذی وقعہ حوض کے پانی کو بطور تبرک محفوظ کرتے ہیں۔ اور اپنی بیماریوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مرید عقیدتمند کے علاوہ آٹا گندم بھی چڑھاتے ہیں۔ اور چوری کا چھناں بھی دیتے ہیں۔[۲]

حضرت خواجہ کے تبرکات میں سے بطور یادگار دستار، بلو پوش، پاپوش اور شلوار بھی موجود ہیں جو ارباب عقیدت کے لئے قابل زیارت ہیں۔ اور سو سال سے زیادہ دیرینہ ہونے کے باعث۔ ایک قدیمی صنعت کا نمونہ ہیں۔ مزار محترم پہلے ایک جھونپڑی کی صورت میں تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد نواب مغفور نے بیرونی دستان نے مکانی صورت بنادی۔ ایک مسجد اور ذی وقعہ تالاب اور کنواں بھی بنوا دیا۔ مگر پھر دو سال بعد بہاول پوری کی امداد سے یہ ایک عالیشان خانقاہ بن گئی۔ مرحوم ۱۳۱۳ھ میں نواب صاحب خان صاحب نے جو ابتداء میں اندرون خانقاہ اور بیرون احاطہ کی مرمت کر کے موجودہ صورت میں بنوا دیا۔

---

۱ یہ بڑا کٹہرہ خلیفہ مولوی غلام محمد صاحب نے تیار کروایا تھا۔ اس کے متعلق بھی حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت مشہور ہے کہ جب یہ کٹہرہ تیار ہو رہا تھا۔ تو اس کے لئے آبنوسی لکڑی کی ضرورت پیش آئی۔ اس زمانہ میں قیمتی شیشم کی لکڑی خاص کر ملتان اور بہاولپور کے بنایا کرتے تھے۔ اس کا عام رواج نہ تھا۔ خلیفہ صاحب بہاولپور میں اگر دریافت کرتا تو کوئی پتہ نہ چلا۔ نہایت ہی متفکر ہو کر وہ ایک گلی میں سے گزرتے جا رہے تھے کہ ایک بزرگ سفید ریش نے رستہ میں ان کو ایک بنڈل لکڑیوں کا حوالہ کیا اور کہا یہ لے کر خانقاہ شریف کے کٹہرے کیلئے جو لکڑی مطلوب تھی یہ وہی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لکڑیاں تعداد میں بھی اسی قدر تھیں جس قدر مطلوب تھیں۔ ۲ آٹا (آرد گندم) گندم یا جوار کا آٹا آٹے کی ایک خاص مقدار اور ایک بھیڑ کا بچہ یہاں اکثر نذرانے کے طور پر چڑھایا جاتا ہے۔ چوری (آٹے کی روٹی کو گھی میں چوری بنا کر اس کو ایک بڑے کانسی یا تانبے کے کٹورے میں بھر کر بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اور اس کو چوری کا چھناں کہتے ہیں۔ ۳ باقی صفحہ

اب خانقاہ کے سامنے ایک سنگین بیل بابوں کا برآمدہ حضرت سجادہ نشین صاحب حال بنوا رہے ہیں۔ جب یہ برآمدہ مکمل ہوگیا تو منظر دربار نہایت ہی دل کش اور شاندار ہو جائے گا۔

نقشہ مقابر منسلکہ خانقاہ مبارک شامل کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھکر شجرہ مبارک سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ کون کون سے بزرگ اس چھت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں اور کیسے کیسے آفتاب کرامت و عرفان اس کنج عزلت میں اپنی انجمن سجائے ہوئے ہیں

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳) ؎ دستار سفید پارچہ کی ہے۔ کلاہ [illegible] طرز کی ہے جس کے بند (چپہ) طلائی ہیں۔ بالاپوش برنگ سفید خون آلودہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت میں یہی بالاپوش حضرت نے پہنا ہوا تھا۔ زہر خورانی کے بعد جو قے آئی ہوگی۔ اس بالاپوش پر بھی نشانات موجود ہیں

؎ [illegible] پیشانی طرز کی لمبی نوک دار مستعمل ہے۔

؎ ستون [illegible] سیاہ تو سفید دھاری دار کی ہے۔ جو [illegible] ہے۔

حضرت خواجہ حافظ محکم الدین صاحب سیرانی بادشاہ شہید کے سوانح مختصر طور پر سپرد قلم ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ صاحب ذوق احباب اس مختصر کو دلچسپی سے مطالعہ کریں گے۔ اگرچہ اس کتاب کو بعض مقاصد کے توسیع کی وجہ سے زیادہ ضخیم کرنا آسان تھا۔ لیکن پھر یہ کتاب ایک مذہبی مباحث کا میدان بن جاتی اور سوانح کہلانے کی مستحق نہ ہوتی۔ میرا مقصود اس کے مرتب کرنے سے صرف اسی قدر تھا۔ کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی کو موجودہ طرز تحریر کے قالب میں پبلک کے روبرو کیا جائے۔

تصانیف میں میرے بعض مباحث مثلاً سماع مزامیر کے جواز کا مسئلہ انتقال نعش موتی جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب کی نعش مبارک سے ثمہ تک نذر نیاز کے جواز کی بحث ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کے اعتقاد کی تنقید۔ طریق تربیت اولیاء کرام رحمہم اللہ وغیرہ ایسے مضامین ہیں جن سے ہمارے اس مختصر رسالہ کو کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔

حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خوارق و کرامات کے تفصیلی واقعات کو بھی ہم نے نہایت ہی مختصر کر دیا۔ اگر ایک واقعہ کا مفصل بیان درج کیا جاتا۔ تو عقیدتمند احباب کے لئے تو نہایت دلچسپ اور پرلطف تھا۔ مگر رسالہ کو چونکہ مختصر کرنا بھی مقصود تھا اور نیز یہ بھی مطلوب تھا۔ کہ حضرت خواجہ کی سوانح کے تمام مناظر یکساں طریق پر باختصار لکھے جاویں۔ صرف خوارق و کرامات کی ایسی لمبی نہ ہو جاوے کہ دوسرے مضامین ادھورے رہ جاویں۔ اس لئے اختصار کیا گیا ہے۔

بلحاظ کرامت حضرت خواجہ صاحب کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مجموعہ کرامات ہے۔ جو شخص رسالہ غور سے مطالعہ کریگا اس کے لئے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا کسی نابینا کا بینا کرنا۔ کسی بیمار کو تندرست کر دینا۔ کسی جہاز کو ڈوبنے سے بچا دینا کئی ایک مقامات پر ایک ہی وقت میں موجود دیکھا جانا۔ کسی کو وظیفہ تسخیر قلوب بتلا دینا۔ کسی حاجتمند کی مشکل کشائی کرنا وغیرہ وغیرہ شخصی واقعات کی اہمیت اتنی نہیں رہتی۔ جبکہ ایک محترم بزرگ خلق خدا کو ہدایت و عرفان کے خزانے عطا کر رہا ہے علوم معرفت کی بینائی مرحمت کرتا ہے۔ زنگ اور سیاہ قلبی کی بیماری کو رفع کر رہا ہے اور دنیا کو پکار پکار کر اپنے فیضان عام سے مستفید کرتا رہا ہے۔ تو پھر اس کے ذکر مبارک میں شخصی روایات کا مختصر کرنا ہی مناسب تھا۔ اس رسالہ کے تحریری

غرض تمہید کتاب میں درج ہو چکی ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ ریاست بہاولپور کے حدود کے اندر جسقدر بزرگان محترم کا فیضان عرفان کسی نہ کسی زمانہ میں جاری رہ چکا ہے۔ ان سب کی مختصر سوانح کا سلسلہ مکمل کیا جاوے۔

اس لئے اس کے بعد حضرت خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ (نارووالہ) بہاروی کے حالات پر ایک رسالہ شائع کیا جاویگا (جس کے مسودات کو برخوردار بلند ہمت سعادت عنوان محمد حفیظ الرحمن حفیظ بڑی محنت اور دلچسپی کے ساتھ جمع اور مرتب کر رہا ہے) یہ بزرگ حضرت خواجہ محکم دین صاحب علیہ الرحمۃ کے ہم قوم تھے اور خواجہ صاحب کے ساتھ ہی تعلیم پاتے رہے تھے۔ خود خواجہ صاحب بہاروی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ میں اور سیرانی صاحب لاہور میں اکھٹے پڑھتے تھے اور اکٹھا رہتے تھے اور نفس کشی کی منزل ابتدائی میں ہمقدم تھے۔ یعنی اکھٹے گدائی کیواسطے جایا کرتے تھے خواجہ محکم الدین صاحب مجھ سے عمر میں بڑے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کا عہد مبارک چونکہ ایک ہی ہے۔ اور ریاست بہاولپور میں ان دونوں بزرگوں کی خاص عزت اور شہرت ہے۔ اور ریاست بہاولپور ہی میں دونوں بزرگوں کے مزارات واقع ہیں۔ اسلئے اس سوانح کے شائع ہونے کے بعد حضرت قبلہ عالم کی سوانح کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد باقی بزرگان محترم کی سوانح یکے بعد دیگرے مرتب اور شائع ہوں گی۔

خاکسار محمد عزیز الرحمن عزیز

کافی مدحیہ حضرت خواجہ محکم الدین صاحب علیہ الرحمۃ

بزبان بہاولپوری

راقم نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت صاحب سیر علیہ الرحمۃ کی مدح میں یہ ایک نظم بزبان بہاولپوری لکھی تھی۔ اس کو بھی بنظر یادگار اس سوانح کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے۔ عزیز

جلوہ نوری کڈاں ڈکھیسی
میں طالب دیدار دیاں ٹا
دلڑی دم دم یار ڈوں تانگے
سیری علیہ الرحمۃ دوست پکار دیاں

یار موسایا وینڑے وگ وچ — دہانا عشق میڈی رگ رگ وچ
پینہے ہاب تہیوے جگ وچ — سینگیاں چمکاں مار دیاں ٹا

دلڑی دم دم یار ڈوں تانگے
سیری دوست پکار دیاں نوں

رات ڈینہاں ہیں پانی بھردی — ہر دم تئیں ارداساں کردی
نوکر چاکر بندی بردی — سیری دے دربار دیاں

دلڑی دم دم یار ڈوں تانگے
سیری دوست پکار دیاں نوں

کرم سڑی تے کملی رہی — ہتھوں خالی تے بے سکی
کوجھی بھیڑی تے بے عملی — ناکہیں کم نا کار دیاں

دلڑی دم دم یار تدوں تانگے
سیری دوست پکار دیاں نوں

سیری میڈا چاک دلیندا — ماڑی والا پیر سڈیندا نوں
تکیہ نازِ عزیز جیہندا — جند سیریؒ توں وار دیاں

دلڑی دم دم یار ڈوں تانگے
سیری دوست پکار دیاں نوں

وسدا رہے ہمیشہ واجا — محکم دین ندیمی خواجہ
ولیں دا مالک سراں دا راجہ — شام تیڈی دیوار دیاں نوں

دلڑی دم دم یار تدوں تانگے
سیری دوست پکار دیاں نوں

نور دے روشن تھیون ڈیوے — آس عزیز دی پوری تھیوے
دلڑی جیکرا تھاں اگھیوے — دل ہیں لکھ تے ہزار دیاں

دلڑی دم دم یار ڈوں تانگے
سیری دوست پکار دیاں
جلوہ نور دی کڈاں ڈکھیسی نوں
میں طالب دیدار دیاں نوں

سلسلہ عزیزیہ کی تاریخی اور علمی بینظیر اور گراں بہا کتابیں

حج صادق جلد اول میں خاندان عالیہ عباسیہ کی مختصر تاریخ اور اعلیحضرت کیوان منزلت خسرو دین پناہ معدلت گستر عالی پائیگاہ ہز ہائی نس رکن الدولہ نصرت جنگ، سیف الدولہ، حافظ الملک مخلص الدولہ و معین الدولہ میجر نواب الحاج، ڈاکٹر صادق محمد خان صاحب عباسی خامس بہادر جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کے۔ سی۔ وی۔ او۔ ایل۔ ایل۔ ڈی دام اقبالہ و ملکہ فرمانروائے مملکت خداداد بہاولپور کے مختصر سوانح اور دوسرے حصہ میں حضور معدوح و مرحوم اور ملکہ کے زیارت روضۂ نبوی صلعم اور حج بیت اللہ شریف کے مفصل واقعات و حالات تصاویر و نقشہ جات درج کئے گئے ہیں
جلد طلائی قیمت تین روپے

حیات محمد بہاول خان خامس مملکت خداداد بہاولپور کے فردوس آشیان ہز ہائی نس مرحوم مغفور فرمانروا کی مفصل سوانحعمری
جلد طلائی ... ... قیمت تین روپے

صبح صادق اس کتاب میں مخلص الدولہ حافظ الملک رکن الدولہ، نصرت جنگ ہز ہائی نس نواب سر صادق محمد خان بہادر عباسی جی۔ سی۔ ایس۔ آئی مرحوم و مغفور فرمانروائے ریاست بہاولپور کا جغرافیہ اور حکمران خاندان کی دلچسپ تاریخ بھی اجمالاً درج کی گئی ہے قیمت ۸ر

الخلیل سوانحعمری حضور سرور کائنات ملک محمد مصطفیٰ صلعم مصنفہ مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ والغفران
حصہ اول قیمت آٹھ آنہ

فضائل چہار یار حضور سرور کائنات دو جہان تاجدار مدینہ نبی عربی صلعم کے خلفاء الراشدین یعنی چہار یار کے حالات و فضائل بیان کئے گئے ہیں۔
قیمت دو آنے ۲ر

ذکر خیر در حالات حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ حاجی پیر محمد لعین صاحب اویسی قادری چشتی المشہور حضرت صاحب السیر ملتانی [illegible] علیہ الرحمۃ والغفران کے حالات زندگی نہایت عمدہ طریقے سے لکھے گئے ہیں قیمت ۸ر

احکام نکاح جس میں نکاح خوان طبقہ کے لئے تمام ضروری مسائل و احکام نکاح و طلاق نہایت آسان اور سلیس زبان میں جمع کئے گئے ہیں
قیمت تین آنے ۳ر

چچ نامہ شمال مغربی ہندوستان یعنی سندھ کی سب سے قدیم اور اولین مفصل تاریخ جس میں آفتاب اسلام کی ابتدائی شعاعوں نے داخل [illegible] کرہ [illegible] سندھ [illegible] کو فتح کر کے اشاعت اسلام کے لئے [illegible] عربی میں [illegible] ۹۱۳ھ میں فارسی زبان کا جامہ پہنایا اور اب ستاسی برس بعد [illegible] صاحب [illegible] بیگ صاحب حیدرآبادی (سندھ) نے ترجمہ کیا [illegible] قیمت ۸ر

نعت عزیز: حضرت مولانا [illegible] محمد عزیز الرحمٰن [illegible] کے فارسی اردو، بہاولپوری سرائیکی نعتوں کا مجموعہ قیمت ... ... دو آنے

مثنوی نور و نار: یعنی قصہ شہزادہ [illegible] کی منظوم [illegible] نواب [illegible] بہاول خان [illegible] مرحوم نے تصنیف فرمایا تھا اور اس قصہ کو [illegible] قیمت [illegible]

ذکر کرام: ریاست بہاولپور کے [illegible] اس کتاب میں دو سو سے زیادہ مزارات اور پچاس سے زیادہ بزرگان کے تفصیلی حالات جمع ہیں اخیر میں حالات [illegible] خاندان [illegible] درج ہیں قیمت ایک روپیہ

تاجداران بہاولپور: ریاست بہاولپور کے بانی [illegible] خاندان [illegible] کی تاریخ کا خلاصہ اور موجودہ فرمانروائے ریاست بہاولپور کے مختصر سوانح و تصویر و نقشہ ریاست و شجرہ خاندان عباسی [illegible] قیمت ۸ر

تاریخ اوچ اوچ شریف کی سہ ہزار سالہ تاریخ جو نہایت کاوش، تلاش مطالعہ اور تحقیقات کے بعد لکھی گئی ہے۔ قیمت ... ... ایک روپیہ

عید میلاد رحیم یار خان کے مقام پر عید میلاد کا جو جلسہ ۱۲ ربیع الاول [illegible] کو ہوا۔ اس کی مکمل روئیداد قیمت دو آنے

شعاع نور سوانحعمری حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی قبلہ عالم علیہ الرحمۃ جو یک بیت بڑے ذوق سے پڑھے گئے ہیں قیمت چھ آنے

الحبیب معہ فرامین مقدس حضور سرور کائنات صلعم کی مختصر سوانح متبرکہ ہے اور سرور دو جہان نے جو خطوط شاہان اسلام کے نام ارسال فرمائے وہ بھی درج ہیں قیمت ... ... آٹھ آنے

سفرنامہ حجاز مہتمم سلسلہ عزیزیہ کے سفر حجاز اور زیارات مقامات مقدسہ اسلامیہ کی دلچسپ تاریخ ہے قیمت ... ... ایک روپیہ

نوٹ:۔ مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ہمارے ہاں تمام عربی اور اردو کتب بھی مل سکتی ہیں۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

منیجر سلسلہ عزیزیہ:۔ عزیز المطابع الیکٹرک پریس حفیظ بلڈنگ بہاولپور

۴۸۶

سلسلہ عزیزیہ کا نمبر ۳۸

جذب القلوب

فی

حالات حضرت حافظ خدا بخش صاحب علیہ الرحمۃ ملتانی

ثم خیرپوری

مرتبہ

بندہ ناچیز محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ مالک عزیز المطابع

قیمت .... روپے - آنے - پائی ۰ - ۶ - ۰

برقی پریس بہاولپور

(مطبوعہ عزیز المطابع بہاولپور)

م - الف

تحریر:۔ مخدوم زادہ محمد سلیم جمالی نوائے وقت ۲۸ نومبر ۸۲ء

اولیاء اللہ وہ مومن حقیقی ہیں جن کا وجود ہر گھرانے مسلمان
نفوس قدسیہ نے اسلام کی ترویج و اشاعت میں جو کام سرانجام دیا
ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ان کی پاکیزہ زندگیاں اور تعلیمات
آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ پاک خانپوری اللہ کی برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہیں جو سلسلہ چشتیہ کے ایک روشن اور منفرد مینار ہیں۔ جن سے ایک زمانہ فیض یاب ہوا۔ آپ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے اور تقویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے آپ ۱۱۸۳ھ میں بمقام پور کرشن میں پیدا ہوئے آپ کا اسم گرامی محمد عیسیٰ رکھا گیا۔ والد صاحب کا اسم گرامی قاضی سیف الدین تھا آپ کے جد امجد عہدہ قضا پر فائز تھے۔ تربیت خالص اسلامی تھی۔ بہت ہی ذہین تھے بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور لڑکپن میں درس نظامی کی کتابیں ختم کر لیں۔ یگانہ روزگار علماء و صلحاء سے علم حاصل کیا خصوصاً تصوف کی کتب پر عبور حاصل تھا۔ آپ کے والد بزرگوار بھی بہت بڑے بزرگ اور عالم باعمل تھے انہوں نے بھی اپنا علم و ریاضت عطا فرمایا۔ جوانی کے زمانہ تک آپ تمام علوم پر دسترس حاصل کر چکے تھے خصوصاً فقہ پر زیادہ توجہ فرمائی۔ چونکہ عہدہ قضا آپ کے خاندان میں چلا آ رہا تھا والد بزرگوار کے وصال کے بعد شاہ عالم ثانی نے آپ کو قاضی مقرر کیا آپ کے زمانہ تک مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ اختیارات قاضی محدود ہو چکے تھے شاہی خاندان نے معاملوں پر اثر انداز ہونا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ کا دل اچاٹ ہو گیا تھا آپ منصف مزاج قاضی تھے۔ آپ کے زمانہ میں شاہ عالم ثانی نے اپنے لئے ایک محل تعمیر کیا۔ محل بہت ہی عالیشان تھا۔ شاہ نے محل بہت پسند کیا لیکن سامنے ایک بڑھیا کا گھر تھا اس کا ٹکڑا گرا دیا گیا۔ بڑھیا کا ایسا حال نہ بن سکا۔ مدعی کا ہمراہ آپ کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا آپ نے فوراً شاہ عالم ثانی کو طلب فرمایا۔ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ مدعی کو مقدمہ پیش کرنے کا حکم فرمایا بادشاہ نے اقبال جرم کر لیا۔ آپ نے شریعت کے مطابق بادشاہ کے ہاتھ کاٹ دینے کی سزا سنائی۔ جلاد بادشاہ کے ہاتھ کاٹنے لگا۔ تو مدعی نے شاہ کو معاف کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح بادشاہ کے ہاتھ کٹنے سے بچ گئے۔

اس وقت کی مہر آج تک موجود ہے۔ جس پر خادم شریعت محمد عیسیٰ کندہ ہے۔ یہ مہر سجادہ نشین حضرت خواجہ کریم بخش صاحب کی تحویل میں ہے۔ انہی دنوں عشق الٰہی نے حضرت کے دل میں پیر و مرشد کی تلاش کا جذبہ پیدا کیا۔ حضرت اپنی دھن میں مگن تھے صرف ایک ہی دھن تھی کہ مرشد کامل نصیب ہو۔ ان دنوں حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور عظمت کا شہرہ تمام پنجاب میں پھیل چکا تھا۔ حضرت حافظ صاحب کی عظمت و بزرگی کا سن کر در جمال پر حاضر ہوئے دربار کا آستانہ پایا۔ حضرت جمال اللہ نے ایسی نظر کرم فرمائی کہ آپ سب کچھ ہار بیٹھے۔ بیعت سے مشرف ہوئے۔ پیر و مرشد نے حکم فرمایا۔ شہر رکشت چھوڑ کر تم یہاں میرے پاس آ جاؤ۔ سامنے بچوں کے ساتھ کچھ نہ لانا آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں عہدہ قاضی سے استعفیٰ دے دیا۔ تمام اثاثہ اور اراضی چھوڑ چھاڑ کر مرشد کی خدمت میں آ گئے۔ آپ بارہ سال تک مرشد کی خدمت میں رہے لنگر کے لئے پانی بھرنے پر مامور تھے۔ آپ سفر و حضر میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ رہتے تھے حال یہ ہوتا تھا کہ گھوڑے کے آگے دوڑتے رہتے۔ ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب نے اپنے گھوڑے کو روک کر قاضی صاحب کو فرمایا۔ قاضی صاحب اس جنگل سے ایک چھڑی توڑ کر دیں۔ جس سے گھوڑے کو ہانکا جائے۔ آپ جنگل میں لکڑی توڑنے کے لئے گئے جس درخت کے پاس لکڑی توڑنے کے لئے جاتے اس درخت اور اس کی ٹہنی سے اللہ ہو کی آواز سنائی دیتی غرض آپ پورے جنگل میں پھرے مگر پیر و مرشد کے لئے ایک چھڑی بھی حاصل نہ کر سکے۔ حضرت حافظ صاحب نے آپ کو خالی ہاتھ واپس آتے ہوئے دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا۔ قاضی صاحب رہنے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فنا فی اللہ کا مقام عطا فرمایا ہے۔ آج سے میرے گھوڑے کے آگے دوڑنا چھوڑ دو۔ اس کے بعد حضرت قاضی صاحب کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھایا۔ خلعت خرقہ خلافت اور ایک گھوڑا عنایت فرمایا اور حکم فرمایا۔ شیر شاہ کے قریب ایک موضع خانپور شریف میں اقامت گزین ہو کر خلق خدا کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کی طرف بلاؤ۔ حضرت قاضی صاحب کی صحبت میں اتنی کشش اور جلالیت تھی۔ اس قدر تاثیر تھی کہ جو کوئی ایک بار صحبت میں حاضر ہوتا۔ بیعت کا شرف حاصل کر لیتا۔ آپ کی زندگی بھی حیرت انگیز نظر آتی ہے آپ کا معمول تھا ہر جمعہ کے غریب خانہ پر رونق افروز ہوتے وہاں کے خادموں کی طرف سے جو نذرانہ وصول ہوتا سب اسی کو بخش دیتے ایسے پیر کا آمد ورفت کے لئے رحمت و برکت کا باعث بن جاتی۔ وصیت نامے لکھے ہوئے مسلسل سیر و سیاحت میں رہتے تھے باوجود کچھ ماہ تک باری نہ آئی۔

آپ اپنے پیر بھائی حضرت خواجہ محبوب اللہ مولانا محمد عطا اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شریک تھے عرس مبارک کا آخری دن تھا محفل سماع جاری تھی۔ قوال حضرت مولانا جامی کا کلام گا رہے تھے جب وہ اس شعر پر پہنچے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو آپ پر وجد و مستی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ اسی وجدانی کیفیت میں تھے کہ صدر مجلس نے محفل سماع بند کرا دی۔ آپ جذب کی کیفیت میں مزار حضرت خواجہ عطا میں داخل ہو گئے کچھ دیر بعد مزار مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اور زبان مبارک سے یہ شعر ادا فرمایا۔

سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد
ایں بار گراں بود ادا شد چہ بجا شد

آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد ضیاء رحمۃ اللہ علیہ آپ کی نعش مبارک کو موضع خانپور میں لائے۔ تیسرے دن پہنچے نعش مبارک کو جس جگہ مزار مبارک ہے زیارت کے لئے رکھا گیا۔ وہیں کی ہو کر رہ گئی۔ لوگوں نے جس قدر زور لگایا کارگر نہ ہوا۔ حضرت صاحبزادوں نے سمجھا یہی جگہ پسند ہے اس لئے آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ قاضی محمد ضیاء مسند نشین ہوئے۔ آپ کا عرس مبارک ۱۱ صفر المظفر سے صفر المظفر تک منایا جاتا ہے۔

آپ نے سرکاری مداخلت کے باعث قاضی کے عہدہ سے استعفےٰ دے دیا

پیش لفظ

(حضرت طالوت مدظلہ)

خدا در انتظار حمد ما نیست ــ محمد چشم برراہِ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس ــ خدا مداح شانِ مصطفےٰ بس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ــ اَمَّا بَعْدُ:-

حضرت اکبر الہ آبادی کا شعر ہے ؎

کالج سے نہ مکتب کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اسی طرح علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

پرانے زمانے کے لوگ تو فیضانِ نظر اور فیضِ صحبت کے بہرحال قائل تھے ہی۔ مگر یہ نئے زمانے کی شہادتیں ہیں۔ یہ لوگ بھی بزرگوں کی نظر اور فیضانِ نظر کی کرامت کے مساجد و مکاتب اور مدرسہ و کالج کی تربیت سے زیادہ قائل معلوم ہوتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ "نظری علم" سے "عملی علم" کی قوت بدرجہا فزوں تر ہے صحبت و مجالست کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ عارف و کامل زندہ موجود ہو۔ اور آدمی اس کے علمی فیوض اور عملی برکات سے براہِ راست اس کی خدمت میں رہ کر متمتع ہو اور اگر زندگیٔ فانی سے تنگ آ کر عارف و کامل پیکِ اجل کو لبیک کہہ

چکا ہے تو پھر اس کے حالات کا تتبع اس کی سنت کی پیروی اس کی عادات کی تقلید یہ بھی ایک قسم کی صحبت ہے اور اس میں بھی صحبت کی سی تاثیر مشاہدہ کی گئی ہے۔ اور یہ دوسری قسم کی صحبت اسی وقت میسر آئے گی جب اہل اللہ کی سوانح حیات مرتب کر کے ان کے اخلاق و عادات اور اعمال و افعال کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ بنابریں اوائل و قدیم ہی سے بزرگوں کے حالات یاد رکھے۔ اور ان کی سوانح عمریاں مرتب کرنے کی عادت چلی آتی ہے تاکہ جسمانی طور پر جن لوگوں کے فیوض و برکات سے آدمی مستفید نہیں ہو سکا روحانی طور پر ان کے اعمال و افعال کے تتبع سے فیضیاب ہو کر انہیں کی سی زندگی بسر کر سکے۔

شیخ اجل شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی مشہور و معروف کتاب اخبار الاخیار میں اہل اللہ کی سوانح حیات اور ان کے فضائل بیان کرنے کے متعلق ایک عجیب قسم کا استدلال قائم فرماتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ کا وجود خدا تعالیٰ کی نعمت اور رحمت ہے اور نعمت خداوندی کے متعلق صاف لفظوں میں ارشاد ہوا ہے کہ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کہ نعمت خداوندی کو ظاہر کرو پس تحدیث نعمت کے طور پر اولیاء اللہ کے فضائل کا بیان اور ان کی سوانح حیات کا تذکرہ نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ ہر محبوب کو اپنے محب کا تذکرہ اچھا لگتا ہے اور محب کو وصف محبوب پسند ہوتی ہے پس محبانِ درگاہ خداوندی کا تذکرہ یقیناً محبوب حقیقی کی پسندیدگی کا باعث ہوگا۔

اخبار الاخیار ہی سے یہ مسئلہ بھی حل ہوتا ہے کہ:۔

شخصیت پرستی انسان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور یہی شخصیت پرستی ہی ہے جس نے آخر میں بت پرستی اور نئے زمانے میں پیر پرستی کی شکل اختیار کر لی ہے

یہی جذبہ ہے جس کی بناء پر آدمی "پدرم سلطان بود" کہنے کو اچھا سمجھتا ہے اور اسی جذبے کی وجہ سے آدمی میں قومی تعصب اور وطنیت کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اس جذبے کو اگر غلط راہ میں استعمال کیا جائیگا تو غلط نتائج پیدا ہوں گے۔ اور اسکو مانجھ کر صیقل کر کے صحیح طریق پر استعمال کیا جائیگا۔ تو یقیناً ٹھیک اور درست نتائج سامنے آئیں گے جس طرح کا میلان طبعی آدمی کے وجود کے اندر موجود ہوگا اسی طرح کا نتیجہ شخصیت پرستی کے جراثیم پیدا کریگا۔ نئے زمانہ نے اسی تشخیص پرستی کے جذبہ کے ماتحت سائینس دانوں کو اپنا ہیرو اور رہنما تصور کیا اور ان فلسفیوں کی عقل گم کردہ کے ذریعہ اس مقام تک جا پہونچے جہاں ع

بوزنہ ماند و آدمی گم شد

اکبر نے میلانات پرستی کا بیان اس انوکھے انداز میں کیا ہے ؎

مشرقی کو ہے میل روحانی مغربی کو ہے شوق جسمانی

کہا منصور نے خدا ہوں میں ڈارون بولے بوزنا ہوں میں

اس پہ کہنے لگے میرے اک دوست

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

پس اسی شخصیت پرستی کے جذبہ کو اگر ڈارون پرستی کی گمراہی سے نکال کر اہل اللہ کے حالات و عادات کی تحقیق و تفتیش کی طرف منہمک کر دیا جائے تو آخر کیا حرج ہے؟ بشرطیکہ یہ تحقیق و تفحص عجائب پرستی اور توہم پرستی کی طرف نہ جھک جائے۔

مجھے یقین ہے کہ میرے محترم حفیظ صاحب کے پیش نظر خواجہ خدا بخش صاحب خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مرتب کرتے وقت کچھ اس طرح کے استدلال ہوں گے۔ خدا کرے نتائج بھی ان کے متمنا کے مطابق ہی مرتب ہوں اور لوگ

اسے پڑھ کر توہم پرستی میں مبتلا ہونے کی بجائے جادہ شریعت پر مضبوطی سے گامزن ہو جائیں کیونکہ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

"طالوت"

چوٹی زیرین ضلع ڈیرہ غازیخاں
۲۵ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ
مطابق ۳۔ ستمبر ۱۹۴۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جذب القلوب

حضرت خواجہ خدا بخش صاحب قدس سرہٗ العزیز ملتانی ثم خیر پوری کے آباؤ اجداد قصبہ تلمبہ ضلع ملتان کے رہنے والے تھے آپ قوم کے ملن ہانس تھے۔ بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کلال تھے اور مشہور بھی اسی طرح ہے مگر یہ غلط ہے چونکہ تلمبہ سے نقل مکانی کے بعد ملتان میں وہ محلہ کلالاں میں آکر مقیم ہوئے اس لئے کلال مشہور ہو گئے ورنہ دراصل وہ "ملن ہانس" تھے" آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

مولوی خدا بخش علیہ الرحمۃ ابن مولوی محمد اسحاق ابن مولوی علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ گویا آپ سات پشتوں تک عالم وفاضل اور علم دوست خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کا جدی پشتی پیشہ "قال اللہ اور قال الرسول" ہو ان کی کسی دوسری فضیلت کی تلاش فضول ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے خاندان کے لوگ تلمبہ میں رہتے تھے ان کے بزرگ دادا مولوی حافظ محمود صاحب نے جو ولی کامل تھے اور قرآن شریف اور بخاری شریف کے حافظ تھے تلمبہ سے نقل مکانی کر کے ملتان محلہ کلالاں میں آکر رہائش اختیار فرمائی، دولت دروازے کے اندر جس مسجد میں درس دیا کرتے تھے وہ اب تک بھی مسجد درس والی مشہور ہے اگرچہ بعد میں کئی بار اس میں شکست و ریخت بھی ہوئی۔ تعمیر و ترمیم بھی ہوئی مگر درسگاہ کے آثار تاحال موجود ہیں ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

ولادت | باوجود تلاش و تفحص کے ولادت کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہو سکی حالانکہ

علمی خاندان ہونے کی وجہ سے ایسی باتوں کا اہتمام ضرور کیا گیا ہوگا مگر معلوم یہ ہوتا ہے
کہ خلف ان باتوں کو بھلا کر دوسرے غیر ضروری کاموں میں منہمک ہو گئے اور سلف
کی تاریخ آج تلاش کئے بھی ملنے میں نہیں آتی۔ صرف ظن و قیاس سے کام لیا جاتا
ہے۔ کہ آپ ۱۱۶۷ھ یا ۱۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔

حُلیہ تاریخ ولادت کی طرح آپ کا قلمی چہرہ بھی بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ
حضرت حافظ غلام حسن صاحب بھٹی علیہ الرحمۃ کی روایت سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے
کہ آپ حضرت غوث بہاؤ الحق والدین ذکریا ملتانی سے بہت کچھ مشابہ تھے ان کا کہنا
ہے کہ جو شخص حضرت غوث صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کرنا چاہے وہ حضرت
حافظ خدا بخش صاحب کی زیارت کرے حضرت کی صورت بعینہٖ غوث پاک کی ہے۔

تعلیم علم چونکہ وراثتہً گھر میں موجود تھا اس لئے اوائل عمر میں ہی اپنے والد
ماجد مولوی جان محمد صاحب سے علوم متداولہ کی جملہ کتابیں پڑھ
کر علمائے دہر میں ممتاز ہو گئے تھے۔ تمام علوم معقول و منقول، حدیث، تفسیر، فقہ
اور اصول فقہ میں آپ بخوبی دستگاہ رکھتے تھے۔ باطنی علوم و فیوض کی طرح ظاہری
علوم کا کچھ حصہ بھی حافظ محمد جمال صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا تھا
جب حضرت کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو اگرچہ علم و حکمت کے خزانوں سے گھر مالا
مال تھا لیکن اسباب معاشرت اور ضروریات زندگی کی وجہ سے عسرت تھی لیکن
حافظ صاحب نے کبھی بھی دامن توکل ہاتھ سے نہ چھوڑا اور قناعت سے گذر اوقات
کرتے رہے کبھی کسی امیر کے دروازے پر ہاتھ پھیلانے کی ذلت گوارا نہ کی۔

البتہ جب انھیں معلوم ہوا کہ گڑھی اختیار خاں میں ایک مولوی عبدالحکیم صاحب
بزرگ آدمی ہیں اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں اور علاوہ
دوسرے کمالات کے قصیدہ بردہ کا عمل بھی ان کے پاس موجود ہے تو گھر سے مولوی

عبدالحکیم مذکور کی زیارت کے شوق اور حصول فیض و عمل کی غرض سے روانہ ہوئے۔
شجاع آباد پہونچے تو یہاں کے لوگوں نے بڑی منت و سماجت سے آپ کو مجبور کیا کہ آپ
یہاں تعلیم دین دینے کے لئے رہیں اور ہمیں اپنے فیوض سے مستفیض فرمائیں چنانچہ
آپ نے شجاع آباد میں عارضی قیام کر لیا اور تشنگان ہدایت کو علوم و فنون
اور معرفت خداوندی سے آگاہی بخشتے رہے۔

وہیں پر آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مولوی عبدالحکیم کا ایک شاگرد خود شجاع آباد
کے اندر بھی موجود ہے۔ تو حضرت اس سے ملاقی ہوئے۔ اور اس سے قصیدہ بردہ
کے ایک شعر کا عمل اور اس کی زکواۃ کی اجازت حاصل کی۔ نتائج میں اچھی خاصی کامیابی
حاصل ہوئی اور عسرت کفاف کا زمانہ بھی ختم ہو گیا پھر ایک دوسرے شعر کی اجازت
حاصل کر کے ملتان واپس چلے آئے اور گردھی اختیار خاں کا ارادہ ترک فرما دیا اسی وظیفہ
کی مداومت میں ان کو حافظ محمد جمال صاحب ملتانی علیہ الرحمتہ کی زیارت نصیب ہوئی
صبح کو یہ شعر پڑھتے ہوئے آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔

یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم
آب در کوزہ و من تشنہ لباں میگردم

بیعت و حصول فیض

اتفاق کی بات کہ اس وقت حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ملتان میں موجود نہیں تھے بلکہ مہاراں شریف اور
دہلی کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ واپس آ کر اپنی مسجد میں درس پڑھانے
میں مشغول ہو گئے۔ حافظ محمد جمال صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب واپس تشریف لائے
تو اتفاقاً یکبار درس میں تشریف لے آئے اور خواجہ صاحب کو ساتھ لے جا کر خانقاہ
غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتانی پر شرف بیعت سے سرافراز فرمایا۔

حافظ صاحب نے حضرت کو خانقاہ پر کیوں بیعت فرمایا؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دینے کی بعض ملفوظات والوں نے کوشش کی ہے۔ خدا جانے یہ روایت نکتہ بعد الوقوع کے طور پر وضع کی گئی ہے۔ یا واقعتہً ٹھیک ہے بہر حال روایت یوں ہے کہ:۔

ملتان میں غوث کا سکہ ہونے کی وجہ سے وجہ سے کوئی شخص ان کی اولاد کے بیعت کا مجاز نہیں تھا اگر کوئی شخص اس طرح کی جرأت کرتا تو مرشد و مرید دونوں کے ہاتھ سوکھ جاتے۔ ادھر قبلہ عالم مہاروی کی طرف سے ارشاد ہو چکا تھا کہ خواجہ صاحب حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے روحانی مدارج کا حصہ پائیں۔ قبلۂ عالم کے ارشاد کو پیر و مرید دونوں نے علی الاعلان مزار پاک پر پورا کیا اور اس طرح ملتان میں غوث پاک کے سکہ کے ساتھ آپ کے سکہ کا چلن بھی ہو گیا اور وہ پابندی دوسروں سے بھی اٹھ گئی۔

یاد رہے کہ حافظ محمد جمال صاحب خواجہ نور محمد صاحب قبلۂ عالم مہاروی کے مرید ارشد اور خلیفۂ اعظم تھے اس سلسلہ کی وجہ سے حضرت حافظ خدا بخش صاحب قبلہ عالم مہاروی کے مرید المرید ٹھیرے۔

مناقب محبوبیہ میں بیعت کے قصہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

حافظ صاحب نے جب ظاہری تعلیم کا سلسلہ حضرت حافظ جمال صاحب کیخدمت میں ختم کیا تو شوق ہوا کہ روحانی تعلیم کے لئے بھی کوئی مرشد روحانی تلاش کیا جائے چنانچہ ایک مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رہنمائی کے متعلق عرض کیا انھوں نے سنت نبوی کے مطابق استخارہ کی ہدایت کی اور خاص وظیفہ بھی ارشاد فرمایا آپ نے استخارہ کیا تو خواب میں حضرت حافظ محمد جمال صاحب کی بیعت کا ارشاد ہوا آپ۔

بہت خوش ہوئے اور ذوق و شوق کے ساتھ استاد کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور یہ شعر پڑھا۔

یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم

حضرت حافظ جمال صاحب علیہ الرحمتہ نے جواب میں ارشاد فرمایا ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اور اس کے بعد حضرت غوث بہاء الحق والدین ذکریا ملتانی کی خانقاہ کے سرہانے
لے جا کر انہیں بیعت فرمایا۔

مرشد کا ارشاد اور وصال

حضرت حافظ صاحب نے آپکو اپنا خلیفہ اعظم بنا دیا تھا جب ان کے وصال کا
وقت قریب آیا تو انھوں نے علی الاعلان فرمایا کہ انوار معرفت کا گنجینہ اور
دولت و ہدایت کا خزینہ ہم نے حافظ خدابخش صاحب کو دے دیا ہے اور
اب اس کو کسی شخص کا محتاج نہیں رکھا جسکو ضرورت ہو وہ انوار معرفت
ان سے حاصل کرے

جب آپ کے پیر روشن ضمیر کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب نے تجویز پیش کی
چونکہ انبیاء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حضور کی سچی حدیث ہے اس واسطے انبیاء
کی سنت کے مطابق آپکو بھی وہیں دفن کیا جائے جہاں آپ فوت ہوئے۔
چنانچہ یہ تجویز پاس ہو گئی اور خود آپنے نماز جنازہ پڑھائی جس میں نواب
مظفر خاں بھی شامل تھا۔ تجہیز و تکفین اور جنازہ و تدفین کے بعد حضرت
مائی صاحبہ (بیوہ حضرت حافظ محمد جمال صاحب) نے حافظ صاحب کو کلاہ
و پیراہن مبارک حضرت مرشد کا عطا فرمایا اور تیسرے دن نواب مظفر خاں صاحب
والئی ملتان نے دستارِ خلافت حافظ صاحب کے سر پر باندھی۔

مرشد اعظم سے فیض

حضرت حافظ محمد جمال صاحب ملتانی حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلۂ عالم مہاروی کے مرید تھے جیسا کہ آپکو پہلے معلوم ہو چکا ہے مرید ہی نہیں بلکہ خلیفہ اعظم تھے جب کبھی آپ اپنے پیر کی زیارت کے لئے مہاراں شریف کا سفر کرتے حضرت حافظ صاحب کو بھی ساتھ لے جاتے اور اس طرح حضرت حافظ صاحب قبلۂ عالم کی زیارت اور فیوض و برکت سے مستفیض ہو آتے۔ لکھا ہے کہ قریباً بیس بار حضرت قبلۂ عالم کی خدمت یں حاضری کا موقعہ ملتا رہا۔ سبحان اللہ وہ لوگ جن کے متعلق "رخاک را بنظر کیمیا کنند" کہا گیا ہے اور جن کی ایک نگاہ لطف مس خام کو زر ناب بنا ڈالتی ہے۔ خدا جانے بیس بار کی حاضری نے وہاں سے کیا کیا برکات و فیوض نہ لئے ہوں گے۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول عام طور پر مشہور ہے کہ آپ نے حضرت حافظ محمد جمال صاحب سے فرمایا کہ تمہارا یہ مرید ایک شیر ہے جو تمہارے جنگل میں آگیا ہے جسے مرشد اعظم شیر سے تشبیہ دے اس کی اسدیت و اسد اللہیت میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

تالیف و تصنیف

آپ صرف یہ نہ سمجھیں کہ حافظ صاحب روحانیات میں پڑ کر علوم ظاہریہ سے دستبردار ہو گئے تھے۔ جاہلوں سے ایسا ہونا عین ممکن ہے مگر حافظ صاحب مرحوم تو علمی خانوادے کے چراغ شب زندہ دار تھے وہ علوم و فنون کو کیسے ہاتھ سے دے سکتے تھے۔ مشاغل روحانی کے ساتھ ساتھ درس تدریس کا مشغلہ بدستور جاری رہا۔ اور اس کے ساتھ ہی زیادہ نہیں تو قدرے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ ہوئی۔ جو اب شریعت اور غوامض معرفت میں جو درک آپکو حاصل تھا وہ کسی سے مخفی

نہیں۔ آپ نے وہ موتی شریعت و حقیقت کے دریاؤں سے رول کر وقف عام کرنے کے لئے "توفیقۃ شریفہ" تصنیف فرمایا۔ جس میں شریعت و حقیقت کے اسرار کو نہایت جامع اور عالمانہ طریقہ سے بیان کیا گیا یہ کتاب آج تک اہل بینش کے حلقہ میں مقبول و معمول بہا ہے اور تصوف کی کتابوں میں اس کا درجہ نہایت اونچا ہے۔ کتاب کتاب نہیں بلکہ کوزے میں معارف و حقائق کا دریا ہے جو بند کر دیا گیا ہے۔

محبوب الٰہی

نواب عبدالصمد خاں والئی دائرہ دین پناہ حضرت حافظ محمد جمال صاحب کے حلقہ بگوشوں میں سے تھے ایک مجلس میں ان کی زبان سے حضرت حافظ خدا بخش کے متعلق "نیک بخت" کا لفظ نکل گیا۔ حافظ محمد جمال قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا "نیک بخت" تو ہر مسلمان ہوتا ہے جس شخص کو اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کا موقعہ ملا وہ یقیناً نیک بخت ہے مگر حافظ خدا بخش صاحب تو محبوب الٰہی ہیں۔ انہیں عام مسلمانوں کی طرح نہ سمجھنا۔ سبحان اللہ! خود پیر روشن ضمیر کی بارگاہ سے جسے محبوب الٰہی کا خطاب ملا ہو اس کی سعادت و نیک بختی کی کوئی انتہا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سلسلہ بیعت

جب تک حافظ محمد جمال صاحب زندہ رہے ادب اور فنافی الشیخ ہونے کی وجہ سے آپ کسی کو بھی مرید نہیں فرماتے تھے۔ جو آتا اسے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر کر دیتے۔ البتہ ان کے انتقال کے بعد آپ نے سلسلہ بیعت شروع کیا اور بیشمار مرید آپ سے فیض یاب ہوئے۔

عموماً آپ پیر صاحب کے مزار پر مصروف اوراد وظائف رہا کرتے تھے جب آپکے پیر صاحب کی خانقاہ تیار ہو رہی تھی تو اتفاق سے معماروں نے ایک دور (قوس) کو درست نہ بنایا تو اس کجی کو ٹھیک کرنے کے لئے آپ خود اس تعمیر میں شریک ہو گئے۔ اور اپنے دست مبارک سے خشت اول رکھ کر معمار سے کہا کہ اب اس پر اینٹیں رکھتے چلو۔ چنانچہ معمار نے حکم کی تعمیل کی اور اس عمل سے دور کی کجی کا نقص رفع ہو گیا۔

نقل مکانی

ملتان جب مسلمان فرمانرواؤں کے قبضہ سے نکل کر ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا تو جس قدر اہل دل اور فقراء وہاں مقیم تھے انہیں بہت تکلیف پیش آئی۔ اور اکثر نے ملتان چھوڑ دیا انھیں میں سے حضرت حافظ صاحب بھی تھے آپ نے بھی ملتان چھوڑ کر چند دنوں دنیا پور المعروف راوی والا میں اقامت اختیار فرمائی اور پھر سکونت ملتان کو قطعی طور پر ترک کر کے بہاولپور تشریف لا رہے تھے کہ راستہ ہی میں حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب بھٹی چیلاوہن کے نام مہاراں شریف سے اطلاع پہونچی جسمیں حضرت کے مناقب اور علو درجات روحانی کا ذکر تھا اور یہ تاکید تھی کہ حافظ خدا بخش صاحب کو ضرور اپنے پاس ٹھہرا لیں۔ یہ قطب وقت ہیں اور حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی کا نمونہ زہد و اتقا ہیں ان کو ضرور اپنے ہاں ٹھیرا لیں۔ حافظ غلام مرتضےٰ صاحب بھٹی اپنی جماعت کو ہمراہ لیکر دنیا پور میں قدم بوس ہوئے اور آپ کو چیلاواہن لے آئے وہاں عرصہ تک مقیم رہ کر انھیں مراحل عبادت طے کرائے اور منازل سلوک ختم کرا کے عازم خیرپور ہو گئے۔

ایک عجیب واقعہ

خیرپور تشریف لاتے وقت ملتان سے آپکے پیر کا کتا بھی آپ کے ساتھ سفر میں آ گیا آپ اسکو سگ دربار پیر سمجھ کر بہت پیار

سے رکھتے اور خدمت و مدارات کرتے۔ ایک دن جب صبح کا طعمہ لیکر گھر سے تشریف لائے تو کتا موجود نہ تھا آپ بہت غمزدہ ہوئے اور اسی وقت ملتان کی تیاری کی۔ ملتان پہونچ کر پیر کے حرم سرا کے دروازہ پر گریہ و زاری میں مصروف ہو گئے۔ خادم نے اندر اطلاع کی کہ حضرت مولانا دروازہ پر اس طرح مصروف آہ و بکا ہیں۔ اندر سے پچھوایا گیا کہ کیا معاملہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیر کا کتا مجھ سے روٹھ کر چلا آیا ہے میں اسے منانے کے لئے یہاں آیا ہوں دیکھا گیا تو کتا اندر موجود تھا چنانچہ اسے باہر لایا گیا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اسکو خوراک کھلائی۔ اور اس سے معافی مانگ کر اسے منایا پھر جا کر آپ کا غم فرو ہوا اور تسلی ہوئی ناظرین اس کتے کو معمولی کتا نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کتوں میں سے تھا جن کے متعلق فرمایا گیا ہے ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت و مردم شد

سبحان جس کتے کو حضرت حافظ خدا بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ جیسے قطب وقت اور غوث زماں مناتے پھرتے ہیں اس کے علو مراتب کا بھی کوئی ٹھکانا ہو سکتا ہے۔

مقبولیت دعا

چیلاواہن سے عرس مبارک مہار شریف کے لئے تشریف لے جا رہے تھے خلفا اور مریدان سلسلہ کا ایک بڑا گروہ معیت میں تھا دریا عبور کرنے کے لئے کشتی میں سوار ہوئے دریا میں طغیانی تھی مخالف ہوا بھی چل پڑی۔ لوگ نہایت پریشان ہوئے اور حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کی۔ حضرت نے دعا فرمائی تو طوفان دم بھر میں ٹھہر گیا اور کشتی بامن و امان کنارہ سے جا لگی۔

اسی طرح خیر پور کے قریب قصبہ دریور واقع ہے ایک بار دریا اس بستی کے قریب

آ گیا اور اس بستی کو برباد کرنے لگا۔ حضرت کی خدمت میں بستی کے لوگوں اور حکام وقت نے التجاء کی۔ حضرت دریا پر تشریف لے گئے اور اسے مخاطب کر کے فرمایا فقیر خدا بخش کو تیرے پاس لے آئے ہیں اور خلق تیرے نقصان کے اندیشے سے مضطرب ہے اتنے ہی الفاظ کہنے پائے کہ آپ کی دعا کی برکت سے دریا اس موقعہ سے رخ گردانی کر گیا آخر کیوں نہ ہو آپ بھی تو انہیں لوگوں کی باقیات الصالحات ہیں جنہوں نے نیل کے نام ایک ریزۂ سفال پر حکم لکھ کے بھیجا تھا۔

اسی طرح ایکبار آپ حضرت صاحبزادہ نور احمدؒ صاحب سجادہ نشین مہار شریف کے بعض کاروبار کے لئے صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ نواب صاحب والئی بہاولپور کی خدمت میں بمقام ڈیرا ور تشریف لے گئے اور حالات بیان کر کے صاحبزادہ صاحب کے کاروبار سرانجام کیئے ان دنوں بارش نہیں ہوئی تھی اور ریگستان بے آب وگیاہ تھا۔ چنانچہ نواب صاحب نے بارش کی دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو باران رحمت کا نزول ہو گیا اور ریگستان نہایت آباد اور پر از سبزہ ہو گیا۔

عادات طیبہ حضرت کی عادت مبارک تھی کہ کسی پر غصہ نہیں کرتے تھے اگر کوئی شخص رنج پہونچاتا تو فرماتے سے

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد
ہر کہ مارا دوست دارد ایزد او را یار باد
ہر کہ اندر راہ من خارے ہند از دشمنی !!
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفتہ بے خار باد

سبحان اللہ! ایسے لوگ اب کہاں جو کانٹے بچھانے والوں کی راہ میں پھول برسائیں جب کبھی بھی مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑتے تو آپ فاصلحوا بین اخویکم کے حکم کے مطابق ہمیشہ ان کے درمیان صلح کرا دیتے تھے۔

وجد و سماع سماع سنتے تھے اور وجد کیا کرتے تھے اگر کوئی منع کرتا تو معذرت کر لیتے کوئی جھگڑا یا لڑائی نہ کرتے۔ بلکہ خاموش ہو جاتے ایک بار آپ کے قریبی عزیز مولوی عبد الحکیم نے آپ کو وجد کی حالت میں دیکھ کر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ؎ معذور دارمت کہ تو او را ندیدہ

فیاضی حضرت انتہا درجہ کے دریا دل اور سخی واقع ہوئے تھے ایک بار کسی سائل نے آ کر سوال کیا اور تو کوئی چیز موجود نہ تھی اپنی چادر جو کندھے پر تھی اتار کر اسے دیدی اور فقیر کو خالی ہاتھ واپس کرنا مناسب نہ سمجھا ظہر اور عصر کی نماز ننگے بدن پڑھی لینے کندھے پر کوئی کپڑا نہ تھا عصر کے بعد کسی معتقد نے نئی چادر خرید کر پیش کر دی اور حضرت نے زیب بر فرمائی اسی اثنا میں کسی اہل حاجت نے آ کر سوال کیا کہ حضرت مجھے حاکم مال کی خدمت میں سفارش کی ضرورت ہے حضرت اٹھ کر اس کے ہمراہ ہو گئے راستہ میں کچھ خیال آیا اور واپس مکان پر لوٹ آئے۔ چادر اتار کر وہیں رکھ دی اور پھر اس کے ساتھ جا کر سفارش فرمائی۔

جب واپس تشریف لائے تو شاگردوں نے راستے سے لوٹ آنے اور چادر اتار کر واپس جانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عصر و ظہر کی نماز میں نے ننگے بدن پڑھی جب حقیقی حاکم کے دربار حاضری ننگے بدن دی ہے تو حاکم شہر کی خدمت میں چادر اوڑھ کر کس طرح جاتا۔ دربار الٰہی سے میں دفتر انسانی کی ترجیح کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے سکتا تھا اس لئے واپس آ کر چادر اتار ڈالی اور ننگے بدن ہی گیا۔ حکام وقت کے سامنے ذلیل ہوتے والے اس واقعہ سے نصیحت حاصل کریں۔

مسکین نوازی ہمیشہ غریب اور مسکین لوگوں پر توجہ فرماتے تھے ایک بار

ارشاد فرمایا کہ میرے استاد نے میری کتاب پر یہ الفاظ لکھ دیئے تھے۔

"ایں کتاب حق و ملک مسکیں خدا بخش"

مجھے یہ شرف مسکینی اسی وقت سے محبوب ہے۔ طلبا اور مریدین جب خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھتے تو ان کو فرماتے کہ بے تکلف ہو کر بیٹھو۔ خرد و کلاں ہندو مسلمان جو بھی ملنے کو آتا اس کو سروقد کھڑے ہو کر تعظیم دیتے تھے۔

ایک بار ایک افغان مرید سفر کو جانے لگا اجازت لیکر عرض کی کہ حضرت کسی غلام کو فرمائیں کہ وہ کسی نہ کسی وقت میرے گھر سے ضروری کاروبار دریافت کرلیا کرے۔ حضرت نے بہت اچھا فرمایا۔ پٹھان مدت تک باہر رہا اور حضرت خود اس کے دروازہ پر جاکر کام کاج انجام فرماتے رہے۔ اتفاقاً ایک دن حضرت لکڑیوں کا ایک گٹھا سر پر اٹھائے اس پٹھان کے دروازہ پر اسکی کنیز کو آواز دے رہے تھے کہ وہ پٹھان سفر سے واپس آگیا۔ دل میں نہایت نادم ہوا اور معذرت کی۔ حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے جب گھر سے اسکو یہ معلوم ہوا کہ یہی حضرت تو روزانہ گھر کا کام کاج کرتے رہے ہیں تو اُسے اور بھی ندامت ہوئی یہ ہے بندگان خاص کی مخصوص روشن۔ یہ نہیں کرتے

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی!

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

یہ بھی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی طالب یا مرید اجازت طلب کرتا تو نہایت فراخ دلی سے اجازت تو عطا فرما دیتے مگر یہ شعر ضرور پڑھتے ؎

أرید وصاله ویرید هجری

فاترک ما أرید لما یرید

کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ؎

ہجرے کہ بود رضائے محبوب ؎ از وصل ہزار بار خوشتر

بیماری میں کبھی بھی دوائی استعمال نہ فرماتے۔ ایک بار میاں غلام رسول لانگری نے عرض کی کہ حضرت طبیعت بہت کمزور ہو گئی ہے کوئی دوائی وغیرہ استعمال فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حکیم یہ یقین دلا دے کہ اس دوائی کے ساتھ یقینی طور پر صحت و طاقت آجائے گی۔ تو پھر دوائی استعمال کروں گا ورنہ نہیں۔ جب ہر صورت قوت و طاقت اور صحت شافی مطلق کے ہاتھ میں ہے تو پھر خوامخواہ دوائیوں کے استعمال کی کوفت کیوں اٹھائی جائے۔

اپنی تمام ضروریات عموماً خود پوری فرماتے حتے الامکان اپنا کام دوسروں کو نہ بتلاتے اور ہمیشہ یہ وظیفہ پڑھتے

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی من زمرۃ المساکین۔

عادت مبارک تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں درازی عمر کے لئے دعا طلب کرتا تو حضرت فرماتے کہ دنیا کو بقا نہیں تمہاری عمر دراز ہو اور تو ہمیشہ جیتا رہے اکثر و بیشتر یہ اشعار آپ کی زبان پر آتے رہتے۔ ویسے بھی پڑھتے اور موقع بموقع انہیں اثنائے گفتگو میں بھی استعمال فرماتے۔

؎ باطل است آنچہ مدعی گوید ؎ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

؎ بیکار مباش کچھ کیا کر ؎ خونِ دل عاشقاں پیا کر

قطعہ

اے قوم بحج رفتہ کجا ئید کجا ئید ؎ محبوب دریں جاست بیائید بیائید

آنانکہ طلبگار خدائید خدائید ؎ حاجت بطلب نیست شمائید شمائید

؎ کار ما بر خواہش خود خواستن کار خدا است ؎ بندہ باشی و خدا خوانی تو اے ناداں چہ است

؎ پس از سی سال این نکتہ محقق شد بخاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

؎ خویش را گم کن وصال این است و بس
خود مباش اصلا کمال این است و بس

؎ چنیں بر جبیں ز جنبش ہر خس نمی کنند
دریا دلاں چو آب گہر آرمیدہ اند

صبح کے وقت علی العموم یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

سحر بر خیز و ذکر بے ریا کن — بداں درگاہ خود را آشنا کن
اگر گوئی کہ من درویش حالم — نظر بر خاندانِ مصطفےٰؐ کن
وگر گوئی کہ بر من ظلم رفتہ — نظر بر کشتگانِ کربلا کن

کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

سعادت خواہی از عادت گذر کن ۔ کہ ترک عادت است اصل سعادت

؎ خلق نیکو سعادت ابدی ست ۔ ایں سعادت بہر کسے ندہند

رباعی

چوں رزق مقدر است کم کوشی بہ ٭ چوں گفتہ نویسند بخاموشی بہ
چوں میگذرد عمر بہ درویش بہ ٭ چوں ہیم حساب است پوشی بہ

اپنے ملازموں اور خادموں کو چیستاں سنا کر پوچھا کرتے تھے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ؎

موذب صور تے پشمینہ پوشے ٭ ملائکہ سیرتے خانہ بدوشے
جہاں گرد حلیم و بردبارے ٭ قناعت کردہ ز دنیا بخارے

اس سے مراد اونٹ ہے اور فرماتے کہ کیا عمدہ خصائل ہیں کاش آدمی اس

جانور جیسے عمدہ خصائل ہی کا مالک ہوتا۔
کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎
نخواہد ایں چمن از سرو و لالہ خالی ماند۔ یکے ہمے رود و دیگرے ہمی آید

؎
راز دل گر میتواں با یار جانی ہم مگو ٭ یار یارے بود از یار یار اندیشہ کن
؎ کوہ گنجیدہ چو بگنجا ششتش ۔ کاہ نسنجیدہ چو نسنجا ششتش
سعی سالک کی ہدایت کرتے ؎
دردمند از کوچۂ دلدار می آییم ما ۔ آہ کز دار الشفا بیمار می آئیم ما
عشق مارا عاقبت در کوئے او بیقدر ساخت ۔ یار کم میخواہد و بسیار می آئیم ما
اکثر و بیشتر یہ اشعار بھی ورد زبان رہتے تھے ؎
جذبۂ عشق و محبت از دو جانب میشود
یار می خواہد دلم چوں یار میخواہد دلم
؎ عاشقاں ہر چند مشتاق جمال دلبر اند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق تر اند
؎ آنکہ بر من میرود گر بر شتر رفتے زغم
میزدندے کافراں بر جنت الماوے علم
اس شعر میں اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنے کافر جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گذر جائے شاعر کہتا ہے کہ اگر اونٹ پر میرے غم کا بار پڑتا تو وہ اتنا لاغر ہو جاتا کہ سوئی کے ناکے میں سے گذرنا اس کے لئے مشکل نہ رہتا اور جب وہ سوئی کے ناکے میں سے

گذر سکتا تو حسب وعدہ الٰہی کفار جنت الماوے میں خیمے جا گاڑتے۔
کبھی کبھی یہ شعر پڑھتے۔

بیمار ہیزم ادھم صفت فروختہ خور
کہ چوب چینی خوش داروئے ست دفع خودی

اس شعر کی تشریح حضرت مولوی عبید اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل اشعار میں کی
ہے۔ چوبِ چینی کے معنی اے دل ۔ کوست مرض بدو بپا مشکل
ایں مرض حدوث از بس است ۔ بس از اصل کبر در نفس است
چوب چینی دوائے اوست عجیب ۔ یقلع الاحتراق بالتجارب
چوب چینی مکن در استعمال تا گردد زبس زشتت حال
چوب چینی کہ عافیت یابی در مضرات روئے بر تابی

کبھی کبھی یہ رباعی پڑھتے

سلطنت را عزتے در عالم فانی کجاست
ما گدایانیم و مارا شوق سلطانی کجاست
ایں دل دیوانہ را گفتم کہ عاقل شو نہ شد
آرے آرے طفل را میل سبق خوانی کجاست

یہ اشعار جو نقل کئے گئے ہیں اس لئے نہیں نقل کئے گئے کہ آپ انہیں پڑھ کر لطف اندوز ہوں بلکہ ان سے آپ حضرت خواجہ حافظ خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میلانات خصوصی کا اندازہ لگائیں اور انہیں سے آپ کی عادات طیبہ کی نورانی جھلک بھی دکھائی دے رہی ہے کاش کوئی دیکھنے والا موجود ہو۔

کرامات و آثار صالحہ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ ایسی ان گنت چیز کا شمار و احصاء ناممکن ہے اس لئے ان میں سے چند

ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے

زیارت نبوی سے مشرف کرادیا

آپ کی خدمت میں ایک بار ایک خراسانی پٹھان آیا اور اس نے آکر زیارت اور دست بوسی کے بعد حضرت کے ارشاد کی انتظار کی حضرت نے اسکو فرمایا کہ مسجد شریف میں چل کر آرام کرو۔ کھانا وہیں آئیگا۔ آرام بھی وہیں کرنا وہ پٹھان روٹی کھا کر مسجد میں سو گیا جب سہ پہر کو جاگا تو زار زار روتا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پاؤں پر گر پڑا اور عرض کی کہ میں تمام ملک میں غرض زیارت نبوی صلعم پیکر پھرا ہوں اور کہیں مجھے یہ مقصود حاصل نہیں ہوا آج یہاں آکر اپنا دلی مقصد پا لیا ہے۔

مشکل حل ہوگئی

ایک مرتبہ پریشانی کی حالت میں خدام کو فرمایا کہ جلدی گھوڑے پر زین رکھنے کے لئے آؤ کہ میں احمد پور جاتا ہوں چنانچہ فوراً روانہ ہوگئے۔ احمد پور جا کر معلوم ہوا کہ نواب صادق محمد خانصاحب والئی بہاولپور سخت علیل ہیں اور ان کا وقت آخر ہے یہ ۱۲۸۱ھ کا واقعہ ہے نزع کی تلخی کے لئے دعا کی خاطر ورثاء نے حضرت خواجہ سلیمان صاحب اور حضرت خواجہ عاقل محمدؒ صاحب کو بلایا۔ آخر کار تکلیف کی طوالت کی وجہ سے حضرت مولوی خدابخش صاحب سے امداد دعا طلب کی گئی تو آپ مریض کے قریب تشریف لائے اور توجہ باطنی فرما کر مریض کو بلایا۔ بھائی صادق! اس پر نواب صاحب نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی پڑھو کلمہ شریف یہ کہہ کر کلمہ شریف پڑھا معہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط
مریض نواب صاحب نے بھی جن کا دم آخریں تھا کلمہ مبارک کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی اور مرغ روح قفس عنصری سے بآسانی پرواز

کر گیا اس وقت سے فرمانروا خاندان میں مولوی صاحب کی روحانیت کا سکہ بیٹھ گیا
اور ان کی بہت عزت اور قدر ہونے لگی۔

دعا کا اثر

موضع بھوہڑاں میں جو شخص کنواں کھودتا تھا کڑوا پانی نکلتا تھا حضرت کی خدمت میں عرض کی گئی حضرت نے دعا فرمائی اور ایک موقع کو نشان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہاں چاہ احداث کرو اس موقعہ پر کنواں کھودا گیا تو پانی نہایت شیریں اور لذیذ نکلا

ایک ضعیف البصارت مرید کو ہدایت فرمائی کہ جب سرمہ آنکھوں میں لگاؤ تو یہ پڑھ کر لگایا کرو۔ لا الہ الا اللہ نور العین محمد رسول اللہ سید الکونین ۔
اسے بہت فائدہ ہوا اور دوسرے بھی جس کسی نے اسکو آزمایا مفید پایا۔

خطرہ کا انسداد

نواب محمد بہاول خانصاحب بہادر ثالث کے عہد میں اعلیٰ عہدہ داران ریاست کی زندگی بوجہ خانہ جنگی اور بعض دیگر حالات کے سخت مخدوش رہا کرتی تھی اور ہر امیر اپنی اپنی جگہ پر ہر وقت اپنی جان و مال کو خطرہ میں سمجھ کر خائف رہتا تھا لوگوں نے اس اندیشہ اور بے چینی کی اصلاح کے لئے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں مدعو ہو کر جایا کرتے تھے

مرجوع کیا حضرت مولوی صاحب جو عموماً نواب صاحب کی خدمت میں

ایک دفعہ انھوں نے نواب صاحب کی خدمت میں یہ سوال کیا کہ میں ایک بات چاہتا ہوں اگر آپ اسے پورا کردیں تو میں مشکور ہوں گا۔ بزرگان دین کی چونکہ نہایت ہی قدر و عزت کی جاتی تھی۔ خصوصاً مولوی صاحب کے احترام کو اور ان کے تعمیل ارشاد کو نواب صاحب اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے تھے اس لئے کچھ اقرار واصرار کے بعد مولوی صاحب نے نواب صاحب سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھے اپنے ملازموں میں شامل فرمالیں کہ میں آپ کا ملازم ہو کر رہوں نواب صاحب نے نیاز کے طریق پر عرض کیا کہ ہم حضرت کے ملازم اور نوکر ہیں جناب کو ہماری

ملازمت کی خواہش کیوں پیدا ہوئی۔ اس پر حضرت نے جواب دیا کہ آپ کے ملازم ہر وقت خوف میں رہتے ہیں اور ان کو ہمیشہ جان و مال کا ایسا خوف دامنگیر رہتا ہے کہ کسی صوفی کو ایسا خوف خدا کا مرتبہ بھی حاصل نہیں ہے۔ اس واسطے میں اس مرحلہ خوف میں تمہارے طفیل کامیاب ہوجاؤں گا اور اگر اس نوکری میں مارا گیا تو شہادت کی عزت بھی مجھے مل جائے گی۔ یہ تقریر ایسی ثابت ہوئی کہ نواب صاحب نے اپنا طریق عمل بدل دیا اور مخوف پالیسی ترک کر دی

ایک عورت کو گم شدہ لڑکا منگا دیا

خیرپور میں ایک ہندو عورت حضرت کے گھر کبھی کبھی آیا کرتی تھی ایک دن اس نے نہایت وحشناک صورت میں آ کر عرض کیا کہ میرا لڑکا گم ہوگیا ہے۔ حضرت نے اسکو اطمینان دلایا کہ لڑکا گم نہیں ہوگا واپس آجائیگا۔ کچھ دن گذر گئے اور لڑکا واپس نہ آیا تو پھر اس عورت نے صدمہ کی وجہ سے اپنا دردناک حال حضرت کو سنا کر التجا کی کہ لڑکا تلاش کرا دیا جائے۔ اس وقت بھی حضرت کسی خیال میں محو تھے اس ہندو عورت سے کہا کہ مائی تیرا لڑکا کل تیرے پاس پہونچ جائیگا عورت حضرت کا فرمان سُن کر خوش خوش واپس گئی۔ اور بیتابانہ انتظار کرنے لگی۔ رات کی بیتابی پر بھی جب اس کا لڑکا صبح واپس نہ آیا تو پھر غمگین حالت میں حضرت کی خدمت حاضر ہو کر تقاضا کیا کہ حضرت وعدہ پورا کیجئے حضرت مولوی صاحب نے تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر ایک حالت جذب میں اس عورت سے کہا کہ مائی تیرا لڑکا اس حجرہ میں آیا ہوا ہے مسجد شریف (جہاں حضرت تشریف فرما تھے) کے متصل ایک حجرے کا دروازہ بند تھا اسی کی طرف اشارہ فرمایا کھول کر جو دیکھا تو اس کا لڑکا موجود تھا اس کے ہاتھوں میں گوندھا ہوا آٹا بھی لگا تھا۔ دریافت پر اس لڑکے نے جواب دیا کہ مجھے شہر میں سے پٹھانوں

کا ایک قافلہ اپنے ہمراہ لیکر چلا گیا تھا اور آج فلاں ملک میں ہمارے قافلے کا قیام تھا میں اپنے قافلے کی روٹی پکا رہا تھا کہ اتفاقاً ایک بلی نے آ کر روٹی اٹھائی اور دوڑ گئی۔ میں اس کے تعاقب میں دوڑا اور نامعلوم طریق پر اس حجرہ میں پہونچ گیا

رنگِ حقیقت

احمد پور کے رہنے والا ایک شخص کسی عورت پر عاشق تھا اور اس نے اپنے مقصود کو حاصل کرنے کی نیت سے حضرت کی خدمت میں شرف بیعت حاصل کیا اور مبلغ پانچ روپے نیاز پیش کی۔ جب وہ اس بیعت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے بعد احمد پور میں واپس آیا تو اس عورت کی بے التفاتی میں کوئی کمی نہ پائی۔ بہت آشفتہ ہو کر خیر پور واپس آ گیا۔ اور حضرت کی خدمت میں پہونچ کر کہا۔ میں نے جس غرض کے لئے بیعت کی تھی وہ غرض حاصل نہ ہوئی میرے روپے واپس کیجئے۔ حضرت نے روپے واپس کر دیئے اور اسکو رخصت کر دیا اب جو وہ احمد پور واپس پہونچا تو اسی شب کو وہ عورت خود بخود اس کے پاس آ گئی اور طالب وصال ہوئی۔ مگر اس کے دل میں حضرت کا کچھ ایسا رعب طاری ہو گیا تھا کہ اسے یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت موجود ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تم تو ہم سے قطع تعلق کر کے آ گئے تھے۔ مگر فقیر خدا بخش کسی سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بار جس مرید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر اسکو نہیں چھوڑا یہ ارشاد سن کر وہ ایسا مرعوب ہوا کہ بجائے عشق عورت کے عشق حقیقی سے بہرہ یاب ہو گیا

آسیب سے نجات

ایک مرید کے نوجوان لڑکے پر آسیب کا اثر تھا کہتے ہیں ایک جن عورت اس پر عاشق تھی اور اسکو دنیا کے کسی کام کا نہیں رکھا تھا مرید حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا حضرت نے مرید سے فرمایا کہ جب آسیب کا اثر نمودار ہو تو اس کو میری طرف سے پیغام دے دینا کہ ملا خدا بخش ملتانی تم کو سلام کہتا تھا اور نشانی یہ دی ہے کہ

مخدوم رشید کے قریب ایک بار وقت ملاقات میرے وضو کے لئے تم پانی لائے تھے یہ نشانی دے کر کہا ہے کہ یہاں سے چلی جاؤ۔ حضرت کا ارشاد سنتے ہی وہ آسیب تمانی سے دفع ہوگیا۔

اخلاق اور بے نفسی

ایک دفعہ ملتان کی ایک گلی میں سے گذر رہے تھے کہ ایک شخص بھنگ رگڑ کر اس انتظار میں تھا کہ کوئی آدمی آجائے تو وہ اس کی مدد سے بھنگ چھان کر استعمال میں لائے حضرت کو وہ پہچانتا نہ تھا حضرت گذرے تو اس نے بلا کر آپ سے بھنگ چھنوائی اور جب کام تیار ہو گیا تو آپ کو پہچاننے والے بعض لوگ وہاں سے گذرے انہوں نے اس بھنگی کو ملامت کی کہ تو نے ایسے بادشاہ وقت سے یہ کیا خدمت لی ہے اس کی معذرت پر حضرت بخندہ پیشانی یہ فرماتے رہے کہ خیر بابا کام کرنا ہی تھا۔

حضرت کی دل برداشتگی کا اثر

خیر پور کے وڈیرہ خاں نے ایک غریب شخص کے چاہ مال غصب کر لئے تھے وہ حضرت کی خدمت میں حاضر آیا اور دادرسی چاہی حضرت اس کے ساتھ اٹھ کر وڈیرہ کے پاس آئے وڈیرہ صاحب نے جب حضرت کو اس ستم رسیدہ کے ہمراہ آتا دیکھا تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی دیر تک قرآن پاک پڑھتا رہا۔ حضرت نے فرمایا اگر آپ سارا قرآن ختم بھی کر لیں تب بھی خدا بخش بیٹھا رہیگا اور یہ جس کام کے لئے آیا ہے وہ بیان کر کے جائیگا۔ منزل کر کے وڈیرہ صاحب نے ختم کیا اور بعد از فراغت اس ستم رسیدہ کو بہت گالیاں دیں اور کہا تو نے حضرت کو کیوں تکلیف دی۔ میں تیرے چاہ ہرگز تجھے واپس نہ کروں گا حضرت نے فرمایا یہ اس کا قصور نہیں میں اس کو اپنے ہمراہ لے آیا ہوں یہ میرا گناہ ہے حضرت نے جب دیکھا کہ وڈیرہ صاحب کسی طرح نہیں مانتے۔ تو اٹھ کر واپس چلے آئے اور ان کی دل برداشتگی کا یہ اثر ہوا کہ وڈیرہ خاندان سے دریائے ستلج کا شمالی حصہ چھن گیا۔

ایک سید مرید کا جواب معترضین کو

سید عظیم شاہ گردیزی ساکن ملتان نے جو حضرت سے بیعت کی اور واپس ملتان گئے تو برادری نے لوگوں نے ملامت کی کہ سید ہو کر ایک کمہار کے مرید ہوئے حضرات علماء جیلہ سے اگر بیعت کر لیتے تو بھی اچھا تھا سید عظیم شاہ نے جواباً فرمایا کہ تم کو پتہ نہیں کہ یہ کمہار اچھے برتن پکاتا ہے

مرید کی شناخت

اسی عظیم شاہ کا ذکر ہے کہ ایکبار حضرت کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت حالت مستی میں تھے اسی حالت میں حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ جواب میں عرض کیا کہ عظیم شاہ۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کون عظیم شاہ؟ اس پر شاہ صاحب نے کہا کہ واہ حضرت اگر دنیا میں یہی حالت ہے کہ کون عظیم شاہ کہہ کر دریافت فرمارہے ہیں تو خدا جانے آخرت میں اپنے غلاموں کو کیونکر شناخت کریں گے۔ اس پر حضرت جوش میں آ گئے۔ اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم عظیم شاہ ابن فلاں ابن فلاں ابن فلاں ہو اور میاں عظیم شاہ کی سات پشتیں گن کے رکھدیں۔ عظیم شاہ بہت شرمسار ہوا اور معذرت کی۔

نور کی روشنی

ایک رات اپنے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے اور مشغول اذکار تھے حجرہ میں کوئی چراغ نہ تھا لیکن ذکر کے وقت ایک ہاتھ پر جو دوسرے ہاتھ کی ضرب پڑتی تھی تو اس سے نور نکلتا تھا اور اس نور کی روشنی حجرے سے باہر بھی جاتی تھی

ذکر حلقہ

ایک بار جب حلقے میں ذکر اسم ذات ہو رہا تھا تو حضرت نے سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مشہور شعر کا بھی ذکر کر دیا ؎

کریما بہ بخشائے بر حال ما　　که هستم اسیر کمند ہوا

مجلس خانہ کی چھت کی لکڑی

مجلس خانہ کی چھت کے لئے لکڑی مطلوب تھی

پرانے اور عمدہ درختان شیشم قریب قریب اور کہیں نہ تھے۔ پیر عثمان لانگ والہ قبرستان میں اس قسم کے شیشم کے درخت موجود تھے اور یہی مقام محمد خان صاحب سکھانی سے متعلق تھا حضرت نے خان صاحب کی خدمت میں ان کے درختوں کے لئے استدعا کی۔ محمد خاں نے عرض کیا کہ میری طرف سے تو کوئی منع نہیں۔ مگر پیر کا مقام ہے اگر ان شیشم کے درختوں کا کوئی پتہ بھی لیتا ہے۔ تو وہ مبتلائے مصائب ہوتا ہے حضرت نے فرمایا کہ آپ اجازت دیدیں پیر صاحب سے میں خود اجازت لے لوں گا چنانچہ آپ نے اجازت لیکر حضرت نے مجلس خانہ کے لئے دو درخت کٹوائے۔

حل مشکل

نواب صادق محمد خاں فرمانروائے بہاولپور کی مرض الموت کی تکلیف کی غیر معمولی کیفیت معلوم کر کے حضرت تشریف لے گئے۔ اور اپنی روحانی برکت سے تمام مشکل مراحل کی آسانی کا باعث ہوئے اور نواب صاحب کا وقتِ واپسین اس شیخ کی برکت سے ایسا شاندار ہوا کہ زمانہ میں اس کی شہرت ہوگئی۔

اخلاق نبویہ کا نمونہ

حضرت حافظ محمد اکرم صاحب کہروڑ پکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ جو شخص حضور سرور عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا مشتاق ہو۔ مولوی صاحب خیرپوری کی زیارت کرے۔ مولوی صاحب اخلاق نبوی کا نمونہ ہیں

بجائے پانی کے شربت

حضرت کی خدمت میں مرید اور دعا طلب لوگوں کا ہجوم رہتا تھا جب کوئی اور شخص۔۔ بمشرف بزیارت ہوتا تھا کچھ نہ کچھ شیرینی بتاشہ وغیرہ ضرور پیش کرتا تھا پڑے تو اس وقت تک بھی خاص طور پر نذر چڑھاتے جاتے ہیں اس وقت بھی خدام بجائے پانی کے شربت کے گھڑے بنا رکھتے تھے۔ حضرت کے لئے سادہ پانی ہوتا تھا مگر خدام شربت استعمال کیا کرتے تھے

ایک دفعہ حضرت کو ایک مرید ناواقف نے خدام کے شربت والے گھڑے سے پانی بھر کر لا دیا خدام کو بھی اس کا علم ہو گیا اس بچارے کے ساتھ ناراض ہونے لگ گئے حضرت نے خندہ پیشانی کے ساتھ پانی کا پیالہ اس مرید کو واپس کر دیا اور فرمایا اس بیچارے کو کیا خبر تھی واقف نہیں تھا اس سے غلطی ہوئی ہے خدام شرمسار ہوئے۔

حصول قرض

ایک دفعہ خادموں کے کپڑے پرانے ہو گئے اندر سے بطور قرض پارچات حاصل کر کے خادمان کی ضرورت رفع کی اور ظاہر یہ کیا کہ ایک سوداگر باہر سے آیا ہوا ہے دوگنے داموں پر کپڑے خرید تا ہے اتفاق سے وعدہ ادائے قیمت پارچات کے موقعہ پر حضرت کی خدمت میں ایک مخلص مرید نے نذر پیش کی۔ حضرت نے یہ کہہ کر اندر بھجوا دیئے کہ اس صادق الوعد سوداگر نے حسب وعدہ دوگنے دام اپڑوں کے ادا کر دیئے۔

ایک لڑکی کی عصمت بچالی

ابھی خیرپور میں تازہ وارد ہوئے تھے کہ حضرت کے مدرسہ کا ایک طالب علم سید حسین شاہ نام ایک نو عمر باکرہ طوائف پر عاشق ہو گیا اسکے بے تابانہ جذباتِ عشق کے باعث شغل تعلیم رک گیا۔ حضرت کو جب علم ہوا تو حضرت نے اسکو بلا کر حالت دریافت کی تو وہ زار زار رونے لگ گیا اور اظہارِ حالات کیا حضرت نے اسکو اطمینان دلایا اور اس کو ہمراہ لیکر اس کنجری کے مکان پر چلے گئے۔ اس کے ورثا کو کہا کہ میرا ایک طالب علم اس بی بی پر عاشق ہو گیا ہے مہربانی کر کے آج رات اس بی بی کا بازو ہم کو دے دو صبح کو واپس کر دیں گے۔ اس کنجری کے ورثا نے کہا کہ یہ لڑکی ابھی تک باکرہ ہے اور ہماری تمام زندگی کا انحصار اس کی شب زفاف پر ہے ہم کسی امیر سے اس کی زلف کشائی پر منہ مانگی مراد دولت حاصل کرتے مگر خیر حضرت کا فرمان ہے کوئی عدول نہیں اس لڑکی کو حضرت اپنے ہاں لائے اور ایک حجرہ میں رات تک سید حسین شاہ طالب علم اور

اس لڑکی کو علیحدہ کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سید حسین شاہ طالب علم نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ لڑکی تو نہایت درد سے رو رہی ہے اور کانپ رہی ہے اسکو کوئی آسیب یا بیماری ہے حضرت نے اس لڑکی کو بلایا اور دریافت کیا تو اس لڑکی نے کہا کہ میں طوائف نہیں ہوں سیدزادی ہوں۔ میرے ماں باپ ملتان کی لڑائی میں کام آئے اللہ میں آوارہ طور پر ان طوائفوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ انہوں نے اپنے ذاتی طمع کی خاطر میری پرورش کی۔ اب میری عصمت بھی اس طرح ضائع کی جاتی ہے حضرت نے اس لڑکی کے ورثا کو بلا کر حالات سے آگاہ کیا اور اس سیدزادی کا نکاح باقاعدہ اسی طالب علم سید حسین سے کر دیا۔

قرآن مجید کا معجزہ پاک پتن شریف کے عرس پر ایک دفعہ گئے ہوئے تھے ایک معتقد نے حضرت کی دعوت کی اور نہایت تکلف سے شاندار دعوت کا اہتمام کیا دعوت سے فارغ ہو کر حضرت نے دریافت فرمایا کہ بھائی تمہاری ظاہری حالت تو معمولی ہے دعوت میں اس قدر تکلف اور نمود کی کیوں تکلیف کی۔ اور پھر اتنا روپیہ کہاں سے حاصل کیا اس نے عرض کیا حضرت مجھے سورت مزمل کا عمل آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کے ذریعے رزق وافر دیتا ہے۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق اس نے ایک چراغ جلا کر رکھدیا اس پر عمل پڑھا تو چراغ سے ایک روپیہ نیچے گرا حضرت نے جوش میں آ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا تو اس چراغ سے بسم اللہ شریف کے ایک ایک حرف کی تلاوت سے ایک ایک طلائی مہر گرنے لگ گئی اور چشم زدن میں طلائی مہروں کا ڈھیر لگ گیا فرمایا کہ نیک بخت تمام قرآن مجید کا ایک ایک حرف خزانہ الہی ہے۔

لفظ ذات پر وجد ایک مرید نے جو ادرک کے کچھ خشے لا کر پیش کئے ایک قسم کی عمدہ جوار جسکو یہاں ذات اصطلاح کے طور پر کہتے ہیں

تھی جو نہایت نرم اور شیریں ہوتی ہے حضرت کے دریافت پر جب اس مرید نے کہا کہ حضرت میں ذات لایا ہوں حضرت کو اس لفظ کے سنتے ہی وجد طاری ہوگیا۔

حضرت کا عارفانہ کلام

بادشاہ شجاع الملک جب خیرپور میں پہونچا تو اس نے خیرپور کے علماء اور صوفیوں کے متعلق دریافت کیا تو حضرت بادشاہ کی خدمت بطور سرگروہ صوفیائے کرام پیش ہوئے بادشاہ نے دریافت فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ اس ملک میں علماء کا ایک گروہ اپنے آپکو صوفی کہتا ہے اور تمام خلق اللہ کو مظاہر حق کہتا ہے اور وجد میں آ کر ناچتا ہے ان لوگوں کے اصول کس بنیاد پر قائم ہیں حضرت نے فرمایا کہ بادشاہ سلامت! یہ کیفیت حال سے متعلق ہے یہاں قیل وقال کی گنجائش نہیں۔ یہ لوگ اپنے خیال میں بے معنی نہیں ہیں کچھ دیکھا ہے تو محو رہتے ہیں حضرت کے اس عارفانہ کلام سے محفل شاہی میں ایک عالم وجد طاری رہا اور خود بادشاہ سلامت بھی ان جذبات درد انگیز سے نہایت محظوظ ہوئے۔

ایک مجرم کی لاش سے خطاب

نواح خیرپور میں ایک شخص چوری میں بہت مشہور اور بدنام تھا جب کبھی وہ اپنے اس فعل کے سلسلہ میں گرفتار ہوتا اس کی بوڑھی ماں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کرتی اس ضعیفہ نحیفہ کی آہ وزاری پر حضرت کو بھی رقت آجاتی، بارہا ایسا اتفاق ہوا ایک دفعہ حکام وقت نے جو اس سے تنگ آئے ہوئے تھے اس کو چوری کرتے ہوئے پکڑا اور حضرت کی سفارش کے خیال سے اسکو فوراً پھانسی دیدی گئی۔ اس کے پھانسی پر لٹکائے جانے کی خبر حضرت کو ملی۔ تو حضرت اس وقت پھانسی کے مقام پر گئے اور اس کی لاش سے خطاب کیا اور یوں ارشاد فرمایا بھائی آفرین صد آفرین ہے تیری ہمت اور استقلال پر خدا بخش کے لئے بھی دعا کر کہ جس طرح تو نے کمر ہمت باندھ کر اپنا مقصد پورا کیا ہے اسی طرح فقیر خدا بخش بھی اپنے ارادہ اور استقلال کے امتحان میں کامیاب ہوجائے

عارفانہ نکات

ایک مرید نے آکر سوال کیا حضرت قبر کی تنگی، تاریکی اور سوال وجواب سے میں ہر وقت ڈرتا ہوں۔ حضرت نے اس کو اطمینان دیا اور فرمایا کہ اے نیک بخت قبر اتنی تنگ نہیں ہے کہ اس سے خوف کیا جائے آخر انسان نے ماں کے پیٹ میں بھی تو وقت گذارا ہے وہاں کوئی تکلیف تم کو یاد ہے وہ قبر سے زیادہ تنگ وتاریک مقام تھا۔

عیب پوشی

ایک مرید نے اپنے قاصد کے ساتھ ستر روپیہ اور عریضہ دعا طلب حضرت کی خدمت میں بھیجا اس قاصد نے روپیہ نقد کی تعداد دیکھ کر منہ دیکھے مفت بنا کیا ہے۔ روپے پیش کئے۔ مگر خادم صاحب نے خط کی مشنوائی کو تاڑ لیا اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس نے ستر روپیہ کی بجائے سات روپے لاکر دیے ہیں اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے اسکو گرفتار کر کے سپرد حکام کیا جائے حضرت نے اس قاصد کو تنہائی میں بلا کر فرمایا کہ اسکے فقیر تمہاری اس حرکت سے مطلع ہو گئے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ تم بھاگ جاؤ۔ چنانچہ وہ نکل گیا۔

نہی عن المنکر

خیرپور میں ہمیشہ سے شب برات میں آتشبازی کا اہتمام خاص طور پر ہوا کرتا ہے اور ناعاقبت اندیش مسلمان گھر پھونک کر یہ نظارے دیکھنے کے مدتوں سے عادی ہیں۔ حضرت کے وقت میں بھی یہ عالت تھی۔ حضرت اپنے خدام کو اس تماشہ سے منع کرتے۔ صاحبزادہ حضرت مولوی عبدالرزاق صاحب کو جو بڑے شوق سے اس کھیل میں شامل ہوتے تھے حضرت نے ایک شب برات کے موقعہ پر خاص طور پر منع فرمایا اور اسی نقصان مال واندیشہ جانی شغلہ سے بتاکید باز رکھا۔ رات کو خدام نے چپکے چپکے سے مولوی عبدالرزاق صاحب کو بھی نیند سے جگا کر ہمراہ لیا اور باوجود حضرت کے امتناع کے شامل تماشا ہوئے۔ اتفاق سے اسی رات کو آتشبازی کی زد میں آگئے۔ ڈاڑھی منہ اور گردن پر سخت

آسیب پہونچا اور حضرت کا عدول حکمی کی وجہ سے یہ نقصان پہونچا

دریافت تعبیر خواب کا جواب

ایک شخص نے اپنے خواب کا ذکر کرکے تعبیر پوچھی تو حضرت نے فرمایا ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

توحید

اپنی توحید کے متعلق یہ شعر فرمایا کرتے تھے ؎

دوئی بہ مذہب عشاق در نمی گنجد
خدا یکے و محمدؐ یکے و یار یکے !!

خوش اعتقادی

مخدوم عبدالقادر شاہ صاحب رئیس بہاولپور اپنے والد مخدوم احمد شاہ صاحب کی زبانی روایت کرتے تھے کہ میرے دادا مخدوم احمد شاہ صاحب کو بیعت کا خیال رہا کرتا تھا مگر چونکہ خود بھی اولاد بزرگان اوچہ شریف میں سے تھے اور اپنی آن اور شان کو بھی برقرار رکھنا چاہتے تھے اس لئے کسی جگہ ان کا دل بیعت کے لئے مطمئن نہ ہوا ایک بار خیرپور گئے اور اس خیال کو دل میں لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے کچھ دور تک جاکر مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے کچھ دور تک جاکر مخدوم صاحب کا استقبال فرمایا اور پھر اپنی نشستگاہ پر ان کو سرہانے کی طرف بٹھلایا اور مخدوم صاحب کے اس ارادہ کو ظاہر کرتے ہوئے ان کو بیعت کرایا اس طرح مخدوم صاحب کا مولوی صاحب سے اعتقاد زندگی تک روز افزوں قائم رہا اور بہت کچھ روحانی برکات حاصل کرتے رہے۔

مال مسروقہ کی حفاظت

عام طور پر مشہور ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب اپنے ڈیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص

کسی زمیندار اور مرید کی طرف سے کچھ خربوزے لیکر آیا اس اثنا میں حضرت نے بغیر کسی ظاہری وجہ کے اپنے عصا کو اٹھا کر پھرانا شروع کیا دیر تک یہ عمل کرتے رہے۔ کسی خلیفہ کے اصرار پر فرمایا کہ جو شخص خربوزے لے کے آیا تھا وہ ان خربوزوں میں سے کچھ نکالا کر راستہ میں جھاڑیوں کے اندر چھپا آیا تھا اور ان خربوزوں پر گیدڑ حملہ کرکے کھانا چاہتے تھے اس لئے میں نے اپنے عصا سے گیدڑوں کو روکا تاکہ اس بیچارے کے محفوظ کردہ خربوزے خراب نہ ہوں اور اس شخص سے کہا کہ راستے میں جو خربوزے رکھ آئے جلدی کرو۔ ورنہ انہیں گیدڑ کھا جائیں گے وہ شخص اپنے فعل پر نادم ہوا اور جا کر دیکھا تو واقعی اس موقعہ پر گیدڑ موجود تھے

بیمار اونٹ کا علاج

حضرت کا ایک معتقد مرید ملتان کے نواح سے ایک قیمتی اونٹ عاریتاً لے کر حضرت کی زیارت کے لئے خیرپور آیا ہوا تھا۔ نور محمد کھنگا اس کا نام تھا اتفاقاً اونٹ بیمار ہو گیا حضرت کی خدمت میں پہنچ کر اس نے ماجرائے عاریت شتر و بیماری شتر بیان کیا اور آئندہ کے احضار سے دل پر درد سے آہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ بزرگان ملت کی سنت ہے تم جا کر اس کا بدلہ کوئی چیز قربان کر دو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اونٹ اچھا ہو جائیگا بے چارے غریب نے ایک چھوٹا سا مرغی کا چوزہ جا کر ذبح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اونٹ اچھا بھلا ہو گیا اور مرید رخصت حاصل کر کے خوشی خوشی گھر پہنچا اور امانت واپس کر دی

حضرت کی بلی

آپ کی بلی کی کرامت کا ایک اسی سے ملتا جلتا قصہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے دوسرا اب سن لیجئے خیرپور کا ایک ہندو سوداگری کے لئے گیا ہوا تھا اس کی کوئی خبر مدت تک نہ آئی نہ وہ خود واپس آیا اس کی بیوی نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مصائب اور انتظار کا ذکر کیا حضرت نے

اس عورت سے کہا کہ کچھ تمہارے پاس موجود ہے۔ اس نے کہا کہ صرف پانچ پائیاں موجود
ہیں آپ نے فرمایا ان کا گوشت خرید لاؤ وہ عورت جا کر گوشت لے آئی حضرت کے
قریب ایک بلی ہمیشہ رہا کرتی تھی بلی کو حضرت سے اور حضرت کو بلی سے بہت انس
تھا وہ گوشت بلی کے آگے ڈال دیا جب وہ گوشت کھانے کو لپکی تو حضور نے فرمایا
اے بلی پہلے اس مائی کا کام کر دو پھر گوشت کھانا بلی خرخر کرتے ہوئے آپ کے حجرے
میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں اس ہندو عورت کے گھر سے اطلاع آئی کہ تمہارا . . .
خاوند گھر میں واپس آ گیا ہے وہ عورت خوش ہو کر گھر گئی اور اپنے مدت سے بچھڑے
ہوئے خاوند کو لا کر حضرت کی خدمت میں مشرف باسلام کرایا اس ہندو نے بیان کیا
کہ میں کابل میں اپنی روٹی پکا کر کھانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ یہ بلی جو حضرت کے پہلو میں بیٹھی
ہے دوڑتی ہوئی آئی اور میرے آگے سے روٹی لے بھاگی میں اس کے پیچھے دوڑا اور اپنے
گھر پہنچ گیا۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

ایک ہندو عورت نے رمضان شریف میں آکر دعوت کی اور ظاہر کیا کہ حضرت میرا
خاوند سوداگری پر گیا ہوا تھا میں نے منت مانی تھی کہ اپنے خاوند کی واپسی کے وقت
حضرت کی دعوت کروں گی اس منت کا ایفا کرتی ہوں کھانا تیار اور موجود ہے حضرت
مع خدام تشریف لے چلیں۔ اور ماحضر تناول فرمائیں حضرت اس وقت مع خدام اس
ہندو عورت کے ہمراہ روانہ ہوئے اس کے مکان پر پہونچ کر جب کھانا سامنے لایا
گیا۔ تو حضرت نے خلفاء کو ارشاد فرمایا کہ آپ اپنا کھانا لے چلو اور افطار کا انتظار کرو
یہ کہہ خود کھانا کھانے لگ گئے خدام حیران رہ گئے کہ اس طرح ایک ہندو عورت کی
دعوت پر روزہ توڑ دیا حضرت نے ان کے تعجب کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا بخش
کے لئے ساٹھ روزے رکھنا آسان ہے مگر امیدوار عورت کا دل شکستہ کرنا گوارا

نہیں"۔

سفر مریدان ایک دفعہ ایک مرید نے سوال کیا کہ حضرت اہل اللہ تو خزانۂ الٰہی کے مالک ہوتے ہیں اور رزق ان کو پہونچ جاتا ہے آپ مریدوں میں دورہ کیوں کرتے ہیں اور اُن کی دعوتوں کو کیوں قبول فرماتے ہیں فرمایا ؎

برات رزق بہر جا کہ کردہ اند رقم ؎ ضرورت است نہادن دراں دیار قدم

پسندیدہ دوہا قوالوں سے بالعموم یہ دوہا سن کر بہت پسند فرماتے تھے ؎

ہیں مصلحت پچھدیاں تساں نی سہیلیاں

لٹیاں ڈیہنساں پچھے رانجھن ملیا ۔۔۔ اول ملاں کہ ہیں رساں

جے ملاں تاں بھرم نہ رہندا ۔۔۔ جے رُساں تاں ہیں مساں

تُساں آدی نی سہیاں یاں مصلحت پچھدیاں تساں

جبری ارادت ایک خراسانی پٹھان جو حضرت کا ارادت مند تھا اس نے بیعت کی درخواست کی متواتر انکار پر آخر اس نے تنگ آکر پیش قبض (خنجر) نکال لیا اور کہا کہ اگر مرید کرتے ہو تو فبہا ورنہ خنجر سے قتل کر دوں گا حضرت نے اسکو مرید فرما لیا۔

خواجہ خضر کی زیارت بہاول پور کے مشہور واعظ مولوی قادر بخش صاحب کے دادا یا جد مولوی محمد رمضان صاحب کا ذکر ہے کہ وہ ہمیشہ ہفتہ وار خیر پور جا کر خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور بالعموم یہ درخواست کرتے کہ مجھے خواجہ خضرؑ کی زیارت کرا دو۔ خواجہ صاحب ہمیشہ جواب میں یہ ارشاد فرماتے کہ قسمت ہے تو آپکو زیارت ہو جائے گی۔

ایکبار ایسا اتفاق ہوا کہ خواجہ خدا بخش صاحب اپنی مسجد شریف میں لنگر کا طعام تناول فرما رہے تھے۔ اور وہ باجرے کا بھات تھا جو ایک مٹی کے بڑے پیالے میں

تھا اور حافظ صاحب انگلیوں ہی سے اس بھات کو کھا رہے تھے کہ ایک مست الست
فقیر سیاہ کمبل پہنے کندھے پر ایک بھاری ڈنڈا رکھے وارد ہوا دراز ریش ہونے کے ساتھ
بغل کے بال بھی بہت بڑھے ہوئے تھے اور ایک متوحش صورت بنائے ہوئے حافظ
صاحب کو بلا کر آواز دی "او خدا بخش ہم کو بھوک لگی ہے کھانا لاؤ" خواجہ صاحب نے
وہی باجرے کے بھات کا پیالہ فوراً سرو قد ہو کر پیش کیا اس فقیر نے بھات کے پیالے
میں پہلے تو تھوک دیا اور پھر آب بینی ڈال کر کراہت کر دیا پھر اس میں سے قدرے
تناول فرما کر باقی بھات حافظ صاحب کو دیدیا اور حکم دیا کہ اس میں سے تم بھی کھاؤ
اور اس مولوی صاحب (مولوی قادر بخش کے والد مولوی محمد رمضان صاحب کی جانب اشارہ
کیا) کو بھی کھلاؤ، یہ کہہ کر وہ فقیر تو چلا گیا خواجہ صاحب نے فقیر کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ حصہ
اس بھات کا خود کھایا اور پھر باقی ماندہ مولوی محمد رمضان کے آگے بڑھا کر کھانے کے لئے کہا
مولوی صاحب نے فرمایا میں نہیں کھاتا اس فقیر کی حالت خلاف شریعت تھی اور پھر اس
نے خلاف آداب طعام اس میں لعاب دہن اور آب بینی بھی داخل کر کے کھانے کو حرام کر
دیا میں تو اس کو ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ حافظ صاحب نے مولوی صاحب کے انکار پر وہ
سارا برتن خود کھا کر صاف کیا اور پیالہ کی ٹھیکریوں کو دریا میں ڈال دیا

اگلے ہفتے جب پھر مولوی محمد رمضان صاحب زیارت کے لئے حسب معمول آئے اور
پھر حسب عادت خواجہ خضر کی ملاقات کی استدعا کی تو اس پر حافظ صاحب نے
فرمایا کہ تم خود بے نصیب ہو ورنہ خواجہ خضر نے تو تم کو زیارت کرائی تھی اور تم کو اپنا
پس خوردہ کھلانے کا ارشاد بھی کیا تھا تمہاری قسمت کا قصور ہے خاصان خدا کی صورت
اور عمل پر اعتراض نے تم کو محروم رکھا۔

فیضان

جو شخص بھی حضرت کے پاس کسی قسم کے ورد وظیفہ کے لئے آتا آپ اسے
خالی نہ بھیجتے اور مریدان خاص کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے اور

ہمیشہ ان کی عزت کرتے اور اگر کسی کو کوئی بات سمجھانی ہوتی تو بالتی ھی احسن پر عمل پیرا ہوتے۔ یہ آپ کی ہمیشہ کی عادت تھی۔

قناعت نواب صادق محمد خان صاحب بہادر ثانی والئی بہاول پور کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حافظ صاحب ملتان سے چلے دامن شریف میں آئے ہوئے ہیں تو نواب صاحب نے نہایت الحاح سے اپنی ریاست کے شہر خیر پور میں ان سے قیام کرنے کی التجا کی۔

خدام کے وظائف مقرر کر دیئے لنگر شریف کے لئے جائداد اور جاگیر عطا فرمائی۔ سرائے اور کنواں بنوادیا اور طرح طرح کی رعایات بھی دیدیں۔ نیز ایک روپیہ روزانہ ایک ماہانہ یا ہوار دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا مگر حضرت نے صرف ۴ ر یومیہ (جو ان کا ذاتی خرچ تھا) اپنے پر اکتفا کیا اور زائد رقم لینے سے انکار فرما دیا۔

عبادت و پرہیزگاری حضرت خواجۂ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی جو آپ کے پیران پیر تھے جب فوت ہوئے تو حسب وصیت ایسے آدمی کی تلاش شروع ہوئی جس سے مستحب بھی کبھی نہ چھوٹا ہو جب کافی تلاش کے بعد کوئی آدمی نہ ملا تو حضرت آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ اس فقیر نے اپنی تمام عمر کبھی مستحب بھی ترک نہیں کیا اور آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سبحان اللہ کیسے کیسے بزرگان دین تھے جو مستحبات کو بھی واجب کی سی پابندی سے ادا کرتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ فرائض سے غافل ہیں ؎

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

عشق از یں بسیار کرد است ایک دن اپنے کسی ذاتی کام کے لئے بازار تشریف لے جا رہے تھے ایک شخص نے پوچھا کہ کوئی شخص

پھلواں شریف جانے والا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں کیا کام ہے؟ اس نے کہا یہ آم میں نے قبلہ عالم کے لئے خریدے ہیں اگر کوئی جانے والا ہو تو اُسے دیدوں وہ ساتھ لے جائے آپ نے اپنے کاموں پر پیران پیر کی خدمت کو مقدم جان کر ٹوکرا اس سے لے لیا اور وہیں سے سیدھے بہار شریف چل دیئے اور آم وقت پر حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کر دیئے ؎

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہنوز بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

محویت و استغراق

ابھی ملتان ہی میں مقیم تھے کہ حضرت کے بھائی کا انتقال ہو گیا لوگ جنازہ کے لئے جمع ہو گئے حضرت بھی جنازہ کے لئے تیار تھے کہ خدام نے عرض کیا کہ جنازہ تیار ہے نماز جنازہ کے لئے تشریف لے چلئے۔ حضرت نے حاضرین کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرا بھائی نہیں آیا اسے آجانے دو، لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے اسی بھائی کا تو جنازہ تیار ہے تب آپ کو تنبہ ہوا اور آپ جنازہ میں شامل ہو گئے

ایکبار گھر میں کھانا طلب کیا تو جس تھال میں آٹا گوندھا ہوا رکھا تھا اسی تھال میں دوسری طرف پکے چاول ڈال کر آپکے سامنے رکھ دیا گیا حضرت کچھ ایسے استغراق میں تھے کہ کئی لقمے گوندھے ہوئے آٹے کے تناول فرما گئے۔ بیوی صاحبہ نے جب آگاہ کیا تو معذرت فرماتے ہوئے چاول کھانے لگ گئے۔ غرض ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد میں خود مستغرق رہتے۔ کسی دوسری چیز کا نہ خیال تھا اور نہ پتہ۔

علاج عسرت

گھر میں عموماً عسرت رہا کرتی تھی ایک بار حضرت کی اہلیہ محترمہ نے کچھ کپڑا تیار کر کے حضرت کی خدمت میں دیا کہ اسکو

بازار میں فروخت کرا کر رقم لادی جائے تاکہ خرچ لنگر کی عسرت رفع ہو حضرت نے وہ کپڑا اپنے درویش طلبہ میں تقسیم کردیا جب گھر میں تشریف لائے تو فرمایا کہ کپڑا ایک سچے خریدار کو دیا گیا ہے۔ عنقریب رقم آجائے گی دو چار دن کے بعد ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ایک مرید نے کچھ نقدی پیش کی تو وہ اندر دے دی اور فرمایا کپڑے کے سچے خریدار نے رقم بھجوائی ہے۔

عمارات کی تعمیر اگرچہ خانگی مکانات اور تعمیرات کا شوق نہیں تھا مگر اپنے پیر حافظ محمد جمال صاحب ملتانی علیہ الرحمۃ اور ان کے پیر حضرت قبلہ عالم کی خانقاہوں پر بڑی فراخ دلی سے روپیہ خرچ کرکے مکانات بنوائے اور اس کے لئے کبھی کبھی آپکو تنگ بھی ہونا پڑا حتیٰ کہ گھر کے بعض زیورات تک بھی صرف فرمائے مگر نہایت عمدہ تعمیریں کیں۔ مہمان خانے مجلس خانے اور لنگر خانے تعمیر کرائے اسی حسن کا بدلہ ہے کہ خود آپ کے مزار پر بھی نہایت عمدہ مکانات اور مجلس خانے اور مسجد بنی ہوئی ہے۔

وفات حسرت آیات آخر عمر میں اس قدر استغراق و مراقبہ میں مصروف رہتے تھے کہ بالعموم حاضرین مجلس کی شناخت بھی نہ فرما سکتے تھے، بیماری اور مرض الموت نفی اثبات کے ذکر کے سوا باقی تمام اوراد و اذکار بند ہوگئے تھے اور لا الہ الا اللہ کا ذکر ہر وقت جاری تھا کہ اسی اثنا میں مرغ روح قفس عنصری سے نجات حاصل کرتے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گیا۔ جمعہ کا دن تھا اشراق کا وقت اور اوائل ماہ صفر ۱۲۵۱ھ وفات کے وقت عمر ۳۹ سال کی تھی عمر کے آخری اکتیس سال آپکا قیام خیرپور میں رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سجادہ || چونکہ حضرت کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے آپ کے بھتیجے

یکے بعد دیگرے سجادہ نشین مقرر ہوئے ان حضرات کی قبریں بھی خانقاہ کے اندر موجود ہیں

عرس

ہر سال قمری مہینے محرم الحرام کے آخری تین دن آپ کا عرس ہوتا ہے دور دور سے معتقدین جمع ہوتے ہیں۔ بیشتر حصہ بہاولپور اور ملتان کے لوگوں کا اور اسی علاقہ کے مریدوں کا ہوتا ہے۔

خلفاء

وہ حضرات جو مرید تو کسی دوسرے بزرگ کے تھے مگر خرقہ خلافت آپ کی ذات بابرکات سے حاصل کیا ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) مولوی نور اللہ صاحب سکنہ بھنڈی (قریب خیرپور) (۲) حافظ غلام مرتضیٰ صاحب سکنہ جیال والا (۳) صاحبزادہ میاں اگر محمد صاحب سنگھڑ شریف (۴) مولوی امام بخش صاحب مؤلف گلشن ابرار (۵) قاضی محمد علی صاحب خانپور (شجاع آباد) (۶) مولوی محمد موسیٰ صاحب ملتانی متوفی ۱۲۶۱ھ . . . [illegible] (۷) میاں محمد حسین ملازم ملتان (۸) حضرت شہید صاحب منشی غلام حسن ملتانی (۹) حضرت محمد بڈھا شاہ (۱۰) شاہ محمد صاحب دالان والا متوطن ڈمر والا ضلع مظفر گڑھ (۱۱) میاں احمد دین سکنہ راجن پور (۱۲) قاضی محمد یار صاحب سکنہ ٹبہ (سنگھڑ)

اس کے بعد ان لوگوں کی فہرست دی جاتی ہے جو مرید بھی آپ کے تھے اور خلیفہ بھی آپ ہی کے تھے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مخدوم حامد شاہ (از اولاد حضرت موسیٰ پاک شہید) (۲) سید محمد مومن شاہ احمدپوری (۳) مولوی محمد اسحاق صاحب قریب کہروڑ (۴) مولوی عبدالقادر کوٹلہ اسحاقانی ڈیرہ غازی خان (۵) حضرت حاجی محمد یار سکنہ خان گڑھ (آپ کا مستی کی حالت میں انتقال ہوا) (۶) سید امام شاہ جونیاں قریب شجاع آباد (۷) مولوی محمد عبداللہ صاحب ملتانی (۸) میاں محمد حسین صاحب محمود کوٹ علاقہ مظفر گڑھ (۹) مولوی عبدالغفار

صاحب سجادہ نشین حافظ صاحب (۱۰) میاں خدایا د صاحب جھنڈ ر سکنہ احمد پور سیالاں

خانقاہ مبارک خان عبدالخالق خاں کو جو ریاست بہاولپور کے معزز بلا زمان میں سے تھے حضرت کے ساتھ نہایت خلوص و عقیدت تھی انہوں نے سجادہ نشین صاحبان کی امداد کی اور ملتان کے بے شمار مریدوں میں سے درکھانوں نے جمع ہو کر یہ خانقاہ بنوائی، خانقاہ شریف بجائے خود کاشی کے رنگین کام کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے یہ خانقاہ شہر خیر پور میں مرجع خواص و عوام ہے قریباً ایک سو سال گذر جانے کے بعد آج بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اسکی تعمیر ختم ہوئی ہے۔ خانقاہ کے بیرونی جانب کاشی گری کا کمال ظاہر کیا گیا ہے اور اندر کمارنگری نقاشی کا عجیب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔

نذر و نیاز ریاست بہاولپور کی جانب سے اس خانقاہ مبارک کے لئے خاص امداد مقرر ہے اور خاص خاص مریدان بھی نذر و نیاز کی کثیر المقدار رقوم پیش کرتے رہتے ہیں۔ لوگ حضرت کے مزار پر پیڑوں کی منت خاص طور پر مانتے ہیں اور اسی وجہ سے خیر پور کے پیڑے شہرت رکھتے ہیں

بہاول کی امداد کے متعلق ذکر عرض یہ ہے کہ خاص عرس مبارک کی تقریب پر دو سو روپیہ بہاول خانی (ایک سو ستیس سکہ انگریزی) سرکار بہاولپور سے ملتے ہیں اور دو چاہات بطور انعام لنگر خانہ کے لئے وقف ہیں۔

تاریخ ہائے وفات خانقاہ کی بیرونی دیوار کے غربی حصہ میں کاشی کی اینٹوں میں حضرت مولوی صاحب اور ان کے بھائیوں کی تاریخ ہائے وفات بھی لکھی ہوئی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ **پہلی تاریخ**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ط

دوسری تاریخ

چو مولانائے ما حضرت خدا بخش ۔۔۔ کہ در مُلکِ ولک خوش سرورے بود
ہمی نازم با و رنگ و نفا ستش ۔۔۔ کہ اہل فخر دیں را مفخرے بود
جبینش مطلع نورِ مقدس ۔۔۔ جمالش آفتاب خاورے بود
جہانے مستفیض از فیضِ ذاتش ۔۔۔ کہ حلم و علم ہا را مصدرے بود
دلیلے بہر غمِ مدعیان! ۔۔۔ ہمایوں طلعتش خوش منظرے بود
بہ بحر معرفت نفسِ نفیسش ۔۔۔ تعالیٰ اللہ گرامی گوہرے بود
بتش سرمایۂ یحیی العظامی ۔۔۔ زرخ رخشندہ اش مہ پیکرے بود
بدمش نسخۂ فیہ شفاء ۔۔۔ نسیم زلف او جاں پرورے بود
ندیدم مثل او در عرصۂ دہر ۔۔۔ بنام ایزد عجائب دلبرے بود
طلوع از برج تاباں داشت مغرب ۔۔۔ مکان خیر پور آں اخترے بود
چناں عاجز شود گستاخ دستش ۔۔۔ کہ از شرح و بیانش ابترے بود

بحق پیوست تاریخ وصالش!

خرد گفتا "جمالی مظہرے بود"
۱۲۵۱ھ

جمالی مظہر سے مراد حضرت خواجہ حافظ محمد جمال صاحب ملتانی کی ذات پاک ہے جو آپکے پیر روشن ضمیر تھے

تیسری تاریخ

"خیر امۃ"

ایں ہم تاریخ وصال است و تاریخ عرس مبارک ۱۲۵۱ھ

جنت الفردوس چوں شد جائے او
"غرۂ ماہ آمدہ" تاریخ او
۱۲۵۱ھ

پہلو کی جانب میں جہاں یہ تاریخیں درج ہیں اس موقعہ پر سجادہ نشین صاحبان کی تاریخیں بھی کاشی پر حسب ذیل درج ہیں۔

تاریخ وصال جناب حضرت مولوی عبدالغفار صاحب شانزدہم ماہ جمادی الثانی ۱۲۵۵ھ ہو است

تاریخ وصال جناب حضرت مولوی محمد عبدالرزاق صاحب بتاریخ ششم ماہ رمضان المبارک ۱۲۷۷ھ است

تاریخ وصال جناب حضرت مولوی عبدالوہاب صاحب سیزدہم محرم ۱۲۹۷ھ است

خانقاہ مبارک اندر شرقی دیوار میں حضرت مولوی عبدالغفار صاحب کی تاریخ وصال کاشی پر یوں لکھی ہوئی ہے ؎

عبدالرزاق مولوی صاحب | بود دانش عجیب غریب نواز
بود چوں غمگسارِ غمگیناں | شاد بود از غم نشیب و فراز
بود قدرش بلند در عالم! | زانکہ با جملہ مہر و نیاز
کردہ بود از سر سخی و کرم | در احسان بروئے مردم باز
روز ششم ز ماہ رمضان بود | پاس روز آمدہ بوقت نماز
شد بامر خدا ز دارِ فنا | روح او کرد در جناں پرواز
شور برخاست روز ماتم او!! | ہمہ کس حسرتا نمود آغاز!!
احمدی جز ب چو بود شفیق | زاں شد از سوز دل سخن پرداز
جست سالش چو از سر اندوہ | گفت نا گہ خسرو غریب نواز

۱۲۷۷ھ

خانقاہ مبارک کے سامنے اور مغربی جانب تمام مریدوں اور عزیزوں کی قبریں ہیں دروازہ کے سامنے عبدالخالق خاں افغان جمعدار کی قبر ہے جس کے متعلق آپ

پڑھ چکے ہیں کہ وہ مرید باصفا تھا اور اس نے خانقاہ کی تعمیر میں بڑا حصہ لیا تھا
خانقاہ کے عقب میں جانب شمال ایک سایہ بان ہے نہایت عمدہ رنگین بنا ہوا
ہے جو حضرت مولوی عاقل محمد صاحب جبابہ علیہ الرحمتہ نے بنظر عقیدت ۱۳۲۱ھ میں
بنوایا تھا اس سایہ بان کی مغربی قوس پر حسب ذیل تاریخ بنا درسایہ بان درج ہے

آفتاب چشتیان و پیشوائے عارفین دستگیر دو جہاں قبلۂ اہل یقین
مظہر نور محمد شاہ باللطف و جمال خواجۂ بر خواجگاں محبوب رب لایزال
یا خدا بخش از شان مرتضوی مرا تو کریم الاکرمی من بر درت عاصی گدا
چوں بنائے سایہ بان روضہ اقدس شد تمام از غلام عاقل محمد سرفراز و شاد کام
سال ختمش چوں شمردم از سر فکر و قیاس گفتہ درگاہ خیر پور از کہ حق را تناس

خانقاہ کی مشرقی جانب ایک بہت وسیع مجلس خانہ بنا ہوا ہے جس کی
تینوں طرف شمالی مشرقی اور جنوبی جانب سات دروازے ہیں اس میں عرس
کے موقعہ پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ خانقاہ کے احاطہ میں ایک نہایت عالیشان گنبد
کی مسجد شریف بھی ہے اور درویشوں کے رہنے کے لئے ایک سلسلہ حجروں کا بھی
موجود ہے جہاں دن رات ذکر اللہ اور ذکر الرسول کا چرچا رہتا ہے۔

خاتمۃ الکتاب

خاکسار محمد حفیظ الرحمن ابن علامہ وقت دبیر الملک مولینا محمد عزیز الرحمن صاحب مرحوم ناظرین والاتمکین کی خدمت میں عرض گذار ہے کہ حضرت خواجہ خدا بخش صاحب خیر پوری کی سوانح عمری مرتب کرنے سے میری غرض سوائے ثواب آخرت کا جمع کرنے کے اور کچھ بھی نہیں اور حضور کے حالات پڑھ کر دوچار حضرات کو بھی نصیحت حاصل ہو جائے تو میری محنت ٹھکانے لگی اس سوانح کو مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتب سے خاصی مدد ملی۔

۱:۔ گلشن ابرار مولفہ مولوی امام بخش صاحب

۲:۔ مناقب محبوبیہ مولفہ مولوی عاقل محمد صاحب جبلہ قریشی ساکن کہروڑ

۳:۔ سر دلبراں توفیقیہ

اس کے علاوہ ہندوستان کے بلند پایہ ادیب محترم حضرت طالوت کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے میری استدعا پر اس تصنیف کے لئے مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ساتھ ہی اپنے محترم رفقائے کار مولوی محمد عبد اللہ صاحب خوش نویس اور مولوی محمد امین صاحب مینجر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کوششوں نے اس کتاب کو حیز تسوید سے منصۂ تبییض پر جلوہ افروز کر کے اس کی طباعت و کتابت اور دوسرے لوازمات کا سامان کیا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ والصلوٰۃ والسلام علیٰ اکرم الخلق سید المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

سلسلہ عزیزیہ کی چند معتبر کتابیں

صبح صادق طبع جدید جس میں تذکرہ مشاہیر خلفاء، امراء و حکمرانان آل عباس و عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از عہد

ہمایون حضور فخر کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تا اختتام ۱۳۶۱ھ ہجری نبوی مطابق

آخر ۱۹۴۲ء کے علاوہ جغرافیہ دولت خداداد بہاولپور۔ شجرہ نسب آل عباس رضی اللہ عنہ

اور تصاویر فرمانروایان بہاولپور بھی ایزاد کی گئی ہیں۔

مصنفہ

دبیر الملک ابو الحسنات ایم۔ ایچ محمد عزیز الرحمن صاحب عزیزؔ مرحوم مغفور ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج و

سپرنٹنڈنٹ میوزیم سلطانی و ناظم سررشتہ تالیفات بہاولپور۔ قیمت فی جلد للعہ

حج صادق جس کے حصہ اول میں خاندان عالیہ عباسیہ کی مختصر تاریخ اور اعلیحضرت کیوان منزلت خسرو دین پناہ معدلت گستر عالی پائیگاہ ہز ہائینس

رکن الدولہ نصرت جنگ، سیف الدولہ حافظ الملک، مخلص الدولہ و معین الدولہ میجر

نواب الحاج ڈاکٹر سر صادق محمد خان صاحب خامس عباسی بہادر جی سی ایس آئی جی سی آئی ای

کے سی ایس آئی، کے سی وی او۔ ایل ایل ڈی۔ دام اقبالہ و ملکہ

فرمانروائے مملکت خداداد بہاولپور کے مختصر سوانح اور دوسرے حصہ میں حضور ممدوح

دام اقبالہ و ملکہ کے زیارت روضۂ نبوی صلعم اور حج بیت اللہ شریف کے مفصل واقعات و حالات نقشہ اور نقشہ جات درج کئے گئے ہیں۔

دیگر تصانیف

دبیرالملک مولوی حاجی محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز مرحوم مغفور آر۔ آئی۔ ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ جج ضلع رحیم یار خاں وسپرنٹنڈنٹ میوزیم سلطانی و ناظم سررشتہ تالیفات و مصنف تاریخ ریاست بہاولپور و کتب متعددہ۔ قیمت فی جلد صہ

حیات محمد بہاولخان خامس ریاست بہاولپور کے مرحوم مغفور سابق حکمران بہاولپور کے مفصل سوانح حیات نہایت تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں ان کے مختصر عہد سلطنت کے اصلاحات و ترقیوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے درجنوں فوٹو بلاک کی تصویریں شامل ہیں۔ قیمت تین روپے۔

دیوان فرید مترجم کلام معجز بیان قدوۃ السالکین عمدۃ الواصلین حضرت خواجہ حافظ حاجی غلام فرید صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ آرائے چاچڑاں شریف دولت خداداد بہاولپور مترجمہ و شرح حضرت مولانا الحاج ابوالحسنات دبیرالملک محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز مرحوم مغفور جس میں متعدد فوٹو بلاک بھی دی گئی ہیں جس کا دیباچہ پنجاب کے ایہ ناز شاعر و ادیب علامہ اقبال مرحوم نے لکھا ہے ضخامت قریباً ایک ہزار صفحات سائز ۲۰×۳۰/۸ چھپکر شائع ہوگیا ہے دیوان تین قسم کے کاغذ پر چھپا تھا۔ قسم اعلیٰ ختم ہو چکی ہے۔ قیمت قسم اول مجلد بارہ روپے قسم دوم مجلد دس روپے

نعت عزیز حضرت دبیرالملک مولانا الحاج مولوی محمد عزیز الرحمن صاحب عزیز مرحوم کے فارسی، اردو، بہاولپوری مولود وں، نعتوں کا مجموعہ قیمت ۱۲؍

مثنوی نور و نار یعنی قصہ شہزادہ اسحاق کی منظوم صورت جسکو فردوس آشیاں نواب محمد بہاول خاں صاحب مرحوم نے تصنیف فرمایا تھا اور اس

قصہ کو بحسن عقیدت و خلوص جناب مولینا محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیز مرحوم مغفور نے مزید دلچسپی کے لئے منظوم فرمایا قیمت ۳ر

تاریخ الوزراء — مملکت خداداد بہاولپور کے وزراء کے مفصل اور مکمل حالات اور ان کے عکسی فوٹو درج ہیں قیمت عہ ر

ایمان کیا ہے — مولینا حافظ فضل احمد صاحب صدر انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد سندھ کے سلسلہ تبلیغ کے پہلے حصہ کا اردو ترجمہ قیمت ۲ر

اسلام کیا ہے — مولینا حافظ فضل احمد صاحب صدر انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد سندھ کے سلسلہ تبلیغ کے دوسرے حصہ کا ترجمہ قیمت ۶ر

توحید کیا ہے — مولینا حافظ فضل احمد صاحب صدر انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد سندھ کے تیسرے حصہ کا ترجمہ قیمت ۱۰ر

تحقیق الحدیث — مولینا حافظ فضل احمد صاحب صدر انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد سندھ کے سلسلہ تبلیغ کے چوتھے حصہ کا ترجمہ قیمت ۱۲ر

اسلام کیا چاہتا ہے — مولینا حافظ فضل احمد صاحب صدر انجمن تبلیغ اسلام حیدرآباد سندھ کے سلسلہ تبلیغ کے پانچویں حصہ کا ترجمہ قیمت ۱۲ر

الخلیل حصہ اول — سوانحعمری حضور سردار دو عالم نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ مولینا محمد خلیل الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ والغفران قیمت ۸ر

فضائل چہار یار — حضور آقائے نامدار سردار دوجہاں تاجدار مدینہ فخر عرب و عجم کے خلفاء راشدین یعنی چہار یار کے حالات و فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت دو آنہ

سندھ کے شعراور شعراء کی تاریخ — محمد ہدایت علی صاحب آتار کے سندھی رسالہ غیر مطبوعہ کا اردو ترجمہ قیمت ۸ر

اور منتخب کلام قیمت ۱۲ار

دیوان فرید غیر مترجم | حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت صحیح شدہ قیمت عہ

ذکر کرام | ریاست بہاولپور کے حدود کے اندرونی مزارات خانقاہوں اور قبرستانوں کے حالات اس کتاب میں دو سو سے زیادہ مزارات اور پچاس سے زیادہ بزرگان کے تفصیلی حالات درج ہیں آخر میں حالات و بیان مزارات خاندان مؤلف درج ہیں قیمت عسر

دل آرام | ریاستی زبان میں ایک نصیحت آمیز دلچسپ قصہ قیمت صرف ۸ر

تاجداران بہاولپور | ریاست بہاولپور کے بانی اور فرمانروا خاندان عباسیہ کی تاریخ کا خلاصہ اور موجود فرمانروائے ریاست بہاولپور کے مختصر سوانح و تصویر معہ نقشہ ریاست و شجرہ خاندان عباسی مفصل درج ہیں۔ قیمت

تاریخ اوچہ | اوچہ شریف کی سلسلہ وار ہزار سالہ تاریخ جو نہایت کاوش تلاش کتب مطالعہ اور تحقیقات کے بعد لکھی گئی ہے قیمت عہ

عید میلاد | رحیم یار خاں کے مقام پر عید میلاد کا جو جلسہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ کو ہوا اس کی مکمل روئیداد قیمت ۱۲ر

الحبیب معہ فرامین مقدس | حضور سرور کائنات تاجدار مدینہ صلعم کی مختصر سوانح حیات مبارک ہے خطوط شاہان اسلام کے نام ارسال فرمائے وہ بھی درج ہیں قیمت صرف آٹھ آنہ۔

سیرۃ النبیؐ ایک مشہور و معروف مصنف کی تدسی زبان کی تالیف ہے۔ اسکو اردو کا جامہ مولینا مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صاحب حفیظ نے پہنایا ہے۔ آج تک ایسی مختصر اور مکمل سوانح حیات شائع نہیں ہوئی۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ

مینجر مکتبہ عزیزیہ عزیز المطابع بہاولپور